عہد رسالت میں

اسلام اور نصرانیت کے تعلقات

مکاتیب، سفراء، وفود، غزوات، سرایا معاہدات اور صلح نامے

ڈاکٹر فاروق حمادہ

Marfat.com

عہد رسالت میں
اسلام اور نصرانیت کے تعلقات

مؤلف

ڈاکٹر فاروق حمادہ

استاذ جامعہ محمد الخامس، رباط (مراکش)

ترجمہ

ابوزلفہ محمد آصف نسیم

کتاب سرائے

بیت الحکمت لاہور کا اشاعتی ادارہ

الحمد مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

Marfat.com

بیاد
پروفیسر عبدالجبار شاکرؒ
۱۹۴۷-۲۰۰۹

جملہ حقوق محفوظ

۱۴۳۳ ہجری ۲۰۱۲ء

نام کتاب : عہد رسالت میں اسلام اور نصرانیت کے تعلقات

تصنیف : ڈاکٹر فاروق حمادہ

ترجمہ : ابوزلفہ محمد آصف نسیم

اہتمام : بیت الحکمت، لاہور

مطبع : میٹرو پرنٹرز، لاہور

ڈسٹری بیوٹرز

فضلی بک سپر مارکیٹ
اُردو بازار، نزد ریڈیو پاکستان، کراچی۔
فون:32212991-32629724

کتاب سرائے
پبلشرز، ڈسٹری بیوٹرز، مشیران کتب خانہ جات
فرسٹ فلور، الحمد مارکیٹ، غزنی سٹریٹ
اُردو بازار، لاہور فون: 37320318 فیکس:37239884
ای میل:Kitabsaray@hotmail.com

Marfat.com

ترتیب

- حرف اوّلین ۷
- تمہید ۱۴
- ابواب تعلقات ۳۰

باب اوّل:.....مکاتیب اور سفراء

- مختلف سفیروں کے ہاتھوں سلاطین کو بھیجے گئے مکاتیب نبوی ﷺ ۳۲
- تمہید ۳۳
- اسلام کے سفیروں کی پہلی جماعت ۳۳
- ہرقل کے نام ۴۰
- اریسی کون تھے؟ ۴۷
- ہرقل کے نام بھیجے جانے والے مکتوب گرامی کی تاریخ ۵۸
- فوائد ولطائف ۶۱
- مقوقس کے نام ۶۴
- مکتوبات نبوی ﷺ میں مکتوب الیہم کی امتیازی خصوصیات کی رعایت ۷۸
- نجاشی شاہ حبشہ کے نام ۸۰
- حارث بن ابی شمر غسانی کے نام ۹۹
- جبلہ بن ایہم غسانی کے نام ۱۰۲
- اسقف اعظم ضغاطر رومی کے نام ۱۰۶
- نبی کریم ﷺ کی نبوت کی آفاقیت وخاتمیت مکاتیب گرامی کی روشنی میں ۱۱۰

Marfat.com

باب دوم:.....وفود

- تمہید ۱۱۲
- وفد نجران ۱۲۰
- پہلی سفارت ۱۲۰
- دوسری سفارت ۱۲۳
- تیسری سفارت ۱۲۹
- وفد تغلب ۱۳۹
- وفد جذام ۱۴۲
- فروہ بن عمرو جذامی کا وفد ۱۴۵
- عدی بن حاتم طائی کا وفد ۱۴۷
- جارود عبدی اور بنی عبدالقیس کا وفد ۱۵۶
- حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کا حق کی تلاش میں عیسائی راہبوں اور پادریوں کی طرف سے نائب بن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونا ۱۵۹
- وفد بلی ۱۶۸
- وفد غسان ۱۷۱
- داریین کی سفارت ۱۷۳

باب سوم:.....غزوات وسرایا

- تمہید ۱۸۰
- غزوۂ دومۃ الجندل ۱۸۲
- دومۃ الجندل کی طرف حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا سریہ ۱۸۴
- سریہ ذات اطلاح ۱۸۷
- غزوۂ موتہ ۱۸۹
- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت ۱۹۱

Marfat.com

- لشکر اسلام کی روانگی کا دن اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا رونا ۱۹۲
- لشکر کی روانگی، رومی قلمرو میں پہلی اسلامی فوج کا داخلہ، دشمن کے مقابلے کی تیاری اور جنگی حکمت عملی کا مشورہ ۱۹۴
- مسلمان میدان جہاد میں قوت اور کثرت کی بنیاد پر نہیں اترتے ۱۹۵
- سرفروشان اسلام میدان جہاد میں ۱۹۵
- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر مبارک پر شہداء کی شہادت کے حادثۂ جانکاہ کی خبر دینا ۲۰۰
- حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے اہل وعیال سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعزیت ۲۰۲
- لشکر اسلام کی واپسی اور ان کا غیر معمولی استقبال ۲۰۲
- شہدائے موتہ ۲۰۳
- غزوۂ موتہ کی حیثیت کے بارے میں علماء کا اختلاف ۲۰۴
- اسلام ظلم وعدوان کو مٹاتا ہے ۲۰۵
- سریہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بسوئے ذات السلاسل ۲۰۶
- غزوۂ تبوک ۲۰۹
- غزوہ تبوک کے اسباب ۲۱۰
- نفیر عام، وقت جنگ اور منافقین کی منافقت ۲۱۲
- اہل ایمان کا جذبۂ جہاد اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا ذوق وشوق ۲۱۳
- لشکر اسلام تبوک روانہ ہوتا ہے ۲۱۵
- اللہ کی قسم! یہ انصاف نہیں ۲۱۵
- نافرمانوں کی بستی سے گزر ۲۱۶
- لشکرِ اسلام وادیٔ تبوک میں ۲۱۸
- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ واپسی ۲۱۹
- غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ جانے والے مومنین مخلصین جیسے کعب رضی اللہ عنہ بن مالک اور ان کے رفقاء کی توبہ کا حال ۲۲۰

Marfat.com

✪ سریۂ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بسوئے فلسطین وحدود شام ۲۲۸

باب چہارم:.....معاہدات

✪ تمہید ۲۳۳
✪ دومۃ الجندل کے فرمانروا اکیدر کے ساتھ معاہدہ ۲۳۴
✪ ایلہ کے فرمانروا یحنہ بن رؤبہ کے ساتھ معاہدہ ۲۳۸
✪ اہل جرباء اور اہل اذرح کے ساتھ معاہدہ ۲۴۲
✪ خاتمہ ۲۴۳

Marfat.com

حرفِ اوّلین

سلسلۂ نبوت و رسالت کے اختتامی اور تکمیلی مرحلے پر سیّد الاوّلین والآخرین حضرت محمد ﷺ کی بعثت ہوئی۔ آپؐ پر آخری الہامی کتاب قرآن مجید فرقان حمید نازل کی گئی جو سابقہ ملل و شرائع کی جامع ہے۔ آپؐ کو پوری کائنات انسانی کے لیے رسول بنا کر بھیجا گیا اور دین اسلام کو اب قیامت تک کے لیے تکمیلی شان کے ساتھ رشد و ہدایت کے دستور اور ضابطۂ حیات کے طور پر عالم انسانیت کو عطا فرمایا گیا۔

دین اسلام کی ساخت، تشکیل و تعمیر اور ارتقاء میں سیّدنا آدم علیہ السلام کے عہدِ باسعادت سے لے کر ان کے مابعد آنے والے انبیاء و رسل اور ان کی اقوام و ملل اپنے اپنے دور میں اضافے کرتی رہیں یا تاریخ و ثقافت کے دھاروں کو ترقیٔ معکوس اور زوال و ادبار کی جانب موڑتی رہی تھیں۔ علاقائی، عصری، اور محدود تاریخی و ثقافتی عطا و ارتقا کے ساتھ ساتھ عالمی، آفاقی اور بے حدود و ثغور اقدار بھی فروغ پاتی رہیں۔ ختم نبوت کے ساتھ جس طرح ادارۂ رسالت کی تکمیل ہوجانے کے باعث سلسلۂ نبوت و رسالت کی تکمیل ہوئی اسی طرح اقدارِ ثقافت، روایاتِ تمدن اور طرز ہائے معاشرت و معیشت کو بھی ترقی و عروج حاصل ہوتا گیا۔ پیغمبر آخر و اعظم حضرت محمد ﷺ کی عالمی و آفاقی نبوت کے ساتھ اسلامی تاریخ و ثقافت کا ہمہ گیر، ہمہ جہت اور ہمہ نوع ارتقا اصول و اقدار کے تناظر میں پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا اور بات اس نقطے پر آن پہنچی ہے کہ اب محض جزئی اضافوں، علاقائی عطیوں، فنی تغیرات اور قومی ثمرات کا سلسلہ جاری ہوسکتا ہے جو درحقیقت جاری و ساری ہے۔

جزیرہ نمائے عرب بالخصوص قریش مکہ کی تاریخ و ثقافت کا دنیا کے عالمی منظر نامے میں ایک خصوصی امتیاز و انفرادیت ہے کہ وہ ملت ابراہیمی و اسماعیلی کی وارث و امین ہیں۔

Marfat.com

نہ صرف یہ بلکہ قریش مکہ ملت ابراہیمی واسحاقی کی وراثت وثقافت سے روشناس بھی تھے اور ان میں باہمی اشتراک وتفاعل بھی رکھتے تھے۔ اس لیے کہ ملت اسماعیلی اور ملت اسحاقی کا منبع وسرچشمہ ملت ابراہیمی ہی تھا۔ عرب ثقافت کا جمیع ترکہ وورثہ اور ملت ابراہیمی واسماعیلی کا پورا اثاثہ نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ کو عطا فرمایا گیا۔ آپؐ مکہ کے مشرکین کے درمیان پیدا ہوکر پروان چڑھے اور ان کی صحیح روایاتِ ابراہیمی واسماعیلی کے وارث وامین قرار پائے۔ مکہ معظّمہ اور اس کے قرب وجوار کے اطراف میں رہنے والے حبشی افراد وطبقات سے اور ان کے معاشرتی، معاشی، ثقافتی وتمدنی اعمال واقدار سے روشناس ہوئے۔ ملت حنیف کے حاشیہ برداروں سے مکہ مکرمہ اور طائف میں اور یہود ونصاریٰ سے دین وثقافت کے بہت سے امور کی واقفیت حاصل کی۔

تہذیب وثقافت کی مشترکہ اقدار وروایات سب سے زیادہ اہم اور حساس دین ومذہب سے متعلق ہوتی ہیں۔ اسی جذباتی وابستگی سے دوسرے سماجی رسوم وآداب اور معاملات میں حساسیت اور انفرادیت بھی آتی اور اپنا کام دکھاتی ہے۔ اہل عرب کی دین ابراہیمی کی صالح روایات اور پاکیزہ معمولات نے ان کو اپنے اصل دین وعقیدہ سے مربوط رکھا تھا اور اسی طرح یہود ونصارائے عرب اور دیگر پیروانِ مذاہب کا جذباتی ربط وضبط اپنے دین ومذہب اور تہذیب وتمدن سے بھی استوار تھا۔ ان تمام مذاہب میں بالخصوص سامی مذاہب میں ملت ابراہیمی کے بزرگ تر اور اساسی سرچشمے سے ان کی وابستگی کا اجتماعی شعور بھی تھا۔

رسولِ اکرم ﷺ نے اپنے اوّلین مخاطبین قریش مکہ، قبائل عرب اور یہود ونصاریٰ کو اسی اصل مذہب ودین کی طرف رجوع کرنے کی دعوت دی تھی۔ ان سب پیروانِ مذاہب کو اپنے اصل سرچشمۂ دین یعنی دین حنیفی سے نہ صرف وابستگی کا ادّعا تھا بلکہ وہ اس پر مفتخر و نازاں بھی تھے۔ قرآن مجید کی سورۂ آل عمران میں اہل کتاب اور متبعین دین ابراہیم علیہ السلام کو اسی ''کلمۂ سوا'' کی طرف آنے کی دعوت دی گئی۔ چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

''اے پیغمبر (ﷺ) کہو ''اے اہل کتاب آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے

Marfat.com

اور تمھارے درمیان یکساں ہے یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، اور ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا کسی کو اپنا ربّ نہ بنائے۔ اس دعوت کو قبول کرنے سے اگر وہ منہ موڑیں تو صاف کہہ دو کہ گواہ رہو ہم مسلم ہیں۔ اے اہل کتاب تم ابراہیم (دین ابراہیمی) کے بارے میں کیوں جھگڑا کرتے ہو۔ تورات اور انجیل تو ابراہیم علیہ السلام کے بعد ہی نازل ہوئی ہیں۔ پھر کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے۔ تم لوگ جن چیزوں کا علم رکھتے ہو ان میں تو خوب بحثیں کر چکے، اب ان معاملات میں کیوں بحث کرنے چلے ہو جن کا تمھارے پاس کچھ بھی علم نہیں۔ اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔ ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھا نہ عیسائی بلکہ وہ تو ایک یکسو مسلم تھا اور وہ ہرگز مشرکوں میں سے نہ تھا۔ ابراہیم علیہ السلام سے نسبت رکھنے کا سب سے زیادہ حق اگر کسی کو پہنچتا ہے تو ان لوگوں کو پہنچتا ہے جنھوں نے ان کی پیروی کی اور اب یہ نبیؐ اور اس کے ماننے والے اس نسبت کے زیادہ حق دار ہیں۔ اللہ صرف انھی کا حامی اور مددگار ہے جو ایمان رکھتے ہوں۔''

مذکورہ بالا فرمودات خداوندی میں اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کو مخاطب کر کے انھیں حقیقتِ واقعہ سے خبردار کیا گیا ہے اور انھیں نبیِ آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی وساطت سے دین حنیف اور ملت ابراہیم کی طرف دعوت دی گئی ہے۔

اسی دعوت کے نتیجے میں یہود و نصاریٰ کے بعض افراد دین اسلام کی آغوش میں آ گئے جبکہ بعض نے تذبذب کا رویہ اختیار کیا اور بعض سرے سے ہی عناد و حسد کا شکار ہو کر ملت اسلامیہ سے متخاصم ہو گئے۔ یہود و نصاریٰ کے ان دونوں گروہوں میں سے یہود کی بہ نسبت نصاریٰ یعنی سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکاروں نے مسلمانوں اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نسبتاً کم معاندانہ روش اختیار کی اور قدرے نرم گوشہ رکھا۔ قرآن حکیم نے ان کے اس رویے کی اپنی آیات مقدسہ میں توثیق فرمائی ہے۔

زیر نظر کتاب ''عہد رسالتؐ میں اسلام اور نصرانیت کے تعلقات'' انھی نصارائے

Marfat.com

مسیح علیہ السلام کے ساتھ مسلمانوں کے عہدِ رسالت میں تعلقات اور روابط پر روشنی ڈالتی ہے۔ یہ گراں قدر علمی تالیف عالم عرب کے محقق و دانش ور اور جامعہ محمد الخامس رباط (مراکش) کے شعبہ "علوم الالسنة بكلية الآداب و علوم الانسانية" کے استاذ پروفیسر ڈاکٹر فاروق حمادہ کے اس موضوع پر رشحاتِ قلم کا شاہکار ہے۔ انھوں نے قرآن و حدیث اور دیگر علمی و تاریخی مراجع و مصادر سے اخذ و اکتساب کر کے یہ علمی مرقع تیار کیا ہے تا کہ عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے آئینہ خانہ میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے باہمی تعلقات کا ایک عکس اور پرتو موجودہ عالمی حالات کے تناظر میں اربابِ فکر و دانش کے سامنے پیش کیا جا سکے۔

حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت عالمگیر اور آفاقی ہے اور پوری دنیا کی اقوام و ملل آپؐ کی دعوت حقہ کی ہدف اور مدعو ہیں۔ آفاق و اعماق کی عالمگیر وسعتوں کی حامل اس نبوتِ آخریں و اکمل کے داعی برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مخاطبین کو کس نہج پر اپنی آفاقی دعوت کی طرف پکارا، کس گروہ اور کس طبقے کا آپؐ کے ساتھ کیا رویہ اور برتاؤ رہا اس سب کی تفصیل قرآن و حدیث اور تاریخ و آثار کی کتب میں دیکھی جا سکتی ہے۔ اس کتاب میں بالخصوص سیّدنا مسیح علیہ السلام کے مزعومہ پیروکاروں یعنی نصاریٰ کے معاملات و تعلقات کی نہایت جامع، مستند، تحقیقی اور علمی تفصیلات دی گئی ہیں۔

اس کتاب کی مقصدیت و غایت پر روشنی ڈالتے ہوئے مصنف موصوف رقم طراز ہیں:

> "اکیسویں صدی مذاہب کی بیداری اور اصحابِ مذاہب کے درمیان مکالمے کی صدی ہے اور بسا اوقات تو یہ صدی مذاہب کی جنگ کی صدی نظر آنے لگتی ہے۔ اسلام دشمن طاقتیں مسلمانوں کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر اسلامی حقائق کو مسلمانوں پر مشتبہ کرنے کی تدبیریں کر رہی ہیں اور ان کے دلوں کی باتیں وقتاً فوقتاً اُن کے منہ پر آتی رہتی ہیں۔ ہماری یہ عاجزانہ تالیف موجودہ نسل کے سامنے اسلام کے حقائق کو واضح کرنے کی ایک ادنیٰ کاوش ہے تا کہ بین المذاہبی تعلقات جیسے اہم ترین قضیے کی نسبت اسلام کا حقیقی موقف ہر شخص کے سامنے آ جائے۔ چودہ صدیوں میں عالم اسلام اور

Marfat.com

عالم مسیحیت کے تعلقات کے درمیان کئی مدّوجزر آئے، کئی معرکہ آرائیاں بھی ہوئیں جو کہ کروفر، غدروغا، شکست و ہزیمت اور فتح ونصرت کی کئی داستانیں رقم کر گئیں۔ لیکن اس سب کے باوجود ہماری دلی تمنا ہے کہ عالم عیسائیت کو اسلام کے حقائق کی معرفت عہد رسالتؐ اور عہد خلفائے راشدینؓ کے اصلی اور صافی سرچشموں سے حاصل ہو۔"

اس مقصد کے لیے مصنف ممدوح نے اپنی اس گراں قدر علمی کتاب کا جو خاکہ ترتیب دیا اس کے مطابق عالم اسلام کے مسیحیت کے ساتھ تعلقات و روابط کی تفاصیل کو حسب ذیل چار ابواب اور ایک خاتمے پر تقسیم کیا ہے:

باب اوّل: مکاتیب اور سفراء

باب دوم: وفود

باب سوم: غزوات وسرایا

باب چہارم: معاہدات اور صلح نامے

خاتمہ: اس عنوان کے تحت مذکورۃ الصدر ابواب کا خلاصہ اور نچوڑ بیان کرتے ہوئے عہد نبویؐ میں مسیحیت کے ساتھ تعلقات و روابط کے اثرات ونتائج سے بحث کی گئی ہے۔

ان ابواب کے ذریعے مصنف موصوف نے ان تعلقات و روابط کا دریچہ وا کیا ہے جو نبی کریم ﷺ اور آپؐ کے خلفائے راشدینؓ کی مساعی جلیلہ کا آئینہ دار ہے۔ تہذیبی تصادم اور مذاہب کی کشاکش کے اس عہد میں اس کتاب کے مشمولات سے ہمیں اپنے طرز عمل کو متعین کرنے کے لیے اصول وضوابط کا اخذ واکتساب کرنا ہوگا تاکہ عالم اسلام کے مسیحیت کے ساتھ اور مسیحیت کے مسلمانوں کے ساتھ تعلقات کی نوعیت کے ادراک کے راستے کھل سکیں۔ امت محمدیہؐ چونکہ امت دعوت ہے اور تمام عوالم وآفاق کی انسانیت اس کی مدعو ہے اس لیے ہمیں اپنے داعیانہ کردار کی علیٰ منہاج نبوت ادائیگی کے لیے اپنی موجودہ اضمحلال پذیر صورتحال پر ازسرنو غور وفکر کرکے مستقبل کی راہیں متعین کرنا ہوں گی۔ اس ضمن میں ہمیں موجودہ افراط وتفریط پر مبنی رویوں پر نظر ثانی کرکے عالمی سطح پر اثر انداز ہونے والا داعیانہ طرز

Marfat.com

عمل اپنانا ہوگا تا کہ جناب خاتمی مرتبتؐ کی رسالت عالمینی کے تصدق ہمیں ''خیر امت'' کا جو منصب عطا ہوا ہے اس کے تقاضوں سے ہم صحیح معنوں میں عہدہ برآء ہوسکیں۔ اگر ہم نے اپنی اس حیثیت کا ازسرنو ادراک نہ کیا، اگر ہم نے اپنی روش نہ بدلی، اگر ہم اسی ڈگر پر چلتے رہے، نبض زمانہ کی تشخیص سے بے توجہی برتی، عصر حاضر کے حقائق کا تجزیہ کرنے میں ناکام رہے اور اس تناظر میں بحیثیت امت دعوتؐ اپنی دعوتی ذمہ داریوں سے تساہل اور غفلت کوشی کا مسلسل ارتکاب کرتے رہے تو پھر ہمیں نوشتۂ دیوار پڑھ لینا چاہیے کہ اگر ہم یونہی تغافل و بے عملی کا شکار رہے تو پھر وہ دن دور نہیں جب ہم سے یہ منصب چھین کر کسی اور قوم یا ملت کو اس کا علمبردار بنا دیا جائے۔ میری یہ باتیں محض خطیبانہ تعلیؔ یا محض ادیبانہ انشا پردازی نہیں ہیں بلکہ انھیں قرآن و سنت کی منصوص پشت پناہی حاصل ہے اور ارباب علم و دانش اس سے بے خبر نہیں ہیں۔

امت مسلمہ کے ارباب علم و دانش میں بالخصوص اور جمیع عامۃ الناس میں بالعموم اس داعیے کو بیدار کرنے کے پیش نظر عالم عرب کے دردمند دانش ور اور صاحب فکر ادیب جناب پروفیسر ڈاکٹر فاروق حمادہ کی یہ عالمانہ و فاضلانہ تصنیف آپ کی خدمت میں اردو کے قالب میں پیش کی جارہی ہے۔ مولانا ابوزلفہ محمد آصف نسیمؔ صاحب مدظلہ، نے اس کا ترجمہ نہایت سلیس، شستہ اور رواں دواں اسلوب میں کر کے اردو کے قارئین کی ایک اہم ضرورت پوری کردی ہے۔ برصغیر کے بلند پایہ صاحبِ علم، دانش ور اور خطیبِ لبیب پروفیسر عبدالجبار شاکر مرحوم کے فرزندِ دلبند برادر مکرم جناب محمد جمال الدین افغانی اپنے دل میں امت مسلمہ کا سچا درد رکھنے والے کتاب شناس ناشر ہیں جن کے اہتمام سے یہ کتاب زیور طبع سے آراستہ ہوکر ارباب علم کے ہاتھوں میں آرہی ہے۔ دعا ہے ربّ کریم ان کی علمی و اشاعتی مساعی جمیلہ کو شرف قبول سے نوازے، آمین!

طالب دعا

رانا محمد شبیر قمر

۴۵، کریسنٹ ٹاؤن گلی نمبر ۱، نزد ملتان چونگی، ملتان روڈ لاہور

Marfat.com

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا وَ لَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَ رُهْبَانًا وَّ اَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ وَ اِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ وَ مَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ مَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ وَ نَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ۝﴾ (المائدہ ٥: ٨٢-٨٤)

"(اے پیغمبرؐ!) تم دیکھو گے کہ مومنوں کے ساتھ سب سے زیادہ دشمنی کرنے والے یہودی اور مشرک ہیں۔ اور دوستی کے لحاظ سے مومنوں کے قریب تر ان کو پاؤ گے جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں، یہ اس لیے کہ ان میں عالم بھی ہیں اور مشائخ بھی اور وہ تکبر نہیں کرتے۔ اور جب اس (کتاب) کو سنتے ہیں جو (سب سے پہلے) پیغمبر (محمد ﷺ) پر نازل ہوئی تو تم دیکھتے ہو کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں، اس لیے کہ انھوں نے حق بات پہچان لی اور وہ (خدا کی جناب میں) عرض کرتے ہیں کہ اے پروردگار! ہم ایمان لے آئے ہیں، تو ہم کو ماننے والوں میں لکھ لے۔ اور ہمیں کیا ہوا کہ اللہ تعالیٰ پر اور حق بات پر جو ہمارے پاس آئی ہے ایمان لے آئیں اور ہم امید رکھتے ہیں کہ پروردگار ہمیں نیک بندوں کے ساتھ (بہشت میں) داخل کرے گا۔"

Marfat.com

تمہید

سب تعریفیں اس اللہ کی ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے اور حمد وصلوٰۃ ہو سیّد الاوّلین والآخرین ﷺ پر جن کی ذات اقدس پر رب ذوالجلال نے انسانوں کے دین کو درجۂ کمال تک پہنچا دیا جس سے اوپر کوئی دوسرا درجہ نہیں۔ اور اس دین کو سب انسانوں پر حجت اور پکڑنے کے لیے مضبوط رسی بنا دیا۔ اور حمد وصلاۃ ہو آپ ﷺ کی آل پاک اور بابرکت صحابہ پر اور ان سب پر جو ان کے نقش قدم پر چلے، ان کی پاکیزہ سیرتوں کو اپنایا اور دنیا وآخرت کی کامیابی سے ہم کنار ہوئے!

امابعد!

حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا طویل قافلہ سیدنا آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر انسانوں کے ظاہر وباطن کو منور کرتا، ہر دور کے اندھیروں کو نور ہدایت سے جگمگاتا اور دین حق کی ضیا پاشیاں کرتا حضرت محمد ﷺ پر آ کر ختم ہو گیا جنھیں رب تعالیٰ نے دین کی عمارت مکمل کرنے کا ذریعہ بنایا اور جزیرۂ عرب کے قلب میں بلد حرام میں مبعوث فرمایا۔

یہی وہ دین برحق ہے جس کا ہر قوم وملک کے انسانوں کے ساتھ رنگ ونسل، زبان و لغت، قبلہ، برادری اور ملک اور خطوں کی تقسیم واقسام کے امتیازات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے، عقیدہ وعبادت، غرض وغایت، ہدف ومقصد اور ایک ہی پیغام پہنچانے کے اعتبار سے یکساں اور مضبوط ترین تعلق ہے۔ اور یہ بات اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھنے والے ہر ذی ہوش، بیدار مغز اور صاحب بصیرت انسان پر آفتاب نیم روز کی طرح عیاں ہے۔

قرآن کریم نے متعدد مقامات پر اس حقیقت کو الم نشرح کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

﴿شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ

Marfat.com

وَالَّذِیْ اَوْحَیْنَا اِلَیْكَ وَمَا وَصَّیْنَا بِهٖۤ اِبْرٰهِیْمَ وَمُوْسٰی وَعِیْسٰۤی اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِیْهِ كَبُرَ عَلَی الْمُشْرِكِیْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَیْهِ اَللّٰهُ یَجْتَبِیْۤ اِلَیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَیَهْدِیْۤ اِلَیْهِ مَنْ یُّنِیْبُ ۝﴾

(الشوریٰ ۴۲ : ۱۳)

''اس نے تمھارے لیے دین کا وہی رستہ مقرر کیا ہے جس (کے اختیار کرنے) کا نوحؑ کو حکم دیا تھا اور جس کی (اے محمدؐ!) ہم نے تمھاری طرف وحی بھیجی ہے اور جس کا ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو حکم دیا تھا (وہ یہ) کہ دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا، اور جس چیز کی طرف تم مشرکوں کو بلاتے ہو، وہ ان کو دشوار گزرتی ہے، اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی بارگاہ میں برگزیدہ کر لیتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرے، اسے اپنی طرف رستہ دکھا دیتا ہے۔''

﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ وَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَ اِلَیْكَ الْمَصِیْرُ ۝﴾ (البقرہ ۲ : ۲۸۵)

''رسول اللہ (ﷺ) اس کتاب پر جو ان کے پروردگار کی طرف سے ان پر نازل ہوئی، ایمان رکھتے ہیں اور مومن بھی، سب اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے پیغمبروں پر ایمان رکھتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) ہم اس کے پیغمبروں میں سے کسی میں کچھ فرق نہیں کرتے، اور وہ (اللہ سے) عرض کرتے ہیں کہ ہم نے (تیرا حکم) سنا اور قبول کیا، اے پروردگار! ہم تجھ سے بخشش مانگتے ہیں اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔''

قرآن کریم کے اس فرمان عالی شان کی لسان نبوت سے ان الفاظ کے ساتھ تائید کی گئی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''میں سب انسانوں سے زیادہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے قریب ہوں، سب پیغمبر بھائی بھائی

Marfat.com

ہوتے ہیں جن کے باپ ایک اور مائیں جدا جدا ہیں اور ان سب کا دین ایک ہے۔" ❶

اس روشن حقیقت کے ثابت ہو جانے کے بعد قرآنِ کریم اس بات کو ثابت اور بیان کرتا ہے کہ حضرت محمد بن عبداللہ ﷺ کا لایا ہوا دین دنیا کے سب ملکوں اور علاقوں میں بسنے والے تمام انسانوں کے لیے ہے جب کہ اس سے قبل رب تعالیٰ کا دین خاص خاص قبیلوں، حصوں، ملکوں اور مخصوص اوقات تک کے لیے ہوتا تھا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝﴾ (الانبیاء ٢١ : ١٠٧)

"اور (اے محمدؐ!) ہم نے آپؐ کو تمام جہان کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔"

اور فرمایا:

﴿وَ اَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝﴾ (النساء ٤ : ٧٩)

"اور (اے محمد ﷺ!) ہم نے آپؐ کو لوگوں (کی ہدایت) کے لیے پیغمبر بنا کر بھیجا اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی شہادت کافی ہے۔"

چنانچہ نبی کریم ﷺ نے سارے انسانوں کو اللہ کے دین کی طرف بلایا۔

اس عالمگیریت اور آفاقیت کو حقیقت کا لباس پہنانے کے لیے دین اسلام کی تشریعات واحکام میں ہمہ گیری بھی ہے، اور زمانے کے ساتھ ساتھ بدلتے حالات کے مطابق انسانوں کی جملہ ضروریات کی تکمیل کا شافی بیان بھی ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن اور سنت کو قیامت تک کے لیے ہر قسم کی دست برد، تصرف وزیادتی، قطع وبرید، کمی بیشی اور تغیر وتبدیلی سے محفوظ و مصئون کر دیا گیا تا کہ حجت قائم وباقی رہے اور رب ذوالجلال تک پہنچنے والا راستہ شکوک و شبہات کے کانٹوں اور اوھام ووساس کی بے راہ رویوں سے صاف، کشادہ اور واضح رہے۔ جبکہ قرآن کریم سے پہلی کتابوں اور حضرت محمد ﷺ سے پہلے کے پیغمبروں کی سیرتوں کے ساتھ یہ معاملہ نہ رکھا گیا۔

شریعت اسلامیہ کے ابدی پیغام میں یہی وہ ہمہ گیری، وسعت، آفاقیت اور عمومیت تھی،

---

❶ البخاری: کتاب احادیث الانبیاء باب قول اللہ تعالیٰ: "واذکر فی الکتاب مریم....." ٦/٤٧٧

Marfat.com

جس کا دائرہ گزشتہ کتب پر ایمان لانے والوں تک پھیلا ہوا تھا، اس خاص اور عالم گیر پیغام کی بازگشت نبی کریم ﷺ کی لسان مبارک سے یہودیت ونصرانیت کے ایوانوں میں گونجنے لگی، دعوت محمدیؐ اور شریعت اسلامیہ کے احکام میں اس عالم گیریت کی ایک خاص اہمیت تھی۔ یہی وہ تسلسل تھا جس کی خبر ہر آنے والے پیغمبر نے دی کہ ایک پیغمبر آخر الزمان ﷺ آنے والے ہیں جن کی ذات گرامی پر جا کر یہ کاروان نبوت ٹھہر جائے گا کہ پیغمبروں کا قافلہ اپنی منزل پر پہنچ چکا، یہ طویل سفر ختم ہوا، دین اور اس کی دعوت اپنے کمال کو پہنچ چکی، اب کسی اور ہادی اور رہنما کی، کسی مزید وحی والہام کی، اور کسی مزید دستور وقانون، اور کتاب وصحیفہ کی ضرورت باقی نہیں رہی کہ سلسلۂ نبوت نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس پر کامل وتمام ہو چکا اور سیدنا آدم علیہ السلام سے شروع ہونے والی دعوت الٰہی قرآن کے آفاقی اور معجزنما کلمات کی صورت میں اعجاز وکمال کی آخری حدوں تک پہنچ چکی اور اس قدر شافی بیان آچکا جس کے بعد مزید کسی بیان کی احتیاج باقی نہیں رہی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ۝﴾ (آل عمران ۳ : ۸۱)

''اور جب اللہ نے پیغمبروں سے عہد لیا کہ جب میں تم کو کتاب اور دانائی عطا کروں، پھر تمھارے پاس کوئی پیغمبر آئے جو تمھاری کتاب کی تصدیق کرے تو تمھیں ضرور اس پر ایمان لانا ہوگا اور ضرور اس کی مدد کرنی ہوگی اور (عہد لینے کے بعد) پوچھا کہ بھلا تم نے اقرار کر لیا اور اس اقرار پر میرا ذمہ لے لیا (یعنی مجھے ضامن ٹھہرا لیا)، انھوں نے کہا (ہاں) ہم نے اقرار کیا، (اللہ نے) فرمایا کہ تم (اس عہد وبیان کے) گواہ رہو اور میں بھی تمھارے ساتھ گواہ ہوں۔''

Marfat.com

یہی وجہ ہے کہ گزشتہ حاملین کتب اُمتوں کو ''اہل کتب'' کہہ کر پکارا گیا ہے کیونکہ ان کے پاس نبی کریم ﷺ کے آنے کی بشارتیں بھی تھیں اور آپ ﷺ کی صفات کا تذکرہ بھی تھا جنھیں آئے دن اپنے کلیساؤں، گرجوں، کنیسوں، دیروں اور عبادت گاہوں کے پڑھنے پڑھانے کے حلقوں میں ان کے کاہن، دینی علماء ومشائخ ایک دوسرے کو سناتے اور دہراتے رہتے تھے بلکہ ایک دوسرے کو اس کی نصیحت ووصیت اور تلقین کرتے رہتے تھے، یہاں تک کہ نبیٔ آخر الزمان ﷺ کی آمد کا تذکرہ زبان زد خلائق ہو گیا۔ نگاہیں آپؐ کی دید کی مشتاق اور راہیں قدم بوسی کی منتظر تھیں۔ اور قلب ودماغ میں آپؐ کے ظہور کے شوق کا پیمانہ لبریز ہوتا جا رہا تھا۔ صدیوں سے اہل کتاب کے حلقوں میں آپ ﷺ کے زمان ومکان کے آوازے گونج رہے تھے، ظن وتخمین کے زائچے بنتے ٹوٹتے رہے، امیدوں کی کرنیں پھوٹ پھوٹ کر وقت کے آفاق واعماق میں غروب ہوتی رہیں اور اس کا نتیجہ بالآخر یہ نکلا کہ خود ان اہل کتاب کی فکری واعتقادی موجوں میں اضطراب بڑھتا رہا۔

جس نے خود ان کے پختہ عقیدے اور مضبوط ومستحکم آرزوؤں میں شکوک وشبہات کی دراڑیں ڈال دیں اور اہل کتاب متعدد فرقوں میں بٹ گئے، مگر نبی کریم ﷺ کی بعثت اور نزول قرآن کے وقت سب فرقوں کے اختلاف سمٹ کر ان تین بڑے فرقوں تک محدود ہو گئے یعنی یعقوبیہ، نسطوریہ، اور ملکانیہ [1] وغیرہ۔ ان میں سے ہر فرقے کے اپنے خیالات ونظریات تھے۔ ایک وقت تک ان سب فرقوں میں صالحیت کا غلبہ رہا کہ بازاروں کے تاجر اور بیوپاری بھی دین کے احبار اور رھبان تھے اور حاکم وسلطان ملکی سیاست کا نظام سنبھالنے کے ساتھ ساتھ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ بھی سرانجام دیتے تھے۔ مگر وقت نے ان جذبات کو ٹھنڈا کر دیا۔ ایمان اور عمل صالح کی وہ گرما گرمی نہ رہی اور خواہشات اور ہوائے نفس کے غلبہ نے زندگی کے سب معاملات کے پیمانے بدل دیے، اب دین ودنیا کے سب مقاصد باطل تمناؤں اور جھوٹی آرزوؤں کی کسوٹی پر پرکھے جانے لگے، اس صورت حال کے تناظر میں اہل کتاب کا دو طبقوں

---

[1] مگر گردش، دوراں نے آج نصرانیوں کو سیکڑوں سے متجاوز طریقوں میں تقسیم کر دیا ہے۔

Marfat.com

میں بٹ جانا بدیہی تھا کہ کچھ تو پیغمبر حق اور دین اسلام کے آجانے کے بعد کینہ وحسد اور تمرد وسرکشی میں آگے نکل گئے اور کچھ ایمان وعمل پر جم کر راہِ ہدایت پر گامزن اور ظلم واعتداء سے بچتے رہے۔ اہل کتاب کے پہلے طبقے کا حال رب تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا ہے:

﴿وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝﴾ (البقرہ ۲ : ۸۹)

''اور جب اللہ کے ہاں سے ان کے پاس کتاب آئی جو ان کی (آسمانی) کتاب کی بھی تصدیق کرتی ہے اور وہ پہلے (ہمیشہ) کافروں پر فتح مانگا کرتے تھے تو جس چیز کو وہ خوب پہچانا کرتے تھے جب ان کے پاس آ پہنچی تو اس سے منکر ہو گئے۔ پس کافروں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت۔''

عاصم بن ابن قتادہ ظفری اپنی قوم کے لوگوں کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ رب تعالیٰ کی رحمت و برکت سے جس چیز نے ہمیں دین اسلام کی دعوت کی طرف متوجہ کیا، وہ یہ بات تھی کہ ہم تو مشرک اور بت پرست تھے جبکہ یہود اہل کتاب تھے، جو علم ان کے پاس تھا، ہم اس سے ناواقف تھے، اس لیے ہم دین کی باتیں انھی سے سنتے تھے۔ ہم میں اور ان میں کچھ چھوٹی موٹی جھڑپیں بھی چلتی رہتی تھیں۔ جب کسی جھڑپ اور جھگڑے میں انھیں ہمارے ہاتھوں کوئی تکلیف پہنچتی تو وہ ہمیں یہ کہتے: ''عنقریب ایک نبی آنے والا ہے جس کی بعثت کا زمانہ یہی ہے، ہم اس کے ساتھ مل کر تمھارے ساتھ اس طرح لڑیں گے جس طرح (رب تعالیٰ کے سچے پیغمبر ہود علیہ السلام نے) عاد اور ارم کے ساتھ قتال کیا تھا۔'' غرض ہم لوگ یہود کی زبانی ایک پیغمبر کے مبعوث ہونے کا ذکر کثرت کے ساتھ سنتے تھے۔ پھر جب رب تعالیٰ نے اپنے پیغمبر (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو مبعوث فرمایا تو ہم نے آپؐ کی دعوت پر لبیک کہا اور جس بات سے یہود ہمیں ہر وقت ڈراتے دھمکاتے رہتے تھے، اس کو خوب پہچان لیا۔ ہم یہود سے پہلے ان کی طرف لپکے اور ان پر ایمان لے آئے جبکہ یہود نے ان کا انکار کیا۔ یہ ہیں وہ آیات جو ہمارے

Marfat.com

اور ان کے بارے میں نازل ہوئیں:

﴿وَ لَمَّا جَآءَ هُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَ هُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝﴾ (البقرہ ۲ : ۸۹) [1]

''اور جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے پاس کتاب آئی جو ان کی آسمانی کتاب کی بھی تصدیق کرتی ہے اور وہ پہلے ہمیشہ کافروں پر فتح مانگا کرتے تھے تو جس چیز کو وہ خوب پہچانا کرتے تھے اس سے منکر ہو گئے، پس کافروں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت۔''

جبکہ اہل کتاب کے دوسرے طبقے کے بارے میں یہ آیات نازل ہوئیں:

﴿اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَ يَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝﴾ (القصص ۲۸ : ۵۲-۵۴)

''جن لوگوں کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی تھی وہ اس پر ایمان لے آتے ہیں اور جب (قرآن) ان کو پڑھ کر سنایا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لے آئے، بے شک وہ ہمارے پروردگار کی طرف سے برحق ہے (اور) ہم تو اس سے پہلے کے فرماں بردار ہیں۔ ان لوگوں کو دگنا بدلا دیا جائے گا کیونکہ وہ صبر کرتے رہے اور وہ بھلائی کے ساتھ برائی کو دور کرتے ہیں اور جو (مال) ہم نے ان کو دیا ہے اس میں خرچ کرتے ہیں۔''

پہلا حال جس طبقے کا ہے ان میں سے اکثر یہود ہیں جبکہ دوسرا حال جس طبقے کا ہے ان میں سے زیادہ تر نصاریٰ ہیں۔

نصاریٰ کی مکہ یا مدینہ کے قرب وجوار میں مستقل آبادیاں نہ تھیں البتہ ان لوگوں کا مکہ یا

---

[1] معاہ عن عاصم محمد بن اسحاق كما في ابن هشام ۱/۲۳۱ وهو سند جيد

Marfat.com

مدینہ میں تجارتی اغراض سے آنا جانا ضرور تھا، یا کسی سفر کے دوران کوئی عیسائی ان شہروں سے گزر گیا تو گزر گیا وگرنہ نہ قبل از اسلام اور نہ بعد از اسلام ہی مکہ یا مدینہ یا ان کے گردونواح میں نصاریٰ کی بڑی آبادیاں تھیں۔ مکہ کے باشندے خالص عرب تھے۔ البتہ قبل از اسلام چند یہودی بستیاں مدینہ کے آس پاس معروف تھیں۔ پھر وادیٔ فاران سے آفتاب نبوت کی کرنیں پھوٹیں، مکہ سے دور ونزدیک کے سعادت مندوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کی قدسی صفات سے آپ ﷺ کے نبیٔ برحق ہونے کا یقین کر لیا، تو جن کی قسمت میں اسلام لانا مقدر تھا وہ سر تسلیم خم کرتے ہوئے درِ نبوت پر آ پہنچے اور حلقہ بگوش ایمان ہو گئے اور جنھوں نے اس دین حق کے سامنے سرتابی کرنی تھی وہ کر کے رہے۔

ام المومنین سیّدہ صفیہ رضی اللہ عنہا بنت حي بن اخطب نضری فرماتی ہیں میرے والد اور چچا کو اپنی اولاد میں سے مجھ سے بڑھ کر کوئی دوسرا محبوب نہ تھا، اور جب بھی میں ان سے ان کی کسی اولاد کے ہوتے ہوئے خندہ رُوئی اور بشاشت کے ساتھ ملتی، تو وہ دونوں اس کو چھوڑ کر مجھے ہی اٹھاتے۔ پھر واقعہ یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے قبا میں بنی عمرو بن عوف کی بستی میں نزولِ اجلال فرمایا تو میرے والد اور میرے چچا منہ اندھیرے (صبح کے تڑکے) آپ ﷺ کو ملنے گئے اور غروب آفتاب کے وقت تھکے ماندے، بوجھل اور لڑکھڑاتے قدموں کے ساتھ چلتے ہوئے واپس آئے، میں پہلے کی طرح ہنستی مسکراتی ان کی طرف لپکی، اللہ کی قسم! رنجیدگی اور افسردگی کے مارے کسی نے میری طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ میں نے اپنے چچا ابو یاسر کو سنا، وہ میرے والد سے کہہ رہے تھے ''کیا یہ وہی ہیں''؟ ہاں! اللہ کی قسم! میرے والد نے جواب دیا۔

کیا تم ان کی ذات وصفات کو پہچانتے ہو؟

ہاں! اللہ کی قسم!

تو اب تیرے دل میں کیا بات ہے؟

اللہ کی قسم! جب تک زندہ رہوں گا ان سے عداوت کرتا رہوں گا۔ (یہ تھا سیّدہ

Marfat.com

صفیہ رضی اللہ عنہا کے والد کا اپنے بھائی کے سوال پر جواب) ❶

ابن عائذ کہتے ہیں یہود میں سے سب سے پہلے ابو یاسر بن اخطب نبی کریم ﷺ سے ملنے گیا۔ واپس آ کر اس نے قوم سے کہا: ''میری بات مانو یہ وہی نبیؐ ہیں جن کے ہم منتظر تھے'' مگر اس کے بھائی حیی بن اخطب نے ماننے سے انکار کر دیا اور قوم اس کی بات کو مانتی تھی۔ ❷

یہودی سرداروں کی ایک اچھی خاصی تعداد نے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی دعوت سے منہ موڑ لیا بلکہ جہاں تک ہو سکا آپ ﷺ کے خلاف پوشیدہ و علانیہ ہر حیلہ اور مکر اختیار کیا۔ قرآن کریم نے ان کے گندے دلوں اور کینے سے لتھڑے سینوں کی سب باتوں کو آپ ﷺ کے سامنے عیاں کر دیا۔ یہود کو آپؐ کے ساتھ بڑی جلن تھی جس کا اظہار انھوں نے مختلف صورتوں میں کیا، ان کی عصبیت سے بھری چالیں قیامت تک کے لیے ان کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ ہیں۔ قرآن کریم کی آیت نے نازل ہو کر ان کے تاریک چہروں کی تیرگی کو مزید عیاں اور واضح کر دیا جس کو صدیوں سے علماء کے سینے محفوظ کیے آ رہے ہیں، اسی حسد اور جلن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ ''اگر یہود کے علماء میں سے دس بھی مجھ پر ایمان لے آتے تو رُوئے زمین کا ہر یہودی مجھ پر ایمان لے آتا۔'' ❸

مگر افسوس کہ عبداللہ بن سلام اور زید بن سعنہ رضی اللہ عنہما جیسے چند علماء کے سوا اکثر یہودی علماء ایمان نہ لائے۔ البتہ نصاریٰ نبی کریم ﷺ کے پڑوسی نہ ہونے کی وجہ سے حسد و کینہ، مکر و فریب اور بغض عناد سے محفوظ رہے، ان کے بے شمار علماء دولت اسلام سے بہرہ ور ہوئے، نصرانی حکام کا بھی یقین تھا کہ اس پیغمبر کا راستہ ہی وہ راستہ ہے جو سلامتی کے گھر جنت تک لے جائے گا، جن کی بشارتیں اور وصیتیں عرصۂ دراز سے وہ انجیلوں کی زبانی سنتے چلے آ رہے تھے۔ تاریخ گواہ ہے کہ نصرانی علماء نے آپ ﷺ کو ڈھونڈنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی بلکہ ہر راہب مرتے وقت دوسروں کو اس بات کی وصیت کر جاتا تھا، حضرت

---

❶ سیرة ابن هشام: ۱٤٠/۲ ❷ فتح الباري: ۲۷٥/۷

❸ البخاري: كتاب مناقب الانصار باب اتيان اليهود النبيّ لما قدم المدينة: ۲۷٤/۷

1057841

Marfat.com

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کا قصہ اس امر پر شاہد عدل ہے۔ نصرانیت جزیرۂ عرب کے تین جوانب کو محیط تھی، شمال میں شام، جنوب میں مصر اور حبشہ اور مغرب میں روم اور یورپ نصرانیت کے مراکز تھے۔ جبکہ مشرق میں بت پرست ایرانی حکومت اپنی آخری سانسیں لے رہی تھی کیونکہ رومیوں نے ایک زبردست خون ریز معرکے میں ان کی کمر توڑ کر رکھ دی تھی، قرآن کریم کے دائمی الفاظ اس واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں:

﴿ الٓمّٓ ○ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ○ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَ هُمْ مِّنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَیَغْلِبُوْنَ ○ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَ مِنْ بَعْدُ ﴾

(الروم ۳۰ : ۱۔٤)

''الٓمٓ. (اہل) روم مغلوب ہو گئے نزدیک کے ملک میں اور وہ مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب ہو جائیں گے، چند ہی سال میں پہلے بھی اور پیچھے بھی خدا ہی کا حکم ہے۔''

یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی کے آخری زمانہ کی بات ہے۔ یاد رہے کہ یہودیوں کو نہ تو کوئی حکومت وسلطنت حاصل تھی اور نہ ان کی کوئی بڑی اور مضبوط آبادی تھی، یہ دنیا بھر میں دربدر کی ٹھوکریں کھاتا ایک منتشر اور پراگندہ طبقہ تھا جو ہر قسم کی وحدت و یک جہتی سے یکسر محروم تھا۔

ابتدائے اسلام میں مسلمانوں کے درمیان حد درجے اتفاق واتحاد تھا اور ایسی الفت ومحبت تھی جس کی نظیر چشم فلک نے کبھی نہیں دیکھی تھی اور انسانی زندگی پر اس کے عجیب وغریب اثرات تھے جو صدیوں تک انسانی نسلوں میں برقرار رہے۔

حضرت عروہؒ بن زبیر بن عوام (متوفی ۹۴ھ) فرماتے ہیں ''جب مسلمانوں کی کثرت ہو گئی اور اسلام ظاہر ہو گیا اور کفارِ قریش کے مشرک اپنے اپنے قبیلوں کے اسلام لے آنے والوں کو طرح طرح کے عذاب دینے لگے اور قید خانوں میں بند کر کے انھیں ایمان سے ہٹانے کی ناپاک کوششیں کرنے لگے تو ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد پہنچا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

نے اہل ایمان کو ارشاد فرمایا ہے، زمین میں پھیل جاؤ۔''

لوگوں نے عرض کیا ''یا رسول اللہ ﷺ! ہم کدھر کو نکل جائیں؟''

آپ ﷺ نے سر زمین حبشہ کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''ادھر کو!'' آپ ﷺ کو ہجرت کے لیے حبشہ سے زیادہ محبوب کوئی علاقہ نہ تھا۔ چنانچہ بہت سارے لوگوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی، کسی نے اہل وعیال سمیت تو کسی نے اکیلے میں یہاں تک کہ وہ حبشہ جا پہنچے۔ ❶

ابن اسحاق کہتے ہیں نبی کریم ﷺ نے جب اپنے اصحاب کو سخت مصیبت وآزمائش میں دیکھا تو ارشاد فرمایا: ''تم سرزمین حبشہ کی طرف نکل جاؤ کہ وہاں ایک ایسا بادشاہ ہے جس کے ہوتے ہوئے کسی پر ظلم نہیں ہوتا۔ حبشہ سچائی کی زمین ہے یہاں تک کہ اللہ تمھاری اس تکلیف سے جس میں تم گرفتار ہو تمھیں مخلصی کی کوئی اور راہ نصیب فرمائے۔''

چنانچہ یہ سنتے ہی صحابہ کرام ہجرت کے ارادے اور فتنوں کے ڈر سے حبشہ کی طرف نکل پڑے اور اپنا دین بچا کر اللہ کی طرف بھاگ نکلے۔ یہ اسلام کی پہلی ہجرت تھی۔ ❷

سب سے پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی اہلیہ رقیہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے ہمراہ ہجرت کی۔ حبشہ نصرانی مذہب رکھتا تھا۔ مسلمان وہاں بے خوف وخطر اور آرام سے رہنے لگے۔ اب رب ذوالجلال وحدہٗ لاشریک کی عبادت بجا لانے میں کسی ظلم وستم اور جان کی دھمکی کا اندیشہ نہ تھا۔

صلح حدیبیہ کا واقعہ ۶ھ کے آخر میں ہوا۔ اس صلح کا جو بظاہر دب کر ہوئی تھی، سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ اسلام کو جزیرۂ عرب میں اس قدر تیزی کے ساتھ فروغ حاصل ہوا کہ اس سے پہلے کبھی نہ ہوا تھا۔ اس صلح نے جہاں فتح مکہ کا دروازہ کھولا وہیں بیرونی دنیا تک بھی اسلام کا پیغام پہنچانا بے حد سہل ہو گیا، آپ ﷺ نے ایک دن میں اندرون عرب اور بیرون عرب

---

❶ اخرجه عبدالرزاق فی المصنف۔ حدیث رقم: ۹۷۴۳ وسنده الی عروه صحیح

❷ سیرت ابن هشام: ۳۴۳/۱

Marfat.com

سرداروں اور بادشاہوں کی طرف چھ سفیروں کو دعوت اسلام دے کر بھیجا۔ اور اسلام کے چشمۂ صافی سے سب اقوام وادیان کو اپنی پیاس بجھانے کا موقع ملا۔ روم، حبشہ اور مصر کے نصرانیوں کے نبی کریم ﷺ کے ساتھ جو واقعات پیش آئے وہ غور وفکر کے متقاضی ہیں کیونکہ ان واقعات میں دو مذاہب کے پیروکاروں کے درمیان صحیح رویوں اور ملکی تعلقات ومعاملات کی بنیاد ہے اور انھی پر مملکت اسلامیہ نے نصاریٰ کے ساتھ شخصی، اجتماعی اور ملکی سطح کے تعلقات کی پالیسیوں کی عمارت استوار کی جن میں اسلام کی عزت ووقار اور قوت وشوکت کو ملحوظ رکھا گیا تھا۔

اب نصاریٰ کے وفود دربار رسالتؐ میں آ کر آپ ﷺ کی ذات وصفات کو عیاناً دیکھنے لگے، گفتگوئیں ہوئیں، سوال وجواب ہوئے، بحث وتمحیص ہوئی، اور جب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی وصیت اور انجیل کی عبارتوں اور بشارتوں کی سچی تصویر دیکھ بھی لی اور پہچان بھی لی تو کئی ایک نصاریٰ کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں اور جن لوگوں نے عداوت کی راہ اختیار کی اور قبول حق سے اکڑ گئے انھوں نے اپنے ملک اور قوم کی بربادی کے فیصلے پر مہر لگا دی اور بعد کے واقعات نے ثابت کر دیا کہ ان کے تخت وتاج تاخت وتاراج کر دیئے گئے اور ان کی شہنشاہیتیں پیوند خاک ہو گئیں، اور جو نیک بخت تھے انھوں نے آپ ﷺ کے مقام ومرتبہ، آپؐ کی دعوت کی صداقت اور اسلام کی بڑھتی قوت وطاقت کو پہچانا اور اسلام کی برتری وسیادت کو تسلیم کر کے برضا ورغبت دین رحمت میں خود کو داخل کر لیا اور اسلام پر خود کو ایسا مستقیم کیا کہ پھر ان کے پائے ثبات میں لغزش نہ آئی۔ دوسروں کو اسلام میں داخل کرنے کی نسبت جناب رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کے خلفاء نے وہی رویہ رکھا جس کا رخ خود قرآن کریم نے اس آیت میں متعین کر دیا ہے:

﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ﴾ (البقرہ ۲ : ۲۵۶)

''دین (اسلام) میں زبردستی نہیں ہے، ہدایت (صاف طور پر ظاہر اور) گمراہی سے الگ ہو چکی ہے۔''

یہ ہے ان نصاریٰ کے ساتھ معاملات کا پختہ راستہ جن کے بارے میں رب تعالیٰ نے

Marfat.com

آیات نازل فرمائیں جو ان کی نفسیات کی غمازی کرتی ہیں اور اہل ایمان کے ساتھ ان کی نرمی، اُلف، ہمدردی، محبت ومودت اور قربت کو واضح کرتی ہیں، چنانچہ ارشاد ہے:

﴿لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا وَ لَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَ رُهْبَانًا وَّ اَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ وَ اِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ وَ مَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ مَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ وَ نَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ۝﴾ (المائدہ ۵ : ۸۲_۸٤)

''(اے پیغمبرؐ!) تم دیکھو گے کہ مومنوں کے ساتھ سب سے زیادہ دشمنی کرنے والے یہودی اور مشرک ہیں اور دوستی کے لحاظ سے مومنوں کے قریب تر ان لوگوں کو پاؤ گے جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں، یہ اس لیے کہ ان میں عالم بھی ہیں اور مشائخ بھی اور وہ تکبّر نہیں کرتے۔ اور جب اس (کتاب) کو سنتے ہیں جو (سب سے پہلے) پیغمبر محمد ﷺ پر نازل ہوئی تو تم دیکھتے ہو کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں، اس لیے کہ انھوں نے حق بات پہچان لی اور وہ (اللہ کی جناب میں) عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہم ایمان لے آئے تُو ہم کو ماننے والوں میں لکھ لے۔ اور ہمیں کیا ہوا کہ ہے کہ اللہ پر اور حق بات پر جو ہمارے پاس آئی ہے ایمان نہ لائیں۔ اور ہم امید رکھتے ہیں کہ پروردگار ہم کو نیک بندوں کے ساتھ (بہشت میں) داخل کرے گا۔''

ان کے علاوہ بھی متعدد آیات میں جن میں سے بعض تو نصاریٰ کے عقیدہ ومذہب کی غلطیوں اور کوتاہیوں کی اصلاح کرتی ہیں جبکہ بعض آیات سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام اور سیّدہ مریم علیہا السلام پر سے یہود بے بہبود کے جھوٹے اور بے بنیاد الزامات واتہامات کو رفع کرتی ہیں۔ جبکہ دوسری طرف بعض آیات نصاریٰ کے بعض افعال شنیعہ پر انھیں سرزنش بھی کرتی ہیں، اور ان کے

Marfat.com

ارتکاب سے باز رہنے کی تلقین کرتی ہیں۔

پیغام ہدایت کی حامل یہی وہ آیات ہیں جو مسلمانوں اور نصاریٰ کے درمیان مضبوط اور راسخ تعلق کو ثابت کرتی ہیں۔

یہی وہ تعلقات وروابط ہیں جن کا دروازہ نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے خلفائے راشدینؓ نے کھولا اور عالم اسلام کے عالم مسیحیت کے ساتھ اور مسلمانوں کے عیسائیوں کے ساتھ تعلقات کی بابت اسلام کے روشن اور واضح موقف کو سمجھنے کے لیے ان تعلقات وروابط سے کوئی جائے فرار نہیں۔

اکیسویں صدی مذاہب کی بیداری اور اصحاب مذاہب کے درمیان مکالمے کی صدی ہے۔اور بسا اوقات تو یہ صدی مذاہب کی جنگ کی صدی نظر آنے لگتی ہے۔اسلام دشمن طاقتیں مسلمانوں کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر اسلامی حقائق کو مسلمانوں پر مشتبہ کرنے کی تدبیریں کر رہی ہیں اور ان کے دلوں کی باتیں وقتاً فوقتاً ان کے منہ پر آتی رہتی ہیں۔ ہماری یہ عاجزانہ تالیف موجودہ نسل کے سامنے اسلام کے حقائق کو واضح کرنے کی ایک ادنیٰ کاوش ہے تاکہ بین المذاہبی تعلقات جیسے اہم ترین قضیّے کی نسبت اسلام کا حقیقی موقف ہر شخص کے سامنے آجائے۔

چودہ صدیوں میں عالم اسلام اور عالم مسیحیت کے تعلقات کے درمیان کئی مدّ و جذر آئے، کئی معرکہ آرائیاں بھی ہوئیں جو کرّوفر، غدر و وغا، شکست و ہزیمت اور فتح ونصرت کی کئی داستانیں رقم کر گئیں لیکن اس سب کے باوجود ہماری دلی تمنا ہے کہ عالم عیسائیت کو اسلام کے حقائق کی معرفت عہد رسالت اور عہد خلفائے راشدین کے اصلی اور صافی چشموں سے حاصل ہو۔ ہم نے اس کتاب کے ابواب وفصول کو تاریخی واقعات کے تناظر میں تقسیم کیا ہے۔ اگر ہم حبشہ کی دونوں ہجرتوں کو مستثنیٰ کر کے گفتگو کا آغاز کریں جو دونوں ہجرت مدینہ سے چند سال قبل ہوئی تھیں اور اسی بنا پر آپ ﷺ نے نجاشی شاہ حبشہ کے ساتھ مراسلت بھی فرمائی تھی، تو نصاریٰ کے ساتھ عالم اسلام کے تعلقات کا باقاعدہ اور باضابطہ آغاز ہجرت کے چھٹے سال کے آخر اور ساتویں سال کی ابتداء میں ان خطوط سے ہوتا

Marfat.com

ہے جو نبی کریم ﷺ نے نصرانی ملوک اور سرداروں کو لکھے تھے اور جس کے نتیجے میں مدینہ میں عیسائی وفود کا تانتا لگ گیا۔ پھر عالم عیسائیت کے ساتھ رسمی تعلقات کا آغاز ان لشکر کشیوں کے ذریعے ہوا جنھیں نبی کریم ﷺ نے متعدد غزوات وسرایا یعنی، غزوۂ موتہ اور غزوۂ تبوک پر خود روانہ فرمایا اور بعض کی قیادت بھی خود فرمائی۔ اور اس کی نوبت تب آئی جب جزیرۂ عرب کو اپنی شمالی حدود پر عیسائی حکومتوں کی طرف سے جنگ کا خطرہ لاحق ہوا۔ اور بالآخر یہ فوجی پیش قدمیاں نبی کریم ﷺ کے ساتھ چند مصالحتوں اور معاہدوں کے بعد ختم ہوگئیں۔ ہماری کتاب میں مذکور تقسیم کے تاریخی تناظر سے چند مزید واقعات بھی مستثنیٰ ہیں جیسے مکہ میں پھر مدینہ میں نجران کے عیسائی وفود کا آنا، بحرین سے وفد عبدالقیس کا آنا اور یہ دونوں وفود سفرائے اسلام کے مکاتیبِ نبویہؐ کو مختلف بادشاہوں اور حکام کے پاس لے جانے سے پہلے آئے تھے۔

میں نے اس کتاب کو چار ابواب اور ایک خاتمہ پر تقسیم کیا ہے:

باب اوّل: مکاتیب اور سفراء

باب دوم: وفود

باب سوم: غزوات وسرایا

باب چہارم: معاہدات اور صلح نامے

خاتمہ: مذکورہ بالا ابواب کا خلاصہ اور عہد نبویؐ میں مسیحیت کے ساتھ تعلقات و روابط کے اثرات ونتائج۔

عالم اسلام کے مسیحیت کے ساتھ روابط کے احوال ومواقف کی تفصیل کے لیے ہم نے علوم اسلامیہ کے معتبر ومتداول مآخذ پر اعتماد کیا ہے۔ اگرچہ بعض واقعات کی اسنادی حیثیت کمزور ہے مگر مجموعی طور پر ان کا مفہوم ومنشا بھی صحیح واقعات کے تحت داخل ہے۔ بیان واقعات میں حسب اقتضاء کہیں طوالت ہے تو کہیں اختصار، جیسے جنگ تبوک کا معرکہ، سیدنا سلیمان علیہ السلام کا قصہ، وفد نجران کا واقعہ وغیرہ کہ ان سب میں نہایت قیمتی عبرتوں، کارناموں اور بے شمار احوال و

Marfat.com

واقعات کا تذکرہ ہے اور ہر واقعہ حکمتوں اور احکام کے اعتبار سے اہل عقل کے لیے روشن ہدایات سے لبریز ہے جن کی تازگی، معنویت اور تاثیر صدیاں گزرنے کے باجود آج بھی باقی ہے اور قیامت تک ان زندہ واقعات سے سامان زندگی حاصل کیا جاتا رہے گا۔ میں نے اس کتاب میں فقیہانہ مباحث اور پیچیدہ سیاسی اور ملکی معاملات اور حکمت عملیوں کو بیان کرنے سے عمداً گریز کیا ہے البتہ اس بات کی کوشش ضرور کی ہے کہ یہ کتاب عوام وخواص کے لیے یکساں مفید ہو اور اسلام اور مسیحیت کے باہمی تعلقات، دونوں مذاہب کے متفقہ امور اور یکسانیت کا پس منظر بھی ہر ایک کے سامنے آجائے جو مستقبل کی حوصلہ افزا کرنوں سے نہ صرف دل کو مضبوط کرے بلکہ ان تعلقات پر سے غبار کو صاف کر کے اس کے رخ کو روشن وتاباں بھی کرے۔

اس اچھوتے موضوع پر میری اس تحریر کو دیکھ کر میرے بعض معاصر دوست احباب نے میری خوب حوصلہ افزائی کی اور بعض مفید مشورے بھی دیے، جنھیں میں نے مناسب مقامات میں شامل کر دیا ہے۔

رب ذوالجلال سے دعا ہے کہ میری اس کاوش کو طالبان حق کے لیے ایک پیغام اور خلق خدا کے لیے باعث ہدایت بنائے اور اپنی رضا ورضوان سے نوازے اور کل قیامت کے دن نیکی بنا کر داہنے ہاتھ میں تھمائے، بے شک وہ کریم اور نوازنے والا ہے۔ وہی اس قابل ہے جس سے مانگا جائے اور رب تعالیٰ کی سلامتی اور رحمت ہو سیّد الاولین والآخرین سیّدنا حضرت محمد ﷺ بن عبداللہ پر اور آپ ﷺ کی آل اور اصحاب پر۔

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين!

خادم الکتاب والسنہ

استاذ دکتور فاروق حمادہ

قنیطرہ، ۲۰ ذی الحجہ ۱۴۲۴ھ

Marfat.com

ابواب تعلقات

(۱) مکاتیب اور سفراء

(۲) وفود

(۳) سرایا اور غزوات

(۴) معاہدات اور صلح نامے

Marfat.com

باب اوّل:

مکاتیب اور سفراء

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿یٰاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَ اللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ (المائدہ ۵ : ٦٧)

''اے پیغمبر ﷺ! جو ارشادات اللہ کی طرف سے تم پر نازل ہوئے ہیں سب لوگوں کو پہنچا دو۔ اور اگر ایسا نہ کیا تو تم اللہ کا پیغام پہنچانے میں قاصر رہے (یعنی فرض پیغمبری ادا نہ کیا) اور اللہ آپ ﷺ کو لوگوں سے بچائے رکھے گا۔''

یہ آیت بھی ان آیات میں سے ہے جو اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئیں۔ اہل کتاب کی زبردست حکومتیں تھیں، ان کی طاقت کے طنطنے تھے، جبکہ مسلمانوں کو اس وقت حکومت و دولت اور قوت و شوکت میں سے کچھ بھی حاصل نہ تھا۔ مگر اس سب کے باوجود رب تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس بات کا حکم ارشاد فرمایا کہ ان تک اپنی دعوت اور پیغام پہنچایئے اور کسی بھی حال میں امر مامور میں سے کسی بات کی تبلیغ سے توقف نہ کیجیے اور کسی سے بھی ہرگز خوف نہ کیجئے، قریبی ہو یا دور کا، بڑا ہو یا چھوٹا، اکیلا ہو یا جتھہ، ایک شہر ہو یا پوری حکومت دین حق کا پیغام پہنچانے میں کسی کو بھی خاطر میں نہ لایئے۔ رب تعالیٰ نے خود اس بات کی ذمہ داری لی کہ وہ کہ آپ ﷺ کی حیات تک خود آپ ﷺ کی ذات ستودہ صفات کی اور آپ ﷺ کے پیغام نبوت کی حفاظت فرمائے گا۔ جبکہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی دعوت اور دین کی حفاظت فرمائے گا اور ہر دور میں ایک ایسی جماعت کھڑی کردے گا جو اس دین کو اپنا کر دوسروں تک اس کے پیغام کو پہنچائے گی.....

Marfat.com

مختلف سفیروں کے ہاتھوں سلاطین کو بھیجے گئے مکاتیب نبوی ﷺ:

۱: ہرقل کے نام

۲: مقوقس کے نام

۳: نجاشی کے نام

۴: حارث بن ابی شمر غسانی کے نام

۵: جبلہ بن ایہم غسانی کے نام

۶: ضغاطر رومی کے نام

Marfat.com

تمہید

اسلام کے سفیروں کی پہلی جماعت:

نبی کریم ﷺ حدیبیہ میں مشہور صلح کر کے ۶ھ ماہ ذی الحجہ میں مدینہ منورہ لوٹے، صلح کے بعد حالات قدرتی طور پر پُرسکون ہو گئے۔ دعوت اسلامی کو سانس لینے کا موقع ملا اور ترقی وپیش قدمی کی نئی راہیں کشادہ ہوئیں۔ اس موقع پر نبی کریم ﷺ نے سلاطین عالم اور امرائے عرب کو متعدد خطوط لکھے اور انھیں بڑے حکیمانہ انداز میں اسلام کی دعوت دی، اس کے لیے آپ ﷺ نے بڑا اہتمام فرمایا اور ہر بادشاہ کے لیے ایسے ایلچی کا انتخاب کیا جو اس کے مرتبہ وحیثیت کے مطابق گفتگو کر سکے اور وہاں کے حالات نیز ملک کی زبان سے واقف ہو۔

اس مقام پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یہ سلاطین ایسے خطوط کو تسلیم نہیں کرتے جن پر مہر نہ لگی ہو، رسول اللہ ﷺ نے اس غرض کے لیے ایک خاص مہر بنوائی جس کا حلقہ چاندی کا تھا جس پر ''محمد رسول اللہ'' اس طرح تین سطروں میں نقش تھا کہ سب سے اوپر ''اللہ'' اس کے نیچے ''رسول'' اور سب سے نیچے ''محمد ﷺ'' رکھا۔

چنانچہ آپ ﷺ نے اپنے مکاتیب مبارکہ پر یہ مہر لگائی اور ایک ہی دن میں چھ قاصدوں کے ہاتھ خطوط روانہ فرمائے۔ یہ محرم ۷ھ کا قصہ ہے۔ ہر قاصد انھی لوگوں کے پاس بھیجا گیا جو وہاں کی زبان جانتا تھا۔ یہ تحریریں بتلاتی تھیں کہ یہ دین صرف جزیرۂ عرب کے لیے ہی نہیں بلکہ پوری نوع انسانی کے لیے ہے، چنانچہ یہ تحریریں عرب سے باہر کی متمدن دنیا اور بااثر حکومتوں کے لیے چیلنج ثابت ہوئیں اور اس صورت میں انھیں اپنا زوال نظر آنے لگا کہ وہ خود اس دعوت کو قبول نہ کریں یا کم از کم اپنی رعایا کو اس دعوت کو سمجھنے اور اس کے بارے میں فیصلہ کرنے کا موقع نہ دیں۔

Marfat.com

نبی کریم ﷺ نے اپنے سب سے پہلے قاصد عمرو بن امیہ ضمری کو نجاشی کی طرف بھیجا۔ آپ ﷺ نے اس کی طرف دو خطوط بھیجے، ایک خط میں تو اسلام کی دعوت کا پیغام تھا جس میں قرآن کریم کی آیات بھی لکھی تھیں۔ نجاشی نے نہایت ادب اور تواضع کے ساتھ تخت شاہی سے اتر کر فرش پر بیٹھ کر نامۂ مبارکہ وصول کیا، ہاتھ میں لے کر فرطِ عقیدت ومحبت سے آنکھوں پر رکھا، سرنگوں ہو کر توجہ سے سنا، دعوت توحید کو قبول کرتے ہوئے دائرہ اسلام میں داخل ہوا، حق بات کی شہادت دی، اور ساتھ ہی یہ کہا ''اگر میں خدمت اقدس میں حاضر ہو سکتا تو ضرور ہوتا'' پھر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کے ہاتھوں اپنے ایمان لے آنے، پیغمبر برحق ﷺ کی تصدیق کرنے اور اسلام قبول کرنے کی اطلاع دربار رسالت مدینہ منورہ بھجوائی۔

جبکہ دوسرے خط میں آپ ﷺ نے نجاشی کو یہ حکم لکھ بھیجا کہ وہ سیّدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بنت ابی سفیان کا نکاح آپ ﷺ کے ساتھ کر دے۔ سیّدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اپنے پہلے خاوند عبیداللہ بن جحش اسدی کے ساتھ حبشہ کی ہجرت کی تھی مگر وہ حبشہ جا کر نصرانی ہو گیا اور نصرانیت پر ہی راہی ملک بقا ہو گیا تھا۔ آپ ﷺ نے یہ حکم بھی لکھ بھیجا کہ نکاح کر دینے کے بعد مہاجرین حبشہ کے ساتھ انھیں مدینہ روانہ کر دے۔ چنانچہ نجاشی نے ایسا ہی کیا۔ اس نے سیّدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ ﷺ کے ساتھ کر دیا، آپ ﷺ کی طرف سے انھیں چار ہزار دینار مہر ادا کیا اور مسلمانوں کو مدینہ روانگی کی تیاری کا حکم دے دیا۔ نجاشی نے مسلمانوں کو بے شمار تحائف سے نوازا اور دو کشتیوں میں سوار کیا۔ پھر ہاتھی دانت کی ایک قیمتی ڈبیا منگوا کر دونوں مکتوبات نبویؐ اس میں احترام سے رکھے اور یہ تاریخی جملہ کہا: ''حبشہ اس وقت تک خیر پر رہے گا جب تک یہ دونوں نامے اہل حبشہ میں باقی رہیں گے۔'' ❶

ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان ایلچیوں سے ارشاد فرمایا: ''تم سب مجھے کل ملو۔'' نبی کریم ﷺ کی عادت مبارکہ تھی آپ ﷺ نماز فجر کے بعد کچھ دیر تک

❶ طبقات ابن سعد: ۱/۳۵۸

Marfat.com

اپنی جائے نماز پر تسبیح اور دعا میں مصروف رہتے، چنانچہ اس روز بھی دعاء وتسبیح کے بعد قاصدوں کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا: ''اللہ کے بندوں کے ساتھ اللہ کے لیے خیر خواہی کا معاملہ کرو۔ جسے بندوں کے امور میں سے کسی شئے کی نگہداشت سونپی گئی اور پھر اس نے ان کے ساتھ (اس امر میں تو) خیر خواہی نہ کی تو رب تعالیٰ اس پر جنت کو حرام کر دے گا۔ اب جاؤ اور اس طرح مت کرنا جس طرح عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے پیامبروں نے کیا تھا کہ وہ قریب کی جگہ تو چلے جاتے تھے جبکہ دور کی جگہ نہیں جاتے تھے۔ جب صبح ہوئی تو ان پیامبروں میں سے ہر شخص ان لوگوں کی زبان بول رہا تھا جن کی طرف اسے بھیجا جا رہا تھا۔'' ❶

سیرت ابن ہشام میں ہے کہ حدیبیہ سے واپسی پر ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: ''اے لوگو! رب تعالیٰ نے مجھے رحمت بنا کر اور سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے، تم میری اس طرح مخالفت نہ کرنا جس طرح حواریوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی مخالفت کی۔'' صحابہ نے عرض کیا، ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حواریوں نے (سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کی) کس طرح مخالفت و نافرمانی کی۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''انھوں نے بھی انھیں اسی بات کی طرف بلایا تھا جس کی طرف تمھیں میں نے بلایا ہے۔ بہرحال جس کو وہ قریب کی جگہ بھیجتے تو وہ خوش خوش (وہاں) چلا جاتا اور جس کو دور کی جگہ بھیجتے تو وہ ناگواری اور سستی کا اظہار کرتا۔ سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں اس بات کی شکایت کی تو صبح کو سستی کرنے والوں میں ہر ایک ان لوگوں کی زبان بولنے پر قادر تھا جن کی طرف اسے بھیجا گیا تھا۔''

اور طبرانی نے "المعجم الکبیر" میں اتنی بات زائد نقل کی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے ان کو (یعنی حواریوں کو) کہا: ''رب تعالیٰ نے یہ حکم تم پر فرض کیا ہے پس تم جاؤ اور اس حکم کی بجا آوری کرو۔''

اس بات کو سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، ''یا رسول اللہ! ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچائیں گے ہمیں جہاں چاہے بھیجیے۔'' چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہؓ بن حذافہ کو کسریٰ

❶ طبقات ابن سعد عن الواقدی: ۱/۲٦٤

Marfat.com

کی طرف، سلیطؓ بن عمرو کو یمامہ کے حاکم ہوذہ بن علی کی طرف، علاؓ بن حضرمی کو حجر کے حاکم منذر بن ساویٰ کی طرف، عمروؓ بن عاص کو جلندا کے بیٹوں اور عمان کے حاکموں جیفر اور عباد کی طرف، دحیہ کلبیؓ کو قیصر کی طرف، شجاعؓ بن وھب اسدی کو منذر بن حارث بن ابی شمر غسانی کی طرف اور عمروؓ بن امیہ ضمری کو نجاشی شاہ حبشہ کی طرف بھیجا۔

سب سفراء آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں ہی سفارت سے واپس آ گئے تھے سوائے حضرت علا بن حضرمی کے کہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے وقت وہ بحرین میں تھے۔ ❶

ابن اسحاق کہتے ہیں، مجھے یزید بن ابی حبیب مصری نے بیان کیا کہ انھیں ایک مکتوب ملا جس میں ان لوگوں کا تذکرہ تھا جنھیں جناب رسالت مآب ﷺ نے عرب وعجم کے سلاطین وملوک کی طرف (دعوت اسلام دے کر) بھیجا تھا، اور آپ ﷺ نے بھیجتے وقت انھیں جو کچھ ارشاد فرمایا اس کا بھی ذکر تھا۔ یزید کہتے ہیں: ''میں نے وہ خط ابن شہاب زھری کے پاس بھیجا۔ انھوں نے وہ خط پہچان لیا۔ اس خط میں یہ لکھا تھا'' نبی کریم ﷺ اپنے اصحاب کے پاس تشریف لائے اور فرمایا'' بے شک رب تعالیٰ نے مجھے سب کی طرف رحمت بنا کر بھیجا ہے، پس تم میری طرف سے (میرے پیغام کو دور ونزدیک کے لوگوں تک) پہنچا دو اور میری اس طرح نافرمانی نہ کرو جس طرح حواریوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی نافرمانی کی'' صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! حواریوں نے کیسے نافرمانی کی تھی؟.....

آگے گزشتہ کی طرح قصہ مذکور ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ایک خط اہل یمن کو بھی لکھا، ابوعبید عثمان بن صالح سے، وہ عبداللہ بن لھیعہ سے، وہ ابو الاسود سے اور وہ حضرت عروہؒ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اہل یمن کو جو خط لکھا، وہ یہ ہے:

''محمد ﷺ کی طرف سے جو اللہ کا رسول ہے اہل یمن کے نام کہ جو یہودی یا نصرانی بھی اسلام لے آیا وہ اہل ایمان میں شمار ہوگا، اس کے وہی حقوق ہوں گے جو مسلمانوں کے

❶ المعجم الکبیر للطبرانی: ۸/ ۲۰

Marfat.com

ہیں اور جو باتیں مسلمانوں کے ذمے ہیں وہ اس کے بھی ذمے ہوں گی اور جو اپنی یہودیت یا نصرانیت پر قائم رہے گا اسے اس (یہودیت یا نصرانیت) سے ہٹایا نہ جائے گا اور اس کے ذمے جزیہ ادا کرنا ہوگا۔'' ❶

قیصر و کسریٰ نے نبی کریم ﷺ کے مکاتیب کے ساتھ کیا سلوک کیا، اس کا ذکر اس روایت میں ہے:

معاذ بن عون سے، وہ عمیر بن اسحاق سے بیان کرتے ہیں: ''نبی کریم ﷺ نے کسریٰ اور قیصر کو مکاتیب لکھے، قیصر و کسریٰ نے تو آپ ﷺ کا خط پڑھ کر پھاڑ دیا جبکہ قیصر نے خط پڑھ کر تہہ کر رکھ دیا۔''

نبی کریم ﷺ کو جب دونوں کے سلوک کی خبر پہنچی تو فرمایا ''رہے یہ لوگ (یعنی کسریٰ) تو اس کے ٹکڑے ٹکڑے کیے جائیں گے اور وہ لوگ (یعنی قیصر) ان کی حکومت باقی رہے گی۔'' ❷

اس طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے مروی ایک روایت میں قیصر، کسریٰ، نجاشی اور ہر سرکش بادشاہ کی طرف خط لکھنے کا ذکر ہے جس میں انھیں اللہ کی طرف بلانے اور دین اسلام قبول کرنے کی دعوت کا ذکر ہے۔ ❸

جبکہ قتادہ کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت میں کسریٰ، قیصر، اکیدر اور دومہ کو اسلام کی دعوت بھیجنے کا ذکر ہے۔ ❹

ابوعبید یحییٰ بن سعید سے، وہ عبدالرحمٰن بن حرملہ سے اور وہ حضرت سعید بن مسیّب سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے قیصر، کسریٰ اور نجاشی کو ایک ہی خط لکھا، جو یہ ہے:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: محمد اللہ کے رسول کی طرف سے یہ خط کسریٰ، قیصر اور نجاشی کے نام، اس کے۔

---

❶ کتاب الاموال لابی عبید: ص۲۹

❷ کتاب الاموال لابی عبید: ص۳۱

❸ مسلم: کتاب الجهاد والسیر باب کتاب النبیّ الی ملوك الکفار یدعوهم الی الله تعالیٰ: ۱۲۹۷/۳

❹ اخرجه مسلم فی کتاب اللباس والزینة: ۱۶۵۷/۲

Marfat.com

بعد، اے اہل کتاب! ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہم میں اور تم میں یکساں ہے، وہ یہ کہ ہم خدا کے سوا کسی کی پوجا نہ کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے اور ہم میں سے کوئی کسی کو (یعنی خدا کو چھوڑ کر) خدا نہ بنائے۔ اور اگر تم نہیں مانتے تو اس بات کے گواہ رہو کہ ہم سر اطاعت جھکانے والے یعنی مسلم ہیں۔"

کسریٰ نے آپ ﷺ کے نامۂ مبارکہ کو دیکھا تک نہیں اور ملتے ہی اسے چاک کر ڈالا۔ نبی کریم ﷺ نے اس کی اس حرکت کا سن کر ارشاد فرمایا کہ "اسے خود بھی ٹکڑے ٹکڑے کیا جائے گا اور اس کی قوم کو بھی۔"

اور پھر قیصر نے آپ ﷺ کے خط کو دیکھ کر یہ کہا کہ سلیمان علیہ السلام کے خط کے بعد میں نے کسی کے خط میں "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" لکھی نہیں دیکھی، اور ابوسفیان بن حرب اور مغیرہ، بن شعبہ کو جو ان دنوں تجارت کی غرض سے شام آئے ہوئے تھے دربار میں بلوا بھیجا اور ان دونوں سے نبی کریم ﷺ کے احوال دریافت کیے اور کہا "میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان! کاش میں ان کے پاس ہوتا تو آپ ﷺ کے قدموں کو دھو کر پیتا، اور عنقریب اس وقت جہاں میرے قدم ہیں، وہاں تک ان کا قبضہ ہو کر رہے گا۔"

نبی کریم ﷺ نے قیصر کی بات سن کر ارشاد فرمایا اس کی حکومت ایک مدت تک رہے گی جبکہ نجاشی نامہ مبارک پڑھ کر اسی وقت حلقۂ اسلام میں داخل ہو گیا، اس کے ہاں موجود صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم مامون و محفوظ ہو گئے اور نجاشی نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں تحائف بھی بھیجے، آپ ﷺ نے فرمایا "جب تک وہ تمھیں چھوڑے رکھے تم بھی اسے چھوڑے رکھو۔" ❶

اس قصے کو عمیر بن اسحاق نے بھی نقل کیا ہے۔ ❷

مذکورہ بالا تفصیل سے واضح ہوتا ہے کہ:

---

❶ کتاب الاموال: ص ۳۲.

❷ دیکھیں: کتاب الاموال لابی عبید ص: ۳۱.

Marfat.com

۱: حضرات صحابہ اور تابعین سے مروی متعدد روایات سے پتا چلتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عرب وعجم کے متعدد امراء وسلاطین کو خطوط لکھ کر اپنے قاصدوں کے ہاتھ روانہ کیے حتیٰ کہ ایک ہی دن میں چھ سفراء متعدد سلاطین کی طرف خطوط لے کر نکلے۔ اس بات پر مورخین کا اتفاق ہے، اور اس امر میں شک کرنا علم وتحقیق کی مخالفت کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔

۲: یہ خطوط ۶ھ میں صلح حدیبیہ کے بعد لکھے گئے اور ساتویں ہجری کے آغاز میں سفراء کو روانہ کیا گیا۔

۳: اس وقت بڑی بڑی سلطنتیں اور حکومتیں چار تھیں:

سلطنت روم جس کا بادشاہ ہرقل تھا۔

سلطنت فارس جس کا بادشاہ کسریٰ تھا۔

سلطنت حبشہ جس پر نجاشی کی حکومت تھی۔

سلطنت قبط (مصر) جس کا بادشاہ مقوقس تھا۔

ان کے علاوہ جزیرۂ عرب کے شمال اور جنوب میں چند امارتیں بھی تھیں۔ ان چار عظیم حکومتوں میں سے تین نصرانی مذہب رکھتی تھیں اور متعدد عرب امراء اور ملوک بھی ان کے سیاسی اقتدار اور قوت وشوکت اور فوجی رعب ودبدبہ کے زیر اثر نصرانی ہو چکے تھے اور ان میں زیادہ تر رومی حکومت سے متاثر تھے۔

۴: اور یہ بات بھی کسی عقل مند سے پوشیدہ نہیں کہ ۶ھ میں دولت اسلامیہ اس قدر بھی مضبوط طاقتور اور مستحکم نہ تھی کہ کسی چھوٹی سی ولایت کو ہی چیلنج کر سکتی چہ جائیکہ اس قدر غلبہ ووسعت، قوت واقتدار اور رعب ودبدبہ والی سلطنتوں کو چیلنج کیا جاتا۔ اس وقت مسلمانوں کے ضعف کا عالم تو یہ تھا کہ وہ اپنے آبائی وطن مکہ میں بھی داخل نہ ہو پاتے تھے۔

یقیناً ایسے والیان ریاست کے نام خطوط لکھنے کا یہ عظیم اقدام اور جرأت صرف وہی نبی کر سکتا تھا جسے خدا کی طرف سے اس کام پر مامور کیا گیا ہو، اس پر اس دعوت وپیغام کی پوری ذمہ داری ہو، اس پر ضعف اور خوف کا سایہ بھی نہ پڑا ہو۔ اور آسمانوں اور زمینوں کے حقیقی

Marfat.com

بادشاہ اور مالک الملک کی اس پر ایسی تجلی ہو کہ تاج وتخت کے مالک اس کو گڑیا اور گڈے یا بے جان پتلے معلوم ہوتے ہوں، جن کو بادشاہوں کی پوشاک میں آراستہ کر کے تخت حکومت پر بٹھلا دیا گیا ہو۔ یقیناً یہ نبی کریم ﷺ کے معجزات میں سے ایک معجزہ اور رب تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔

محدثین اور مورخین نے اسلام کے اوّلین سفراء کے نام یہ بتلائے ہیں:

۱: دحیہ بن خلیفہ — یہ ہرقل کی طرف گئے۔
۲: حاطب بن ابی بلتعہ — انھیں مقوقس کی طرف مصر روانہ کیا گیا۔
۳: عمرو بن امیہ ضمری — شاہ حبشہ نجاشی کی طرف۔
۴: شجاع بن ابی وھب — حارث بن ابی شمر غسانی کی طرف۔
۵: عبداللہ بن حذافہ سہمی — کسریٰ فارس کی طرف اور
۶: سلیط بن عمرو — بنی حنیفہ کے دوسرداروں ہوذہ بن علی اور ثمامہ بن اثال کی طرف بھیجے گئے۔ اب ہر ایک سفارت کا تفصیلی حال بیان کیا جاتا ہے:

ہرقل کے نام:

بازنطینی شہنشاہ ہرقل اوّل ایک وسیع وعریض شہنشاہی کا مالک تھا جس نے ایرانی شہنشاہ کے ساتھ مل کر اس عہد کر ساری متمدن دنیا کو آپس میں تقسیم کر لیا تھا جس کا سکہ آدھی دنیا میں چل رہا تھا، تین براعظموں یورپ، ایشیا اور افریقہ میں اس کے خوش حال، دولت مند، ترقی یافتہ اور متمدن مقبوضات اور نو آبادیاں تھیں۔ یہ سلطنت رومۃ الکبریٰ کی جانشین تھی جس کے زیر نگین تقریباً پوری متمدن قدیم دنیا رہ چکی تھی۔

ہرقل ایک یونانی خاندان کا فرد تھا، کپوڈیشیا میں پیدا ہوا اور قرطاجنہ کارتھیج میں پرورش پائی، افریقہ کے ایک حاکم کا بیٹا تھا۔ ہرقل نے قسطنطنیہ کو دارالحکومت بنایا اور قیصر لقب رکھا۔ احادیث وتواریخ کی نصوص بتلاتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی ہرقل سے مراسلت متعدد بار ہوئی۔ البتہ سب سے پہلا خط آپ ﷺ نے ہرقل کو ۶ھ میں صلح حدیبیہ ہونے کے بعد لکھا،

Marfat.com

۹ھ میں غزوۂ تبوک کے موقع پر بھی اسے ایک گرامی نامہ ارسال فرمایا تھا۔ ذیل میں ہم چند اہم صحیح اور ثابت روایات نقل کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل کو اپنا مکتوب لکھا جس میں اسے اسلام کی دعوت دی اور یہ گرامی نامہ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ارسال فرمایا اور حکم ارشاد فرمایا کہ اس مکتوب گرامی کو ''بصریٰ'' کے رئیس اور سردار کے ذریعے ہرقل تک پہنچایا جائے۔ قیصر اس وقت (اپنی نذر پوری کرنے کے لیے) حمص سے چل کر ایلیاء (بیت المقدس) آیا ہوا تھا تاکہ ایرانی لشکروں کو شکست دینے اور ان پر عظیم الشان فتح پانے کی خوشی میں رب تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔ جب اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گرامی نامہ ملا تو درباریوں کو حکم دیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم کے کسی شخص کو تلاش کیا جائے تاکہ ہم اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال دریافت کرسکیں۔ ❶

بخاری میں ہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل حدیث میں ہے کہ ان سے حضرت ابوسفیان نے بیان کیا کہ: وہ قریش کی ایک جماعت کے ہمراہ تجارت کی غرض سے اس مدت کے دوران شام (غزہ) میں تھے جو (صلح حدیبیہ کے بعد) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان اور قریش کے ساتھ کر رکھی تھی کہ ہرقل نے انھیں دربارشاہی میں طلب کرلیا، ہرقل اس وقت ایلیاء (بیت المقدس) میں تھا۔ یہ جماعت ایلیاء پہنچی، ہرقل نے انھیں دربارشاہی میں طلب کیا، اس وقت ہرقل کے اردگرد، عظماء روم، اعیان سلطنت، اور امراء ووزراء موجود تھے۔ ہرقل نے انھیں بلوانے کے بعد اپنا ترجمان بھی بلالیا اور پوچھا ''تم میں سے اس شخص کا سب سے قریبی رشتہ دار کون ہے جو خود کو پیغمبر کہلواتا ہے؟'' ابوسفیان کہتے ہیں، ''میں نے کہا'' میں ان کا سب سے قریبی رشتہ دار ہوں۔'' ہرقل نے کہا اسے میرے قریب کرو، اور اس کے ساتھیوں کو اس کے قریب کرکے اس کے پیچھے کردو'' پھر اپنے ترجمان سے کہا:

''ان سے کہو کہ میں اس شخص سے چند سوالات کرنے والا ہوں، اگر یہ جھوٹ بولے تو

---

❶ البخاری: کتاب الجهاد باب دعاء النبیّ الی الاسلام والنبوة: ۱۰۹/۶

Marfat.com

فوراً اس کو جھٹلا دینا'' خدا کی قسم! اگر مجھے اس بات کا اندیشہ نہ ہوتا کہ یہ لوگ میری تکذیب کر دیں گے تو میں ضرور جھوٹ بول دیتا۔ بعد ازاں سوالات کا سلسلہ شروع ہوا اور اس نے مجھ سے نبی کریم ﷺ کے بارے میں پہلا سوال کیا:

ہرقل: تم میں ان کا نسب کیا ہے؟

ابوسفیان: وہ ہم میں عالی نسب سمجھے جاتے ہیں۔

ہرقل: جو بات وہ کہتے ہیں کیا ان سے پہلے بھی کسی نے کہیں تھی؟

ابوسفیان: نہیں۔

ہرقل: کیا ان کے آباؤ اجداد میں کوئی بادشاہ بھی گزرا ہے؟

ابوسفیان: نہیں۔

ہرقل: ان کے پیروکار کس قسم کے لوگ ہیں، صاحب اثر (دولت مند) یا کمزور (اور غریب) لوگ؟

ابوسفیان: کمزور لوگ۔

ہرقل: ان کے ماننے والے روز بروز بڑھتے جاتے ہیں یا گھٹتے جاتے ہیں؟

ابوسفیان: بڑھتے جاتے ہیں۔

ہرقل: کیا کوئی شخص ان کے دین میں داخل ہونے کے بعد ان کے دین سے متنفر اور بیزار ہو کر اس دین سے پھر بھی جاتا ہے؟

ابوسفیان: نہیں۔

ہرقل: کیا ان کے دعوائے نبوت سے پہلے بھی تم نے کبھی ان پر جھوٹ کا تجربہ کیا ہے؟

ابوسفیان: نہیں۔

ہرقل: کیا وہ عہد و اقرار کے بعد خلاف ورزی بھی کرتے ہیں؟

ابوسفیان: کبھی نہیں۔ آج تک تو انھوں نے کبھی عہد شکنی نہیں کی لیکن آج کل ان کے اور ہمارے درمیان ایک مدت صلح ٹھہری ہے، نامعلوم وہ اس میں کیا کرتے ہیں۔

Marfat.com

ابوسفیان کہتے ہیں سوائے اس ایک بات کے مجھے کسی اور بات کے لگانے کا کہیں موقع نہ ملا۔

ہرقل: تم لوگوں نے کبھی اس سے جنگ بھی کی؟

ابوسفیان: ہاں!

ہرقل: لڑائی کا نتیجہ کیا رہا؟

ابوسفیان: ہمارے اور ان کے درمیان جنگ کا پانسہ پلٹا رہتا ہے، کبھی ہم غالب آتے ہیں اور کبھی وہ۔

ہرقل: وہ تم لوگوں کو کس چیز کی تعلیم دیتے ہیں؟

ابوسفیان: وہ کہتے ہیں کہ ایک خدا کی عبادت کرو، کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ کرو، کفر اور شرک کے تمام مراسم جن کو تمھارے آباؤ اجداد کرتے تھے انھیں یکلخت چھوڑ دو اور وہ ہمیں نماز، سچائی، پاکدامنی اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔

اس ساری گفتگو کے بعد ہرقل نے مترجم سے کہا، ان سے کہو کہ ہم نے تم سے ان کے نسب کے بارے میں دریافت کیا تو تم نے بتایا کہ وہ ہم میں سب سے شریف النسب ہیں۔ پیغمبر ہمیشہ اچھے خاندانوں میں ہی پیدا ہوتے ہیں۔

میں نے تم سے پوچھا کہ کیا ان کے خاندان میں سے کسی اور نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا، تم نے کہا نہیں، اگر ان سے پہلے کسی نے یہ دعویٰ کیا ہوتا تو میں کہتا کہ یہ ان کی نقل کر رہے ہیں۔

میں نے پوچھا کہ کیا ان کے خاندان میں کوئی بادشاہ ہوگزرا ہے؟ تم نے کہا نہیں، اگر ان کے خاندان میں کوئی بادشاہ ہوگزرا ہوتا تو میں کہتا کہ اپنے باپ دادا کا گیا ہوا ملک حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ کیا تم نے اس دعویٰ سے پہلے کبھی بھی ان پر جھوٹ کا تجربہ کیا، تم نے کہا نہیں، میں جانتا ہوں کہ یہ ناممکن ہے کہ وہ لوگوں سے تو جھوٹ نہ بولیں اور اللہ پر جھوٹ باندھ لیں۔

میں نے تم سے پوچھا کہ ان کے پیروکار شریف اور بااثر لوگ ہیں یا کمزور اور ضعیف

Marfat.com

لوگ، تم نے کہا ان کے پیروکار زیادہ تر کمزور لوگ ہیں، پیغمبروں کے پیروکار (آغاز دعوت میں ہمیشہ) کمزور اور ضعیف لوگ ہی ہوا کرتے ہیں۔

میں نے تم سے پوچھا کہ ان کے ماننے والے بڑھتے جاتے ہیں یا گھٹتے جاتے ہیں، تم نے کہا کہ بڑھتے جارہے ہیں، ایمان کا یہی معاملہ ہے (کہ بڑھتا جاتا ہے) یہاں تک کہ درجۂ کمال کو پہنچ جاتا ہے۔

میں نے تم سے پوچھا کہ کیا کوئی ان کے دین میں داخل ہونے کے بعد اس سے ناراض ہو کر مرتد بھی ہو جاتا ہے، تم نے کہا نہیں، ایمان کا حال یہی ہوتا ہے جب دلوں کو اس کی چاشنی اور حلاوت وشیرینی حاصل ہو جاتی ہے تو وہ دلوں سے نہیں نکلا کرتا۔

میں نے تم سے پوچھا کہ کیا وہ کبھی بدعہدی بھی کرتے ہیں؟ تم نے کہا نہیں، بے شک پیغمبروں کی یہی شان ہوتی ہے کہ وہ وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔

میں نے تم سے پوچھا کہ وہ تمھیں کس بات کا حکم دیتے ہیں، تم نے بتایا کہ وہ تمھیں اس بات کی تعلیم دیتے ہیں کہ ایک اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور تمھیں بتوں کی پوجا کرنے سے روکتے ہیں اور نماز، سچائی، پاکدامنی اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں، اگر تمھارا کہنا سچ ہے تو عنقریب اس وقت جہاں میرے قدم ہیں وہاں تک ان کا قبضہ ہو جائے گا، مجھے یہ بات تو معلوم تھی کہ عنقریب ایک پیغمبر آنے والے ہیں مگر میرا یہ خیال نہ تھا کہ وہ تم میں پیدا ہوں گے، اگر میں ان تک جا سکتا ہوتا تو میں ان کے ساتھ ملاقات ضرور کرتا، اگر میں ان کے پاس ہوتا تو ان کے قدم دھوتا۔

پھر ہرقل نے نبی کریم ﷺ کا مکتوب گرامی منگوایا جو دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے بصریٰ کے رئیس کو دیا تھا اور اس نے ہرقل تک پہنچایا تھا۔ ہرقل نے وہ خط کھول کر پڑھا تو اس میں یہ لکھا تھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم!
مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اِلٰى "هِرَقْلَ" عَظِيْمِ الرُّوْمِ۔

Marfat.com

سَلاَمٌ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی اَمَّا بَعْدُ!

فَاِنِّیْ اَدْعُوْكَ بِدِعَایَةِ الْاِسْلاَمِ، اَسْلِمْ تَسْلَمْ، یُؤْتِكَ اللّٰهُ اَجْرَكَ مَرَّتَیْنِ فَاِنْ تَوَلَّیْتَ فَاِنَّ عَلَیْكَ اِثْمَ الْاَرِیْسِیِّیْنَ وَ "یَا اَهْلَ الْكِتَابِ! تَعَالَوْا اِلٰی كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَكُمْ اَنْ لَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَیْئًا وَلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ۔"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

"محمد ﷺ کی طرف سے جو اللہ کا بندہ اور رسول ہے، یہ خط ہرقل کے نام ہے جو روم کے رئیس اعظم ہیں۔ ان کو سلامتی ہو جو ہدایت کے پیرو ہوں، اس کے بعد میں تم کو اسلام کی طرف بلاتا ہوں، اسلام لاؤ تم سلامت رہو گے، اللہ تم کو دوگنا اجر دے گا اور اگر تم نے نہ مانا تو اہل ملک کا گناہ تمھارے اوپر ہوگا، اور اے اہل کتاب ایسی بات کی طرف آؤ جو ہم میں اور تم میں یکساں ہے، وہ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کو نہ پوجیں اور کسی کو اللہ کے ساتھ شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے اللہ کو چھوڑ کر کوئی کسی کو معبود نہ بنائے اور اگر تم نہیں مانتے تو گواہ رہو کہ ہم اللہ کے مطیع وفرمانبردار ہیں۔"

ابوسفیان کہتے ہیں: جب ہرقل گفتگو سے اور خط پڑھنے سے فارغ ہوا تو درباریوں نے شور مچا کے آسمان سر پر اٹھالیا، ہر طرف سے آوازیں بلند ہونے لگیں، ہمیں دربار سے نکال دیا گیا، باہر آنے کے بعد میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تعجب کی بات ہے کہ آپ ﷺ سے تو روم کا بادشاہ بھی ڈرتا ہے۔ اس دن سے مجھے یقین ہوگیا کہ آپ ﷺ کا دین ضرور غالب آ کر رہے گا، یہاں تک کہ اللہ نے مجھے بھی اسلام کی توفیق دی۔

شام کا مشہور نصرانی پادری ایلیاء کا والی، ابن ناطور کہتا ہے کہ:

ہرقل ایلیاء آیا تو صبح کے وقت بڑا پریشان تھا، ہم نے پوچھا کہ آپ کی حالت اچھی نہیں لگتی، ابن ناطور کہتا ہے کہ ہرقل خود بھی کاہن تھا اور ستاروں کا علم جانتا تھا۔ لوگوں کے سوال

Marfat.com

پر جواب دیتے ہوئے کہتا ہے ''گذشتہ شب جب میں نے ستاروں کو غور سے دیکھا تو ستاروں کی گردش نے بتلایا کہ فتنے والا بادشاہ ظاہر ہو چکا ہے، آج کون لوگ ہیں جو فتنہ کرتے ہیں؟ لوگوں نے بتلایا کہ وہ تو صرف یہود ہیں مگر ان کو خاطر میں نہ لایئے اور اپنی سلطنت کے سب شہروں میں یہ حکم نامہ لکھ بھیجے کہ یہود کو چن چن کر فنا کے گھاٹ اتار دیا جائے۔ ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ ہرقل کے سامنے ایک آدمی کو پیش کیا گیا جسے غسان کے حاکم نے بھیجا تھا، وہ نبی کریم ﷺ کے بارے میں خبریں دیتا تھا۔ ہرقل نے سوال وجواب کے بعد ہرکاروں سے کہا کہ جا کر دیکھو کہ اس نے ختنہ کرایا ہوا ہے یا نہیں؟ ہرکاروں نے آ کر بتلایا کہ یہ مختون ہے۔ ہرقل نے اس سے عربوں کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتلایا کہ وہ سب بھی ختنہ کراتے ہیں۔ یہ سنتے ہی ہرقل نے پورے وثوق سے کہا: یہی اس امت کا بادشاہ ہے جو ظاہر ہو گیا ہے۔''

اس کے بعد رومہ کے بڑے پادری کو آپ ﷺ کے بارے میں خط لکھا جو صاحب علم اور ہرقل کے ہم پلّہ تھا۔ وہ آسمانی کتابوں سے بھی خوب واقف تھا۔ خط لکھنے کے بعد خود حمص روانہ ہو گیا۔ حمص ہی میں اس کے پاس رومہ کے پادری کا جواب آ گیا کہ یہ وہی نبی ہیں جن کا ہم کو انتظار تھا اور عیسیٰ علیہ السلام نے ہمیں ان کی بشارت دی، اور ساتھ ہی یہ بھی بتلایا کہ میں نے ان کی تصدیق کر دی ہے اور ان پر ایمان بھی لے آیا ہوں۔

یہ خط پڑھتے ہی ہرقل نے حمص کے محل میں ایک عظیم الشان دربار منعقد کیا، اور روم کے تمام بطارقہ، ارکان سلطنت اور اعیان قوم طلب کیا اور دروازے بند کروا دیئے اور خود ایک جھروکے اور بالا خانے میں بیٹھا اور وہاں سے درباریوں کو مخاطب کر کے کہا: ''اے گروہِ روم! کیا تم خیر و فلاح چاہتے ہو؟ اور چاہتے ہو کہ تمھارا ملک باقی رہے، اگر ایسا ہے تو تم اس نبی ﷺ کے ہاتھ پر ایمان لے آؤ۔'' یہ سنتے ہی وہ سب لوگ وحشی گدھوں کی طرح بھاگنے کی راہ تلاش کرنے کے لیے دروازوں کی طرف دوڑ پڑے تو ان کو بند پایا، جب ہرقل نے ان کی برہمی اور ناراضی دیکھی اور ان کے ایمان لانے سے مایوس ہو گیا تو انھیں واپس بلانے کا

Marfat.com

حکم دیا اور کہا ''میں نے تو فقط تمھیں آزمانے کے لیے یہ بات کہی تھی کہ تم لوگ اپنے دین پر کتنی مضبوطی کے ساتھ قائم ہو، وہ میں نے دیکھ لیا ہے۔ تو سب نے ہرقل کے سامنے ماتھا ٹیک دیا اور اس سے خوش ہو گئے۔'' ❶

غرض ہرقل نے سعادت ونجات کا یہ زرّیں موقع کھو دیا، اور اس ابدی وسرمدی دولت پر فانی سلطنت کو ترجیح دی جس کا انجام یہ ہوا کہ عہد فاروقی میں اسے اس سے بھی ہاتھ دھونا پڑا۔

اریسی کون تھے؟

اگرچہ خود اس لفظ کے صیغہ میں بھی اختلاف ہے کہ یہ "اریسین" ہے یا "یریسیین" مگر روایات کے اختلاف کے باوجود اس کا ذکر صرف ایک گرامی نامہ میں آتا ہے جو ہرقل کے نام لکھا گیا تھا۔ اس کے علاوہ سلاطین کو جتنے گرامی نامے روانہ کیے گئے کسی میں یہ لفظ ہمیں نہیں ملتا۔ علمائے حدیث اور علمائے لغت کا اس لفظ کے مفہوم اور صیغہ کے متعلق خاصا اختلاف ہے۔

ابن اثیر نے ''النھایہ'' میں اس کا مادہ "ارس" بتلایا ہے بعض نے اس لفظ کو "اریسین" بروزن "کریمین" اور بعض نے "اریسیین" بروزن "شربیین" اور بعض نے بروزن "عظمیین" کہا ہے۔ جبکہ بعض نے اس لفظ کو "اریسییین" کی بجائے "یریسیین" قرار دیا ہے۔

ابن منظور نے ''لسان العرب'' میں اسے کاشتکاروں کے ہم معنی قرار دیا ہے اور امام لغت ثعلب نے اس کو نقل کیا ہے۔ اور ابن الاعرابی کا حوالہ دیتے ہوئے بھی اس مادہ کے یہی معنی لکھے ہیں۔ اس لفظ کا معنی کاشتکار اس لیے ہے کہ سلطنت روم میں کاشتکاری کا کام ایرانی آتش پرست کرتے تھے۔

ابوعبید کہتے ہیں: ''میرے نزدیک اریس سردار اور بڑے کو کہتے ہیں جس کے حکم کی تعمیل

---

❶ البخاری: کتاب بدء الوحی حدیث رقم: ۳۲۱۷

Marfat.com

کی جائے اور جب وہ اطاعت چاہے تو اس کی اطاعت کی جائے۔"

جب کہ بعض نے ہرقل کے خاندان کے ایک قبیلہ کا نام "اروسیہ" بتلایا ہے جو عبداللہ بن اریس کے پیروکار تھے۔ یہ گذشتہ امتوں کا ایک شخص تھا جس نے وقت کے ایک پیغمبر کو اس کی دعوت قبول کرنے کی بجائے قتل کر ڈالا تھا۔ بہرحال راجح قول یہی ہے کہ اریسیین خدمت گار، شاگرد پیشہ اور کاشتکار تھے۔ اسی معنی کی روشنی میں ارباب علم ودانش کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی مراد یہ تھی کہ جب یہ کمزور اور خدمت گار لوگ تمھاری تقلید میں ایمان نہیں لائیں گے تو ان کے ایمان نہ لانے کا گناہ بھی تمھارے سر ہوگا کیونکہ چھوٹے ہمیشہ بڑوں اور سرداروں کے پیروکار ہوتے ہیں۔

جبکہ میرے نزدیک "اریوسیہ" آریوس کے پیروکاروں کا ایک بہت بڑا نصرانی فرقہ ہے، یہ لوگ توحید کے قائل تھے، اور تثلیث اور اقانیم ثلاثہ کے عقیدہ کو تسلیم نہ کرتے تھے۔

طبرانی میں عبداللہ بن شداد سے روایت ہے وہ حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں: "میں جناب رسول اللہ ﷺ کا مکتوب گرامی لے کر روم کے رئیس اعظم ہرقل کے پاس گیا، دربانوں کو کہا کہ اللہ کے رسول کے قاصد کو اندر جانے کی اجازت دو۔" انھوں نے قیصر کو اطلاع دی کہ محل کے دروازے پر ایک شخص ملنے آیا ہے جو خود کو اللہ کے رسول کا قاصد کہتا ہے۔ یہ سنتے ہی لوگ گھبرا اٹھے۔ قیصر نے اندر آنے کی اجازت دی اور مجھے قیصر کے سامنے پیش کر دیا گیا۔ اس وقت دربار میں روم کے بطارقہ بھی بیٹھے تھے۔ میں نے خط دیا، مترجم نے پڑھنا شروع کیا جس کی پہلی عبارت یہ تھی:

"بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم! من محمد رسول اللّٰہ الی قیصر صاحبِ الروم."

یہ سنتے ہی ہرقل کا چچا زاد بھائی غصے سے بھڑک اٹھا اور طیش میں آ کر کہنے لگا، "یہ خط ہرگز مت پڑھو کہ انھوں نے یہ خط اپنے نام سے شروع کیا ہے اور ہرقل کو "ملک الروم" کہنے کی بجائے "صاحب الروم" لکھا ہے لیکن اس کی بات پر کسی نے کان نہ دھرے اور خط پڑھا

Marfat.com

جاتا رہا۔ فارغ ہونے کے بعد قیصر نے دربار برخاست کر دیا اور بڑے پادری کو طلب کیا۔ سب اعیان سلطنت اور ارکان دولت اس کی رائے اور قول کو مانتے تھے۔ اس نے خط سننے کے بعد ہرقل سے کہا، خدا کی قسم! یہ وہی نبی ہیں جن کی عیسیٰ اور موسیٰ علیہما السلام نے بشارتیں دیں اور ہم ان کے ظہور کے انتظار میں تھے۔''

قیصر نے کہا تو پھر بتلائیے میں کیا کروں؟ اس بڑے پادری نے کہا ''میں تو ان کی تصدیق کر کے ایمان قبول کرتا ہوں اور ان کی تابعداری اختیار کرتا ہوں۔''

قیصر نے اس کا یہ جواب سن کر کہا: ''میں بھی جانتا ہوں کہ یہ وہی نبی ہیں لیکن میں ان کی تصدیق نہیں کر سکتا، اگر میں ایسا کروں تو روم جیسی عظیم سلطنت میرے ہاتھ سے جاتی رہے گی اور میری قوم کے لوگ مجھے جان سے مار ڈالیں گے۔'' ❶

سہیل کی روایت ہے کہ حضرت دحیہ کلبیؓ نے جا کر کہا: ''اے قیصر مجھے تیری طرف اس ذات نے بھیجا ہے جو تجھ سے بہتر ہے اور انؐ کی طرف اس ذات نے (پیغام ہدایت دے کر) بھیجا ہے جو ان سے اور تجھ سے (دونوں سے) بہتر ہے (یعنی وہ رب تعالیٰ کے فرستادہ بندے ہیں جو وحی کے ساتھ مبعوث ہوئے ہیں) پس (ان کی بات میری زبانی) عاجزی سے سن اور پھر نیکی کے ساتھ جواب دے کہ اگر تم عاجزی اور تابعداری سے بات نہ سنو گے تو سمجھ نہ پاؤ گے اور اگر نیکی کا ارادہ نہ کرو گے تو انصاف نہ کر سکو گے۔''

قیصر نے کہا: سناؤ (کیا سناتے ہو)

حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ عیسیٰ مسیح علیہ السلام نماز پڑھا کرتے تھے؟

قیصر: ہاں!

حضرت دحیہ: میں تمھیں اس ذات کی طرف بلاتا ہوں جس کے لیے حضرت مسیح نماز پڑھا کرتے تھے، اور تمھیں اس ذات کی طرف بلاتا ہوں'' جو زمینوں اور آسمانوں کا نظام اس وقت بھی چلاتی رہی تھی جب حضرت مسیح علیہ السلام اپنی ماں کے پیٹ میں تھے اور میں تمھیں اس

❶ اخرجه الطبراني في المعجم الكبير: ٤/٢٦٦

Marfat.com

نبی امی ﷺ پر ایمان لانے کی طرف بلاتا ہوں جن کی موسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی اور جن کی عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے بعد آنے کی بشارت دی تھی اور جن کی نشانیوں کا تیرے پاس اتنا علم ہے جو دیکھنے سے بے نیاز اور خبر سے مستغنی کر دے۔ پس اگر تم مانتے ہو تو تمھیں دنیا و آخرت کی عزت و سربلندی ملے گی وگرنہ آخرت بھی ہاتھ سے جاتی رہے گی اور دنیا میں بھی دوسرے تیسرے ساتھ شریک ہو جائیں گے (یعنی آخرت بھی برباد اور دنیاوی شان و شوکت اور حکومت بھی دوسروں کے ہاتھوں میں چلی جائے گی) یاد رکھو! تیرا ایک رب ہے جو جابروں اور سرکشوں کی کمر توڑتا اور ان کی نعمتوں کو بدل ڈالتا ہے۔''

یہ سن کر قیصر نے نامہ مبارک لے کر سر آنکھوں پر رکھا، اسے بوسہ دیا اور کہا: ''خدا کی قسم! میں نے جو کتاب بھی ملی اس کو پڑھا، جو عالم بھی ملا اس سے دریافت کیا، اور میں نے ہمیشہ خیر کو اختیار کیا، اب مجھے غور کرنے کی مہلت دو، میں دیکھوں کہ مسیح کس کی عبادت کرتے تھے، مجھے یہ اچھا نہیں لگتا کہ تمھیں آج ایسی بات کا جواب دوں کہ کل کوئی بات مجھے اس سے بھی بہتر لگے، اور پھر مجھے اس پہلی بات سے رجوع کرنا پڑے، جس سے بجائے فائدے کے نقصان ہو، میرے جواب تک تم یہیں ٹھہرو۔''

حضرت دحیہؓ ابھی قیصر کے ہاں ٹھہرے ہوئے تھے کہ نبی کریم ﷺ کے رحلت فرما جانے کی جاں گداز خبر آ پہنچی۔ ❶

اگر یہ روایت صحیح ہے تو یہ قیصر کی طرف بھیجا جانے والا دوسرا خط ہے جو حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی سفارتی صلاحیتوں، بادشاہوں سے گفتگو کرنے کے ملکہ اور موقع شناسی کی عمدہ ترین مثال ہے۔

نیز دونوں روایات ہرقل کی بے پناہ ذہانت کا بھی پتہ دیتی ہیں کہ وہ نبی کریم ﷺ کی صفات سے بھی واقف تھا اور پیغمبر برحق کے حقوق کو بھی پہچانتا تھا، اسی لیے ابوسفیان کے ساتھ گفتگو کے بعد ہرقل نے یہ کہا تھا کہ ''یہ تو میں جانتا تھا کہ ایک پیغمبر آنے والا ہے مگر یہ

---

❶ روض الانف: ۱/۲۴۹

Marfat.com

نہیں جانتا تھا کہ وہ عربوں میں ظاہر ہوگا۔"

مسند احمد کی ایک روایت میں ہرقل کی طرف مکتوب گرامی کے بھیجے جانے کا ذکر ہے، سعید بن ابی راشد کہتے ہیں کہ تنوخی میرا پڑوسی تھا جو بے حد بوڑھا ہو چکا تھا، یہی حمص سے ہرقل کے خط کو دربار رسالت میں لے کر گیا تھا، ایک دن میری اس سے ملاقات ہوئی تو میں نے کہا کیا تم مجھے نبی کریم ﷺ اور ہرقل کے درمیان ہونے والی مراسلت کے بارے میں نہیں بتلاتے؟

تنوخی نے کہا، نبی کریم ﷺ جب (رومیوں کے ساتھ جنگ کرنے) تبوک تشریف لائے تو دحیہؓ کو گرامی نامہ دے کر ہرقل کے پاس بھیجا، ہرقل نے خط وصول کرتے ہی اپنے بطارقہ اور علماء کو محل میں جمع کیا اور دروازے بند کر دیے اور کہا تم لوگ دیکھ ہی رہے ہو کہ یہ صاحب (ہماری سرحدوں پر آ کر) پڑاؤ ڈال چکے ہیں اور انھوں نے اپنے قاصد کے ہاتھوں تین باتیں بھیجی ہیں کہ یا تو میں ان کے دین کی پیروی اختیار کرلوں یا ہم جزیہ قبول کر کے ان کی اطاعت کریں۔ اس طرح ہماری زمینیں ہمارے قبضے میں رہیں گی یا ہم ان کے ساتھ جنگ کے لیے تیار ہو جائیں، اللہ کی قسم! تم لوگ اپنی کتابوں میں یہ بات پڑھتے رہتے ہو کہ (اگر میں ان سے جنگ کروں گا، تو جنگ کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ) وہ میرے قدموں کے نیچے کی زمین پر قابض ہو جائیں گے، ہم ان کے دین کی اتباع کیوں نہ قبول کرلیں یا پھر جزیہ دے کر اپنی زمینوں پر قابض رہیں۔

ہرقل کی بات سنتے ہی حاضرین میں شور پڑ گیا اور سب نے بیک زبان کہا: آپ ہمیں نصرانیت چھوڑنے کی دعوت دے رہے ہیں یا پھر حجاز کے اعرابیوں کی غلامی قبول کرنے کو کہہ رہے ہیں؟ (ہم دونوں میں سے کسی بات کے لیے بھی ہرگز تیار نہیں) غرض جب ہرقل نے تاڑ لیا کہ یہ لوگ بے حد برہم ہیں اور باہر جا کر رعایا کو اس کے خلاف بھڑکائیں گے تو انھیں ٹھنڈا کیا، اور یہ کہہ کر انھیں رام کیا کہ میں تو تمھارے اپنے دین پر مضبوطی کا امتحان لے رہا تھا، پھر ایک تجربی نصرانی عرب کو دربار میں طلب کر کے اسے حکم دیا کہ ایسا شخص ڈھونڈ لاؤ جو

Marfat.com

عربی زبان پر قدرت رکھتا ہو، جس کے ہاتھوں میں ان صاحب کے خط کا جواب لکھ بھیجوں، اس تجیبی نے ہرقل کے سامنے مجھے پیش کیا۔ ہرقل نے اپنا جوابی خط میرے حوالے کر کے کہا: تم ان صاحب کے پاس جاؤ اور جو گفتگو ہو اس کو خوب یاد کر لینا، اور تین باتوں کا دھیان رکھنا، دیکھنا کہ آیا وہ میرے طرف بھیجے گئے خط کی بابت کوئی بات کرتے ہیں؟ اور دیکھنا کہ میرا خط پڑھنے کے بعد وہ رات کا ذکر کرتے ہیں اور ذرا ان کی پیٹھ بھی دیکھنا کہ تمھیں وہاں کوئی شئے نظر آتی ہے جو تمھیں کھٹکے۔

تنوخی کہتے ہیں میں خط لے کر تبوک جا پہنچا، اس وقت آپ ﷺ اپنے ساتھیوں میں بیٹھے تھے، میں نے پوچھا تمھارے صاحب کہاں ہیں، بتایا گیا کہ وہ بیٹھے ہیں، میں چلتا ہوا آپ ﷺ کے سامنے جا کر بیٹھ گیا اور ہرقل کا خط پیش کیا، آپ ﷺ نے خط لے کر گود میں رکھ لیا اور دریافت فرمایا: ''کس قبیلے سے ہو'' میں نے کہا تنوخ کا آدمی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم اسلام قبول نہیں کرتے جو دین حنیف ہے اور ملت ابراہیم علیہ السلام پر ہے؟ میں نے کہا، میں ایک قوم کا قاصد بن کر آیا ہوں اور ان کے دین پر ہوں جب تک میں ان کے پاس لوٹ نہ جاؤں (اور ان سے مشورہ نہ کر لوں) اس دین سے نہ ہٹوں گا۔ یہ سن کر آپ ﷺ مسکرا دیئے اور یہ آیت پڑھی:

﴿اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ ۝﴾ (القصص ۲۸ : ۵۶)

''(اے محمدؐ!) تم جس کو دوست رکھتے ہو اسے ہدایت عطا نہیں کر سکتے بلکہ خدا ہی جس کو چاہتا ہے ہدایت عطا کرتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے۔''

اے تنوخ کے بھائی! میں نے کسریٰ کو خط لکھا، اس نے خط کو پھاڑ ڈالا، اللہ اس کو اور اس کے ملک کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے اور میں نے نجاشی کو ایک صحیفہ لکھا، اس نے صحیفہ پھاڑ ڈالا، اللہ اس کو پھاڑ ڈالے گا اور میں نے تمھارے بادشاہ کو خط لکھا، اس نے اس سنبھال کر رکھا، جب تک زندگی میں خیر رہی لوگ اس میں سختی (اور طاقت) کو پائیں گے۔

Marfat.com

میں نے کہا: یہ ان تین باتوں میں سے ایک ہے جن کی میرے دوست نے مجھے تاکید کی تھی، چنانچہ میں نے اپنے ترکش سے تیر لے کر تلوار کی نیام پر لکھ لیا۔ پھر آپ ﷺ نے خط اپنی بائیں جانب کے ایک شخص کو دیا۔ ''میں نے پوچھا'' یہ خط پڑھنے والے صاحب کون ہیں؟ لوگوں نے بتلایا ''معاویہ۔'' (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے) خط (پڑھنا شروع کیا تو اس) میں یہ لکھا تھا:

آپ ﷺ مجھے اس جنت کی دعوت دیتے ہیں جو آسمانوں اور زمین جتنی بڑی ہے اور جو تقویٰ والوں کے لیے بنائی گئی ہے تو پھر جہنم کہاں ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سبحان اللہ! جب دن آجاتا ہے تو (بتلاؤ پھر) رات کدھر چلی جاتی ہے؟

تنوخی کہتے ہیں میں نے کمان سے ایک اور تیر لے کر اس کو بھی نیام پر لکھ لیا۔

خط پڑھنے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: تم قاصد ہو تمھارا (ہم پر) حق ہے، اگر ہمارے پاس تمھیں کچھ دینے کو ہوا تو ہم تمھیں انعام ضرور دیں گے کہ اس وقت ہم سفر میں ہیں اور ہمارا زادِ راہ بھی ختم ہونے کو ہے، اتنے میں لوگوں میں سے ایک شخص نے عرض کیا اس کو میں انعام دیتا ہوں۔ اس نے اپنے سامان سے ایک صفوری (اردنی) جوڑا نکال کر میری گود میں رکھ دیا۔ میں نے پوچھا، یہ انعام دینے والے کون صاحب ہیں؟ لوگوں نے بتلایا ''عثمانؓ بن عفان۔''

پھر آپ ﷺ نے فرمایا اس کی مہمان نوازی کون کرے گا؟ تو ایک انصاری نوجوان نے اٹھ کر کہا ''میں''، پھر میں اس انصاری نوجوان کے ساتھ اٹھ کر مجلس سے نکلنے لگا تو آپ ﷺ نے مجھے پکارا ''اے تنوخ کے بھائی ادھر آ، میں واپس پلٹا، اور اس جگہ جا کھڑا ہوا جہاں پہلے بیٹھا تھا۔ کیا دیکھا کہ اب آپ ﷺ نے کمر کے گرد بندھا کمر بند کھول دیا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اب وہ کام بھی کرلو جس کا تمھیں حکم ملا تھا۔ میں گھوم کر پیٹھ کی طرف گیا تو آپ ﷺ کے کندھے کی جگہ موٹی سینگنی کے بقدر ''مہر'' نبوت تھی۔'' ❶

❶ مسند الامام احمد: ۳/۴۴۱۔۴۴۲

Marfat.com

اس حدیث کے ایک راوی عباد بن عباد مہلبی کہتے ہیں میں نے سعید بن ابی راشد سے اس حدیث کو بیان کرنے والے راوی عبداللہ بن عثمان بن خثیم سے پوچھا: بھلا وہ نجاشی تو اسلام نہیں لے آیا تھا اور اس کی وفات کی خبر سن کر نبی کریم ﷺ نے اپنے اصحاب کے ساتھ اس کی غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھی تھی؟ تو عبداللہ نے کہا: کیوں نہیں مگر وہ نجاشی دوسرا ہے (جو اسلام لے آیا تھا) اور یہ نجاشی اور ہے (جس نے نامہ مبارک کو چاک کر ڈالا تھا)۔

سیرت ابن اسحاق میں خالد بن یسار سے روایت ہے، وہ ایک بوڑھے شامی سے بیان کرتے ہیں کہ رومی لشکروں کے خلاف نبی کریم ﷺ کے ارادوں کی بابت سن کر ہرقل شام سے قسطنطنیہ آیا اور لوگوں کو جمع کر کے کہا: لوگو! میں تمھارے سامنے چند باتیں پیش کرتا ہوں اور ان باتوں کی بابت جو میرا ارادہ ہے اس میں غور کر کے اپنی رائے بتلاؤ۔ لوگوں نے پوچھا ''وہ کون سی باتیں ہیں؟'' ہرقل نے کہا: خدا کی قسم! تم لوگ جانتے ہو کہ یہ خدا کے بھیجے ہوئے پیغمبر ہیں، ہم ان کا تذکرہ اپنی کتابوں میں لکھا پاتے ہیں اور وہاں ذکر کردہ ان کی صفات کو بھی پہچانتے ہیں، آؤ! ان کی پیروی کریں تا کہ ہمیں دنیا و آخرت کی سلامتی ملے، یہ سنتے ہی لوگ بھڑک اٹھے اور چیخ کر کہنے لگے، کیا ہم عربوں کی ماتحتی قبول کر لیں جبکہ ہمارا ملک ان سے بے حد عظیم ہے، ہماری افرادی قوت ان سے کہیں بڑھ کر ہے اور ہماری سرزمین ان سے بدرجہا بہتر ہے؟

اس پر ہرقل نے دوسری تجویز پیش کی کہ ''چلو انھیں جزیہ دے کہ ان کی قوت توڑتے ہیں تا کہ ان کے ساتھ جنگ کے خطرے سے مطمئن ہو جائیں'' لوگوں نے کہا: پھر تو انھیں خراج دے کر ہم نے ان کے سامنے ذلت اور پسپائی کو تسلیم کر لیا حالانکہ ہماری تعداد زیادہ ہے، ملک بڑا ہے اور شہر بے حد مضبوط ہیں؟ خدا کی قسم! ہم ایسا ہرگز نہ کریں گے۔ یہ جواب سن کر ہرقل نے تیسری تجویز پیش کی کہ ''چلو پھر یوں کر لیتے ہیں کہ میں [1] سوریہ کا خطہ انھیں

---

[1] اس زمانے میں رومی لوگ فلسطین، اردن، دمشق، حمص اور روم کی شہر پناہ سے پہلے پہلے کے علاقے کو سوریہ جبکہ اس سے درے کے علاقوں کو شام کہتے تھے۔

Marfat.com

دے دیتا ہوں تا کہ وہ شام کو میرے قبضے میں رہنے دیں۔"

لوگوں نے کہا کیا ہم انھیں سوریا کا وہ علاقہ دے دیں جو مملکت شام کا سب سے عمدہ علاقہ ہے۔ ہم ہرگز یہ بات نہیں مانیں گے۔ ہرقل نے ان کے انکار کی شدت کو دیکھتے ہوئے کہا خدا کی قسم! دیکھ لینا اگر تم اپنے شہروں میں رہتے ہوئے ان کے زیر فرمان ہو جاتے تو کامیاب رہتے، یہ کہہ کر وہ اپنے خچر پر سوار ہوا اور چل دیا، جب شہر بناہ کے پاس پہنچا تو رکا، سواری سے اترا اور شام کی طرف منہ کر کے کہا: اے سرزمین سوریہ تمھیں الوداعی سلام! یہ کہہ کر سوار ہوا اور قسطنطنیہ میں داخل ہوگیا۔ ❶

صحیح ابن حبان میں بھی ہرقل کو بھیجے جانے والے مکتوب کا قصہ مذکور ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون میرا یہ خط لے کر قیصر کے پاس جائے گا، اس کے بدلے میں اسے جنت ملے گی؟ ایک شخص نے عرض کیا چاہے وہ (اس سفارت میں) قتل نہ بھی ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چاہے وہ قتل نہ بھی ہو؟ یہ سن کر وہ آدمی گرامی نامہ لے جانے کے لیے تیار ہوگیا اور چل پڑا، اس کی قیصر سے اس وقت ملاقات ہوئی جب وہ (اپنی نذر پوری کرنے کے لیے) بیت المقدس آ رہا تھا۔ اس کے لیے لوگ فرش وقالین بچھاتے تھے جس پر وہ اکیلا چلتا تھا۔ صحابی نے وہ خط اس قالین پر ڈال دیا اور ایک طرف (لوگوں میں) کھڑا ہوگیا۔ جب قیصر وہاں پہنچا اور پڑا خط دیکھا تو اٹھا لیا اور جاثلیق ❷ کو بلایا۔

قیصر نے اسے خط پڑھ کر سنایا، پھر کہا اس خط کے بارے میں جتنا کچھ میں جانتا ہوں تم بھی جانتے ہو، پھر قیصر نے اعلان کیا: یہ خط لانے والا کون ہے، (سامنے آئے) اسے (جان کی) امان ہے۔ قاصد آگے بڑھا تو قیصر نے کہا جب میں (واپس) آؤں تو میرے پاس آنا، جب قیصر واپس آیا تو وہ صاحب ان کے پاس گئے، قیصر نے محل کے دروازے بند کروا دیئے، پھر ایک ڈھنڈورچی نے اعلان کیا کہ لوگو! سن لو، قیصر نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع قبول

---

❶ اخرجه ابن اسحاق وانظر فتح الباری: ۱/۴۳

❷ جاثلیق: مشرقی عیسائیوں کے ایک فرقے کا لاٹ پادری۔

Marfat.com

کرکے نصرانیت کوترک کردیا۔ یہ سب سنتے ہی شور کھڑا ہوگیا، سرکاری فوجیوں نے تلواریں ہاتھ میں لے کرمحل کا محاصرہ کرلیا۔

قیصر نے نبی کریم ﷺ کے قاصد سے کہا: یہ منظر تم اپنی آنکھوں سے دیکھ لو، (تمھارے پیغمبر ﷺ کا دین قبول کرنے میں) مجھے اپنی مملکت (کے جاتے رہنے) کا خوف ہے۔ ''پھر قیصر نے ڈھنڈورچی کو دوبارہ یہ اعلان کرنے کا حکم دیا'' کہ میں تم لوگوں سے (اور تمھارے دین سے) راضی ہوں، میں تو تم لوگوں کا امتحان لے رہا تھا کہ تم لوگ اپنے دین پر کتنے پختہ اور مضبوط ہو، اب جاؤ، چنانچہ لوگ لوٹ گئے۔

قیصر نے نبی کریم ﷺ کو جواب میں خط لکھا کہ میں مسلمان ہوگیا ہوں اور آپ ﷺ کی خدمت میں بہت سارے دینار بھیجے، نبی کریم ﷺ نے قیصر کا خط پڑھتے ہی فرمایا، اللہ کا دشمن جھوٹ کہتا ہے، یہ مسلمان نہیں ہوا، بلکہ اپنی نصرانیت پر قائم ہے، پھر اس کے بھیجے ہوئے دیناروں کو لوگوں میں تقسیم کردیا۔ ❶

ان روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے قیصر کو ایک سے زائد خطوط لکھے جن کو متعدد افراد مختلف مواقع پر لے کر گئے، دوسرے یہ بھی معلوم ہوا کہ قیصر ایک دانش مند، واقف کار اور تجربہ کار انسان تھا، جو تاریخ مذاہب، انبیاء کے خصائص اور سیرت، ان کی قوموں کا ان سے معاملہ اور اللہ تعالیٰ کی سنت سے بخوبی واقف تھا۔ ساتھ ہی نصرانیت کا کامل علم رکھتا تھا، اپنی مذہبی کتابوں کا ماہر اور ان میں لکھی نبی کریم ﷺ کی علامتوں اور نشانیوں کو جانتا تھا۔ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ نبی کریم ﷺ کے تشریف لے آنے کے بعد خود اس کا اور اس کی شہنشاہیت کا کیا انجام ہونے والا ہے اور آپ ﷺ کی دعوت اذنِ الٰہی سے کہاں کہاں تک پہنچنے والی ہے، وہ جانتا تھا کہ اب صلیب کا آفتاب غروب اور توحید کا پرچم بلند ہونے لگا ہے جس کی مزید تاکید اور تائید وتوثیق اس نے نبی کریم ﷺ کے قریبی ترین رشتہ دار ابوسفیان سے گفتگو کرکے حاصل کرنی تھی۔

---

❶ اخرجه ابن حبان في صحيحه: حديث رقم: ٤٥٠٤.

Marfat.com

ان خطوط سے نبی کریم ﷺ کی کمال فراست، مرتبہ شناسی اور لوگوں کے جاہ ومنصب کا پاس ولحاظ بھی عیاں ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے قیصر کو عظیم الروم کے لفظ کے ساتھ خطاب کیا، جس سے اس بات کی طرف اشارہ ہوتا ہے کہ کفار سے بھی مراسلت اور مکاتبت کرتے وقت مناسب القاب کے ساتھ ان کو خطاب کیا جائے، آپ ﷺ نے اس لفظ کے ساتھ خطاب کر کے خود قیصر کی بھی دلجوئی کی اور اس کی قوم کے مرتبہ کا بھی لحاظ رکھا، یہ آپ ﷺ کی حد درجہ عنایت، لطف اور مہربانی تھی۔ ان مکاتیب میں نبی کریم ﷺ نے ایمان کی ماہیت کو نہایت پر مغز اور مختصر لفظوں میں بیان کیا جو اس آخری دین کی غرض وغایت ہے اور وہ توحید ہے اور یہی وہ دعوت ہے جس کا تمام آسمانی مذاہب کے پیروکاروں کو بالخصوص اور سب انسانوں کو بالعموم اختیار کرنا واجب ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے اپنے مکتوب گرامی میں قرآن کریم کی یہ فیصلہ کن دعوت ہرقل کو پیش کی۔

﴿قُلْ يَاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا﴾ (آل عمران ۳ : ٦٤)

''کہو اے اہل کتاب! ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہم میں اور تم میں یکساں ہے وہ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کو نہ پوجیں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔''

یہ سب روایات بتلاتی ہیں کہ ہرقل اور اس کی مملکت کے علماء اور بطارقہ سب کو اس بات کا پختہ یقین تھا کہ اسلام کا کلمہ پھیل کر رہے گا حتیٰ کہ اسلام ان کے قدموں تلے کی زمین پر بھی قابض ہو جائے گا اور عنقریب مجاہدین اسلام کے ہاتھوں ان کی مملکت کا فیصلہ ہونے والا ہے، ان کی عظمتوں کا آفتاب شکستوں کے افق میں غروب ہونے والا ہے اور اس کی وجہ بالکل واضح ہے کہ اسلام ایک مکمل دین ہے جو انسانوں کی دینی ودنیاوی سب ضرورتوں کو پورا کرتا ہے کیونکہ اسلام کی بنیاد دعوت الی اللہ اور روز آخرت پر ایمان ہوتا ہے، اسلام نماز قائم کرنے، سچ بولنے، صدقہ خیرات کرنے، پاکدامنی، اور وفا اختیار کرنے اور غدر وخیانت سے بچنے کی دعوت دیتا ہے۔ اسلام کے یہ بنیادی اور مستحکم اصول ہر نفس کے لیے سعادتوں اور

Marfat.com

خوشیوں کا پیغام ہیں اور ایک نیک صالح اور پاکیزہ معاشرہ انھی اعلیٰ قدروں اور بلند ضابطوں پر استوار ہوتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے سفارت کے لیے ان افراد کو منتخب فرمایا جو اہل علاقہ کی زبان میں گفتگو کرنے کا ملکہ رکھنے، دقت نظر، معاملہ شناسی حالات کی گہری واقفیت، دلائل کے ساتھ بات چیت کرنے کی صلاحیت سے آراستہ اور عقل وداشمندی کے زیور سے مزین ہونے کے ساتھ ساتھ ظاہری حسن وجمال اور خلق وخلق کے کمال کے بھی مالک تھے۔

ہرقل کے نام بھیجے جانے والے مکتوب گرامی کی تاریخ:

رومی بادشاہ ہرقل کو بھیجے جانے والا مکتوب گرامی اسپین میں ساتویں صدی ہجری تک محفوظ تھا، جس کا پتہ چھٹی صدی ہجری کے مشہور مورخ علامہ سہیلی نے دیا ہے۔ علامہ سہیلی کے بقول قیصر کی نسل نے اس خط کے ساتھ بڑا حساس رویہ رکھا، اس کی حفاظت اور تعظیم وتکریم کی انتہا کر دی۔ اس خط کو ایک نہایت قیمتی صندوق میں رکھا، ہر ایک نے اگلی نسل کو اس کی حفاظت کی کڑی تاکید کی۔ آخر میں یہ ''اذفونش'' کے پاس تھا جس نے طلیطلہ پر قبضہ کر لیا تھا اور متعدد اسلامی علاقوں کو بھی زبردستی اپنی قلم رو میں داخل کر لیا تھا۔ بعد میں یہ خط ''اذفونش'' کے نواسے ''سلطین'' کے پاس رہا۔

علامہ سہیلی لکھتے ہیں کہ مجھے خود اس شخص نے بیان کیا جس نے یہ خط خود مسلم جرنیل عبدالملک بن سعید کے پاس دیکھا تھا۔ راوی کے بقول خط ریشم میں لپٹا ہوا تھا اور جب اس نے خط کھول کر دیکھنا اور اسے چومنا چاہا تو عبدالملک نے ہاتھ پکڑ کر اسے ایسا کرنے سے روک دیا کہ کہیں یہ خط خراب نہ ہو جائے۔

بہر حال یہ واقعات علامہ سہیلی کے ۵۸۱ھ میں وفات پا جانے سے پہلے کے ہیں: جبکہ نویں صدی ہجری کے مشہور محدث اور بخاری شریف کے شارح علامہ ابن حجر ۸۵۲ھ لکھتے ہیں کہ:

''امیر سیف الدین منصوری فرماتے ہیں کہ مجھ کو ایک دفعہ شاہ منصور نے کچھ ہدایات

Marfat.com

دے کر شاہ مغرب کے پاس بھیجا۔ شاہ مغرب نے ایک سفارش کی غرض سے مجھے شاہ فرنج کے پاس بھیجا جو قیصر روم کی اولاد میں سے تھا۔ جب میں نے شاہ فرنج کے پاس سے واپسی کا ارادہ کیا تو اس نے ٹھہرنے کی بابت اصرار کیا اور یہ وعدہ کیا کہ اگر ٹھہر جائیں تو اسے ایک عظیم الشان اور نادر چیز دکھلاؤں گا، چنانچہ میں ٹھہر گیا، شاہ نے ایک صندوق منگایا جس پر سونے کے پترے جڑے ہوئے تھے، اس میں سے ایک سونے کا قلم دان نکالا اور اس کو کھولا تو اس میں سے ایک خط نکلا جو ریشم میں لپٹا ہوا تھا، اس خط کے اکثر حروف اڑ چکے تھے۔ بادشاہ نے کہا، یہ آپ کے پیغمبر ﷺ کا خط ہے جو ہمارے دادا قیصر کے نام ہے اور جو وراثتاً ہم تک پہنچا ہے اور ہمارے دادا نے یہ وصیت کی تھی کہ جب تک یہ والا نامہ تمھارے پاس محفوظ رہے گا اس وقت تک تمھاری سلطنت باقی رہے گی، لہٰذا ہم اپنی سلطنت کی بقا اور سلامتی کی وجہ سے اس خط کی بے حد حفاظت اور تعظیم وتکریم کرتے اور اس کو نصاریٰ سے پوشیدہ رکھتے ہیں۔'' ❶

اسی واقعہ کو دسویں صدی ہجری کے مشہور محدث علامہ قسطلانی متوفی ۹۲۳ھ ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں:

''کہا جاتا ہے کہ الملک المنصور قلاؤن الصالحی کے زمانے میں شاہ افرنگ نے سیف الدین قلج کے سامنے ایک سنہری صندوق کھولا اور اس میں سے سنہری لفافہ نکالا، پھر اس میں سے ایک خط نکالا جس کے اکثر حروف مٹ چکے تھے اور کہا کہ یہ تمھارے نبی ﷺ کا مکتوب میرے دادا قیصر کے نام تھا جسے ہم بحفاظت رکھتے چلے آرہے ہیں اور ہمارے اجداد نے ہمیں یہ وصیت کی ہے کہ جب تک یہ مکتوب ہمارے پاس رہے گا تب تک ہماری بادشاہت بھی رہے گی اس لیے ہم لوگ اس کی اچھی طرح حفاظت کرتے ہیں۔ ❷

اس بات کی تائید کہ قیصر اور اس کی اولاد نے اس خط کی خوب حفاظت کی، ان روایات سے بھی ہوتی ہے جن کو گذشتہ صفحات میں بیان کیا جا چکا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مکتوب

---

❶ دیکھیں فتح الباری: ۱/۴۴.

❷ ارشاد الساری شرح صحیح البخاری: ۱/۸۱.

Marfat.com

گرامی کے ساتھ قیصر کے تعظیمی رویے کا حال سن کر فرمایا تھا کہ اللہ اس کے ملک کو سلامت رکھے گا۔

ابن زرع نے ''روض القرطاس'' میں کتب تاریخ کے حوالے سے ٦٠٦ھ کے واقعات کے ضمن میں لکھا ہے کہ ملک الناصر لدین اللہ محمد بن یعقوب منصور موحدی غزوۂ اندلس پر لشکر اسلام لے کر روانہ ہوا۔ اذفونش نے جب منصور کی لشکر کشی کا حال سنا تو اپنا ایک خصوصی ایلچی بھیج کر بادشاہ سے ملنے کی اجازت طلب کی۔ اجازت ملنے پر اذفونش متعدد تحائف وہدایا لے کر اپنی اہلیہ اور خواص کے ہمراہ بادشاہ کو ملنے جا پہنچا، سلام دعا کرنے، خیر خیریت پوچھنے اور تحفے ہدیے پیش کرنے کے بعد اذفونش نے ملک منصور کے سامنے نبی کریم ﷺ کا وہ خط رکھا جو آپ ﷺ نے ان کے جداعلیٰ قیصر روم کو لکھا تھا۔ یہ خط دکھلا کر اذفونش نے اس بات کی درخواست پیش کی یہ ملک نسل در نسل ان کے پاس چلا آ رہا ہے اور اس کی وجہ اور برکت یہ خط ہے جس کو ہماری نسلیں محفوظ رکھے ہوئے ہیں، یہ خط سبز ریشم کے عطر بیز غلاف میں لپٹا ایک مطلا صندوق میں رکھا تھا۔ غرض اذفونش نے مکتوب گرامی کے ساتھ اس تعظیمی وتکریمی رویے کا واسطہ دے کر ملک منصور سے اس بات کی التجا کی کہ میرے ملک پر لشکر کشی نہ کی جائے اور میرا ملک میرے پاس رہنے دیا جائے۔ ❶

ابن فضل اللہ عمری متوفی ٧٤٧ھ نے بھی "التعریف بالمصطلح الشریف" میں اذفونش کے قاصد کی زبانی اس کے ترجمان صلاح الدین ناصری کے واسطے سے بیان کیا ہے کہ فاتح شام اذفونش قیصر کی اولاد میں سے تھا اور نبی کریم ﷺ کا قیصر کو لکھا مکتوب گرامی ان میں وراثتاً چلا آ رہا تھا۔ ان لوگوں نے گرامی نامے کو نہایت قیمتی ریشم میں لپیٹ کر تیز خوشبوؤں میں بُسا کر ایک مطلا قیمتی صندوق میں محفوظ رکھا ہوا تھا جو ابھی تک ان کے پاس تھا۔ نہ تو وہ لوگ نکال کر کسی کو وہ گرامی نامہ دکھاتے تھے اور نہ کسی کو دیکھنے کی اجازت دیتے۔ اس کا بے حد اکرام کرتے اور ہر اگلی نسل کو اس کی حفاظت اور تعظیم وتکریم کی وصیت کرتے۔ ❷

---

❶ دیکھیں التراتیب الاداریه للسیر عبدالحئی الکتانی: ١٥٨١. ❷ التراتیب الاداریة: ١/١٦٠.

Marfat.com

بہرحال نبی کریم ﷺ کا یہ گرامی نامہ دریافت ہو چکا ہے۔ متعدد کتب میں اس کا عکس بھی شائع ہو چکا ہے۔ تازہ ترین اطلاع کے مطابق یہ خط شاہ حسین ملک شرق اردن کے پاس موجود ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ حیدر آبادی ثم فرانسیسوی نے اپنی گراں قدر کتاب "L.eprophete de islam" میں اس کی تاریخی حیثیت پر سیر حاصل گفتگو کی ہے اور اس کی تصویر بھی شائع کی ہے۔ ڈاکٹر مرحوم مستشرقین کے اعتراضات پر تفصیلی کام کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"نبی کریم ﷺ کے اس مکتوب گرامی کا اصل نسخہ دریافت ہو چکا ہے، برطانیہ میں لندن کے عجائب گھر کے ماہرین کے مطابق یہ خط ہرن کی جھلی (رق) پر تحریر ہے اور اس کا استعمال عہد رسالت میں معروف تھا۔" ❶

اس کی مزید تفصیل کے لیے ڈاکٹر مرحوم کی شہرۂ آفاق کتاب "الوثائق السياسية" کا مطالعہ بے حد مفید ہے۔

فوائد ولطائف:

۱: خط کی ابتداء اللہ جل جلالہ کے نام سے ہونی چاہیے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے مکتوب گرامی میں کیا اور ایسا ہی سیدنا سلیمان علیہ السلام نے ملکہ بلقیس کو خط لکھتے ہوئے کیا۔

۲: خط بھیجنے والا پہلے اپنا نام لکھے پھر مکتوب الیہ کا، مگر اس کے برعکس کرنا بھی جائز ہے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے عریضے میں پہلے آپ ﷺ کا پھر اپنا نام لکھا۔

۳: آپ ﷺ نے اپنے نام کے ساتھ لفظ "عبداللہ" کا اضافہ فرما کر نصاریٰ کے فاسد عقیدۂ الوہیتِ مسیحؑ کے ابطال کی طرف اشارہ فرمایا کہ جتنے بھی پیغمبر آئے سب اللہ کے بندے تھے اور سب پیغمبر اپنے بندے ہونے کا اقرار کرتے رہے ہیں، معاذ اللہ! حضرت مسیح خدا نہ تھے بلکہ وہ بھی اللہ کے محترم اور عاجز بندے تھے۔

۴: ہرقل کے نام کے ساتھ "عظیم الروم" کا لفظ لکھ کر اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ

❶ حواله بالا: ۱/۳۲۵.

Marfat.com

کفار کے ساتھ مراسلت ومکاتبت میں ان کے مراتب کوملحوظ رکھا جائے۔

۵: "سلام علی من اتبع الھدی" میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ سلامتی ہدایت کے پیروکاروں کے لیے ہے۔ اگر وہ ہدایت اختیار نہیں کرتے تو انھیں سلامتی بھی نہ ملے گی، یہیں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ کفار کو مطلقاً سلام نہ لکھا جائے بلکہ مشروط یعنی ہدایت اختیار کر لینے کی شرط کے ساتھ سلام لکھا جائے۔

۶: آپ ﷺ نے اس خط میں قیصر کو لکھا "اسلم تسلم یؤتك الله اجرك مرتین" "اسلام لے آ سلامت رہے گا، اللہ تجھے دہرا اجر دے گا" ایک اجر اپنے نبیؑ سابق پر ایمان لانے کا اور دوسرا اجر نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ پر ایمان لے آنے کا، جیسا کہ قرآن کریم میں بھی ارشاد ہے:

﴿اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ﴾ (القصص ۲۸ : ٥٤)

"ان لوگوں کو دوگنا اجر دیا جائے گا۔"

۷: "اگر تو ایمان نہ لائے گا تو رعایا کا گناہ تیری گردن پر ہوگا" میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جو شخص کسی کی بے ہدایتی یا گمراہی کا سبب بنے گا اس کا گناہ بھی اس کے سر ہوگا جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿وَ لَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَ اَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ﴾ (العنکبوت ۲۹ : ۱۳)

"اور یہ اپنے بوجھ بھی اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ اور (لوگوں کے) بوجھ بھی (اٹھائیں گے)۔

۸: ہرقل خوب جانتا تھا کہ آپ ﷺ وہی نبی ہیں جن کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی ہے، لیکن اس کے باوجود وہ اسلام نہیں لایا جس سے معلوم ہوا کہ اسلام جاننے اور پہچاننے کا نام نہیں بلکہ ماننے اور تسلیم کرنے کا نام ہے۔ لہٰذا جو شخص آپ ﷺ کو نبی جانتا ہو مگر مانتا نہ ہو تو وہ شخص ہرگز مسلمان نہیں، اس لیے علماء کا محقق قول یہ ہے کہ شاہ روم ہرقل المعروف قیصر دولت اسلام سے سرفراز نہ ہوا تھا۔

Marfat.com

جیسا کہ گذشتہ صفحات میں مسند امام احمد کے حوالے سے ایک روایت نقل کی جا چکی ہے کہ ہرقل نے تبوک سے ایک خط آنحضرت ﷺ کو لکھا تھا جس میں یہ لکھا تھا کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ شخص جھوٹا ہے جو ابھی تک اپنی نصرانیت پر قائم ہے۔

ہرقل کو جناب رسول اللہ ﷺ کا والا نامہ اس وقت ملا جب وہ ایران پر فتح پانے کی خوشی میں ایک عظیم الشان جشن منعقد کر کے خوشیوں کے شادیانے بجا رہا تھا جس میں اسے اللہ کا شکر بجا لانے پر اسلام قبول کرنے کی دعوت دی گئی تھی لیکن افسوس کہ ہرقل نے اپنے دامن میں یہ ابدی سعادت سمیٹنے کا موقع گنوا دیا۔ بعد میں ہرقل اپنی سستی وغفلت اور آرام طلبی وعیش پرستی کے اس حال میں آ گیا جس میں پہلے تھا یہاں تک کہ مجاہدین اسلام نے اس سلطنت کے زوال کا فیصلہ کر دیا اور ایشیا و افریقہ سے اس کا خاتمہ ہو گیا اور یہ وسیع سلطنت صرف ایشیائے کوچک اور یورپ میں منحصر ہو کر رہ گئی۔ بہرحال ہرقل کا شمار اپنے زمانے کے عظیم شہنشاہوں میں ہوتا تھا، سلطنت کے رقبہ و وسعت، جنگی طاقت اور تمدنی ترقی میں اگر کوئی اس کا ہم سر اور ہم مرتبہ تھا تو وہ ایرانی شہنشاہ خسرو دوم تھا۔ ۶۴۱ء میں ہرقل کا قسطنطنیہ میں انتقال ہوا اور وہیں مدفون ہوا۔

Marfat.com

مقوقس کے نام

مقوقس اسکندریہ کا گورنر اور مصر میں بازنطینی شہنشاہ کا نائب سلطنت (Viceroy) تھا۔ عرب مورخ زیادہ تر اس کو مقوقس کے نام سے ہی یاد کرتے ہیں۔ اس کے اصلی نام اور کنیت میں بڑا اختلاف ہے۔ چھٹی صدی ہجری (۱۲۰۰ء) کے مورخ ابوصالح نے اپنی تاریخ میں اس کا نام ''جرتج بن مسینا المقوقس'' ذکر کیا ہے۔ ابن خلدون نے اس کو قبطی جبکہ مقریزی نے ''رومی'' لکھا ہے۔

جب ایرانیوں نے مصر پر حملہ کیا تو بازنطینیوں کے مقرر کردہ گورنر John the Almoner نے راہ فرار اختیار کی اور اسکندریہ سے بھاگ کر قبرص میں چلا آیا اور وہیں انتقال کر گیا۔ قیصر نے اس کی جگہ جارج نامی شخص کو اپنا نائب مقرر کیا، شاید یہ وہی شخص ہو جس کو عرب جرتج کہتے ہیں، قیصر نے اس کو ۶۲۱ء میں سربراہ سلطنت بھی مقرر کیا۔

الفریڈ جے ہٹلر (Alfred J.Butler) لکھتا ہے کہ ''عربوں کے خیال میں مصر کے اس دوسرے گورنر کا لقب مقوقس تھا، وہ بیک وقت ملک کا حاکم اور کلیسا کا سربراہ تھا، اسی لیے انھوں نے جارج کے لیے مقوقس کا لقب تجویز کیا، الفریڈ اس کو ترجیح دیتا ہے کہ مقوقس نام نہیں بلکہ لقب ہے جو قدیم قبطی زبان کا لفظ ہے، یہ بھی ممکن ہے کہ ایرانیوں کے مصر پر غلبہ اور اقتدار کے وقت کسی قبطی لاٹ پادری نے کلیسا کی سربراہی اور زمام اقتدار دونوں ہاتھ میں لے لی ہوں۔ تاہم صلح نامہ ۶۲۸ء میں لکھا گیا، اس لیے ممکن ہے کہ نبی کریم ﷺ کا مکتوبِ گرامی مقوقس کے نام اسی عرصے میں پہنچا ہو جب مصر کا حاکم تقریباً خود مختار تھا۔ ❶

---

❶ ملاحظہ ہو: ''عربوں کی فتح مصر از ''الفریڈ ہٹلر' مصر کے اس گورنر کا نام بعض کتابوں میں الجد کیروس یا قیدس بتایا گیا ہے۔

Marfat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

مِنْ مُحَمَّدٍ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ اِلَى "الْمِقَوْقَسِ" عَظِيْمِ الْقِبْطِ

سَلَامٌ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى اَمَّا بَعْدُ!

فَاِنِّىْ اَدْعُوْكَ بِدِعَايَةِ الْاِسْلَامِ، اَسْلِمْ تَسْلَمْ، يُؤْتِكَ اللّٰهُ اَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ فَاِنْ تَوَلَّيْتَ فَاِنَّ عَلَيْكَ اِثْمَ الْقِبْطِ "يَا اَهْلَ الْكِتَابِ! تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ۔"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول کی جانب سے مقوقس عظیم قبط کے نام، سلام ہو اس پر جو ہدایت کا اتباع کرے، اس کے بعد!

''میں تم کو دین اسلام کی دعوت دیتا ہوں، اسلام لے آؤ سلامت رہو گے، اللہ تم کو دوہرا اجر دے گا اور اگر تم نے نہ مانا تو تمام قبط کے حق قبول نہ کرنے کا گناہ تمھارے سر ہوگا، اے اہل کتاب! ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہم میں اور تم میں یکساں ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی اللہ کو چھوڑ کر کسی کو معبود نہ بنائے، اور اگر تم نہیں مانتے تو گواہ رہو کہ ہم ماننے والے (یعنی مسلم) ہیں۔''

اس تحریر کے بعد نبی کریم ﷺ کی مہر لگی ہوئی ہے۔

یہ خط حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کے حوالے کر کے انھیں مقوقس کی طرف روانہ کر دیا گیا، آپ رضی اللہ عنہ اول مصر پہنچے، وہاں جا کر معلوم ہوا کہ بادشاہ اسکندریہ میں ہے تو اسکندریہ کے لیے عازم سفر ہوئے، اسکندریہ پہنچ کر بادشاہ کو لب دریا ایک جھروکے میں بیٹھا پایا۔ انھوں نے نیچے سے اسے نامہ مبارک کے متعلق اشارہ سے بتلایا تو بادشاہ نے اندر بلانے کا حکم دیا۔ اندر پہنچے، والا نامہ پیش کیا، مقوقس نے بصد عزت واحترام والا نامہ لیا اور پڑھا۔

Marfat.com

بعد میں بادشاہ نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کو شاہی مہمان خانے میں ٹھہرایا، چند روز بعد تمام بطارقہ، زعماء اور عمائدین وقائدین کو جمع کر کے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کو بلایا اور کہا ''میں (ان لوگوں کے سامنے) تم سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں، سوچ سمجھ کر جواب دینا، حاطب رضی اللہ عنہ نے کہا ''ٹھیک ہے۔''

مقوقس: جن کا تم خط لے کر آئے ہو کیا وہ نبی نہیں ہیں؟

حاطب: کیوں نہیں، وہ اللہ کے رسول ہیں۔

مقوقس: اگر وہ واقعی اللہ کے رسول ہیں تو جس وقت ان کی قوم نے انھیں مکے سے نکالا تو انھوں نے ان کے حق میں بددعا کیوں نہیں کی کہ وہ ہلاک ہو جاتے؟

حاطب: کیا تم اس بات کی گواہی نہیں دیتے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے رسول تھے۔

مقوقس: کیوں نہیں، بے شک وہ اللہ کے رسول تھے۔

حاطب: جب وہ اللہ کے رسول تھے تو جس وقت ان کے دشمنوں نے انھیں سولی دینے کا ارادہ کیا تو حضرت مسیح علیہ السلام نے اس وقت ان کے حق میں بددعا کیوں نہ کی کہ اللہ ان سب کو ہلاک کر دیتا، یہاں تک کہ اللہ نے حضرت مسیح علیہ السلام کو اپنے پاس اوپر آسمانوں میں اٹھا لیا؟

مقوقس: بے شک تو حکیم ہے اور حکیم کے پاس سے آیا ہے۔

مقوقس حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کے اس حکیمانہ اور مدبّرانہ جواب کو سن کر خاموش ہو گیا، بعد ازاں حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے دربار میں سب کے سامنے تقریر کرتے ہوئے کہا:

آپ جانتے ہیں کہ اسی مصر میں ایک شخص ہو گزرا ہے جو خود کو رب اعلیٰ گمان کرتا تھا، مگر اللہ نے پکڑ کر اس کو تباہ و برباد کر دیا، تمھیں اس کے انجام سے عبرت حاصل کرنی چاہیے، ایسا نہ ہو کہ (اس کی طرح) تم (بھی) دوسروں کے لیے درس عبرت بن جاؤ۔

ہوش سے سنو! ہمارا دین (جس کی میں تمھارے پاس دعوت لے کر آیا ہوں) تمھارے دین سے بدرجہا بہتر ہے، یہ دین اسلام ہے جس کی بابت رب تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ اس کو تمام دینوں پر غالب کر کے رہے گا، باقی سارے دین اس دین کے سامنے کمزور ہو

Marfat.com

جائیں گے۔ نبی کریم ﷺ نے مبعوث ہو کر لوگوں کو اس دین کی دعوت دی ہے، اس دین کی بابت قریش سب سے زیادہ سخت، یہود سب سے زیادہ دشمن اور نصاریٰ سب سے زیادہ قریب تر ثابت ہوئے۔

اللہ کی قسم! موسیٰ کا عیسیٰ کی بشارت دینا ایسا ہی ہے جیسے عیسیٰ کا محمد ﷺ کی بشارت دینا ہے اور ہمارا تم کو قرآن کی طرف دعوت دینا ایسا ہی ہے جیسے تم اہل تورات کو انجیل کی طرف دعوت دیتے ہو، ہر قوم اسی نبی کی امت ہے جس نبی کو وہ پائے اور اس کے ذمے اس نبی کی اطاعت کرنا لازم وواجب ہے، اے بادشاہ! تو بھی انھی لوگوں میں سے ہے جنھوں نے اس نبی کا زمانہ پایا ہے (جس کی دعوت لے کر میں تمھارے پاس آیا ہوں) ہم تم کو دین مسیح علیہ السلام سے نہیں روکتے بلکہ حکم دیتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا اتباع کرو۔

مقوقس نے نہایت توجہ سے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کا خطاب سنا پھر جواب دیتے ہوئے کہا: ''میں نے اس نبی کے بارے میں خوب سوچا تو میرے سامنے یہ حقیقت آشکار ہوئی کہ وہ اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے ہیں، قابل نفرت چیزوں کا حکم نہیں دیتے اور مرغوب وپسندیدہ چیزوں سے روکتے نہیں، نہ وہ جادوگر ہیں اور نہ گمراہ، اور نہ کاہن اور دروغ گو ہیں، مجھے ان میں نبوت کی علامات ملی ہیں جیسے غیب کی خبریں دینا، میں ان کے معاملے میں غور کردوں گا۔

پھر ہاتھی دانت کی ایک قیمتی ڈبیہ منگوا کر مکتوب گرامی بصد احترام اس میں رکھا اور خازن کو بلا کر اسے بحفاظت رکھنے کا حکم دیا، پھر اپنا کاتب بلوایا اور بزبان عربی خدمت اقدس میں اپنا جواب تحریر کرایا جس کی عبارت یہ ہے:

بسم الله الرحمن الرحيم

لِمُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ مِنَ الْمِقَوْقَسِ عَظِيْمِ الْقِبْطِ۔ سَلَامٌ عَلَيْكَ، اَمَّا بَعْدُ!

فَقَدْ قَرَأْتُ كِتَابَكَ وَفَهِمْتُ مَا ذَكَرْتَ فِيْهِ وَمَا تَدْعُوْ اِلَيْهِ، وَقَدْ

Marfat.com

عَلِمْتُ اَنَّ نَبِيًّا بَقِیَ ، وَكُنْتُ اَظُنُّ اَنَّهُ يَخْرُجُ بِالشَّامِ۔
وَقَدْ اَكْرَمْتُ رَسُوْلَكَ ، وَبَعَثْتُ اِلَيْكَ بِجَارِيَتَيْنِ لَهُمَا مَكَانٌ فِی الْقِبْطِ عَظِيْمٌ ، وَبِكِسْوَةٍ وَبَغْلَةٍ لِتَرْكَبَهَا ، وَالسَّلَامُ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

یہ خط محمد بن عبداللہ کے نام، مقوقس قبط کے سردار کی طرف سے ہے، آپ ﷺ پر سلام ہو، امابعد!

میں نے آپ ﷺ کا خط پڑھا اور جو کچھ آپ ﷺ نے اس میں لکھا اور جس بات کی آپ ﷺ نے دعوت دی اس کو سمجھا۔ اس بات کا تو مجھے یقین تھا کہ ابھی ایک نبی کا آنا باقی ہے تاہم میرا گمان یہ تھا کہ شاید اس کا خروج شام سے ہو (مگر وہ تو عربوں میں مبعوث ہوئے)۔

میں نے آپ ﷺ کے قاصد کا اکرام واحترام کیا، آپ ﷺ کی خدمت میں دو باندیاں جن کا قبطی قوم میں بڑا مرتبہ ہے، کچھ کپڑے اور سواری کے لیے ایک خچر بھیجا ہے، والسلام!

ان دو باندیوں میں سے ایک کا نام ماریہ قبطیہؓ تھا جو آپ ﷺ کے حرم میں داخل ہوئیں، انھی کے بطن سے آپ ﷺ کے صاحب زادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے، جبکہ دوسری باندی کا نام سیرینؓ تھا جو آپ ﷺ نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمادی تھی، اور یہ وہی مشہور خچر ہے جس کا نام دلدل تھا۔

مقوقس نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کا بھی بے حد اکرام کیا، خط حوالے کرا کے انھیں سو دینار اور پانچ جوڑے بھی عنایت کیے، اور ساتھ ہی یہ پیغام بھی بھیجا کہ بے شک آپ ﷺ ہی وہ نبی ہیں جن کی گذشتہ پیغمبروں نے بشارت دی ہے مگر قبطی لوگ اس بابت ایک حرف بھی سننے کو تیار نہیں اور نہ ہی وہ اس امر میں میرا کہنا مانیں گے، مگر اپنے ملک کے بارے میں میرا پکا خیال ہے کہ عنقریب میرے ہاتھوں سے جاتا رہے گا اور تمھارے صاحب ان شہروں پر غلبہ

Marfat.com

پالیں گے اور ان کے بعد ان کے ساتھی میرے اس میدان میں آ اتریں گے (یعنی میرے ملک کو فتح کرلیں گے، اب آپ میرے پاس سے چلے جایئے۔

مقوقس کو نبی کریم ﷺ کی رسالت کی صداقت وحقانیت کا یقین تھا مگر اس کے باوجود ایمان کی دولت سے محروم اور نصرانیت پر قائم رہا۔ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ پانچ دن رہ کر خدمت اقدس میں مدینہ پہنچے، سب احوال گوش گزار کیے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا مقوقس نے ملک اور سلطنت کی وجہ سے اسلام قبول نہیں کیا لیکن اس کا ملک اور سلطنت باقی نہ رہیں گے:

''چنانچہ ایسا ہی ہوا، عہد فاروقی میں مسلمانوں نے مصر فتح کرلیا۔ ❶

علامہ زیلعی نے ابوعمر کے واسطے سے نقل کیا ہے کہ گمان غالب ہے کہ مقوقس اسلام نہیں لایا تھا۔ ❷

نبی کریم ﷺ نے مقوقس کے بھیجے ہوئے ہدایا قبول فرمائے جو باندیوں، کپڑوں اور سفید خچر پر مشتمل تھے۔ ان دنوں خطۂ عرب میں سفید خچر نہیں پایا جاتا تھا۔

امام طحاوی نے بھی ''مشکل الآثار ۱۱/۱۳۶'' میں تحائف کی مذکورہ بالا تفصیل کا ذکر کیا ہے، ''روض الانف'' میں امام سہیلی نے سیّدہ ماریہ رضی اللہ عنہا کا پورا نام ''ماریہ بنت شمعون'' ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ ''مابور'' نامی ایک غلام اور شیشے کے ایک برتن کا بھی ذکر کیا ہے جس میں آپ ﷺ پانی نوش فرمایا کرتے تھے، جبکہ ''سبل الھدی ۱۱/۳۴۹'' میں ایک گدھے، ''لزلز'' نامی، ایک گھوڑے اور مابور کے خصی ہونے کا بھی ذکر ہے۔ علامہ ابن جوزیؒ نے باندیوں کی تعداد چار اور گدھے کا نام عفیر ذکر کیا ہے۔ (وفاء الوفاء: ۲/۷۱۷)

علامہ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ مقوقس نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کو بلا کر کہا، میں تم سے تین باتیں پوچھوں گا، حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے کہا، تم جو بھی پوچھو گے میں ان کا درست جواب دوں گا، مقوقس نے کہا: محمد ﷺ کس بات کی دعوت دیتے ہیں؟

---

❶ علامہ ابن تیمیہؒ نے ''الجواب الصحیح ۱/۹۹، ۱۰۰'' میں یہ تمام واقعات نقل کیے ہیں۔

❷ طبقات ابن سعد: ۱/۲۶۰.

Marfat.com

حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا، یہ کہ ایک اللہ کی عبادت کرو اور وہ ہمیں دن رات میں پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم دیتے ہیں اور روزہ رکھنے، بیت اللہ کا حج کرنے، عہدوں کو نبھانے کا حکم دیتے ہیں اور مردار اور خون کھانے سے منع کرتے ہیں۔

مقوقس نے کہا، میرے سامنے ان کا حلیہ (اور اخلاق) بیان کرو۔

حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مختصراً حلیہ اور اوصاف بیان کر دیئے، مقوقس نے کہا، تم نے بعض باتیں ذکر نہیں کیں، پھر خود ہی بتلانے لگا کہ ان کی دونوں آنکھوں کے بیچ میں ایک سرخی (یعنی سرخ لکیر اور رگ) ہے جو بہت کم جدا ہوتی ہے، اور ان کے دونوں کندھوں کے درمیان نبوت کی مہر ہے، گدھے پر سواری کر لیتے ہیں، عمامہ باندھتے ہیں، صرف کھجوروں پر بھی گزارہ کر لیتے ہیں اور نڈر ہو کر ہر ایک کا مقابلہ کرتے ہیں خواہ اپنا ہو یا پرایا۔

پھر کہا: یہ تو میں جانتا تھا کہ ابھی ایک نبی کا آنا باقی ہے مگر میرا گمان تھا کہ وہ ملک شام میں ظاہر ہوں گے کہ گذشتہ انبیاء اسی سرزمین میں ظاہر ہوئے ہیں جبکہ یہ پیغمبر تو عربوں کی سخت اور تنگی والی زمین میں ظاہر ہو گئے ہیں، قبط ان کی ہرگز اطاعت نہ کریں گے، وہ عنقریب شہروں پر قبضہ کر لیں گے اور ان کے بعد ان کے اصحاب ہمارے اس دامن میں اتر آئیں گے اور یہاں پر قبضہ کر لیں گے، میں اہل قبط کو ان باتوں میں سے ایک بات یہ بھی نہ بتلاؤں گا اور نہ مجھے یہ بات ہی پسند ہے کہ کسی دوسرے کو میری اور تمھاری اس گفتگو کا علم ہو۔

بعض روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مقوقس نے مکتوب گرامی وصول کر کے اس کو بصد احترام اپنے سینے سے لگایا۔ ❶

ابن نعیم نے ذکر کیا ہے کہ مقوقس اس سے پیشتر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے معلوم کر چکا تھا، جس کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت مغیرہؓ دولت اسلام سے سرفراز ہونے سے پہلے اپنے قبیلہ بنی مالک کے چند افراد کے ہمراہ مقوقس کے پاس گئے تھے۔ اس

❶ الاصابة لابن حجر: ۳/۵۳۱.

Marfat.com

وقت مقوقس نے ان سے نبی کریم ﷺ کے حالات دریافت کیے، جس پر حضرت مغیرہؓ نے کہا کہ وہ بالکل ایک نیا دین لے کر آئے ہیں جو ہمارے آبائی اور جدّی دین کے بھی خلاف ہے اور بادشاہ کے دین کے بھی خلاف ہے۔ اس کے بعد مقوقس اور حضرت مغیرہؓ میں طویل گفتگو ہوئی، ہم ذیل میں اس کو اختصار کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔

مقوقس: ان کی قوم نے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟

مغیرہؓ: اکثر نوجوانوں نے اطاعت کی، بوڑھوں نے مخالفت کی اور نوبت جنگوں تک جا پہنچی جس نے فتح اور شکست دونوں کے نظارے دکھلائے۔

مقوقس: وہ تم کو کس چیز کی طرف بلاتے ہیں؟

مغیرہؓ: ایک اللہ کی عبادت کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، ان بتوں کو چھوڑ دیں جن کی پرستش ہمارے آباء واجداد کرتے تھے، نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں، صلہ رحمی کریں، وعدہ پورا کریں، زنا، سود اور شراب حرام ہے اور غیر اللہ کے نام ذبح کیے جانے والے جانور کو مت کھائیں۔

مقوقس: کیا نماز کا کوئی وقت اور زکوٰۃ کی کوئی مقدار متعین ہے؟

مغیرہؓ: دن رات میں پانچ نمازیں پڑھیں اور مال کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ دیں۔

مقوقس: زکوٰۃ لے کر وہ کیا کرتے ہیں؟

مغیرہؓ: فقراء اور مساکین میں تقسیم کر دیتے ہیں۔

مقوقس: بے شک وہ نبی علیہ السلام مرسل ہیں جو تمام عالم کے لیے مبعوث ہوئے ہیں، عیسیٰ علیہ السلام بھی انھی باتوں کا حکم دیتے تھے اور سب پہلے پیغمبروں نے بھی انھی باتوں کی وصیت کی، (دیکھ لینا) غلبہ انھیں ہی ملے گا، آپ ﷺ کا کوئی مخالف نہ بچے گا اور بحر و بر کی انتہا تک ان کا امر پھیل کر رہے گا۔

مغیرہؓ: ساری دنیا بھی ان پر ایمان لے آئے ہم پھر بھی ایمان نہ لائیں گے۔

مقوقس: یہ تمھاری نادانی اور بے عقلی ہوگی، اچھا یہ بتلاؤ کہ ان کا نسب کیسا ہے؟

Marfat.com

مغیرہؓ: سب سے بہتر۔

مقوقس: پیغمبر ہمیشہ اچھے خاندان کے ہوتے ہیں، اچھا یہ بتلاؤ کہ ان سچائی اور راست گوئی کا کیا حال ہے؟

مغیرہؓ: ان کی راست گوئی اور سچائی کی وجہ سے لوگ انھیں صادق اور امین کہہ کر پکارتے ہیں۔

مقوقس: تم ان کے بارے میں سوچو، بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک شخص بندوں سے تو سچ بولے مگر خدا پر جھوٹ بولے، اچھا یہ بتلاؤ ان کے ماننے والے کس قسم کے لوگ ہیں؟

مغیرہؓ: نوجوان!

مقوقس: گذشتہ پیغمبروں کے پیروکار بھی اکثر نوجوان ہی تھے، یہ بتلاؤ کہ یثرب کے یہودیوں نے جو اہل تورات ہیں، ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟

مغیرہ: وہ مخالفت پر ڈٹ گئے، چنانچہ کچھ مارے گئے، کچھ قید ہوئے اور کچھ وطن سے نکال دیئے گئے۔

مقوقس: یہود حاسد لوگ ہیں، یہود نے ان سے حسد کیا، وگرنہ وہ ہماری طرح ان کو خوب پہچانتے ہیں۔

حضرت مغیرہؓ کہتے ہیں اس گفتگو کے بعد ہم محل سے نکل آئے اور اپنے دلوں میں یہ سوچتے رہے کہ عجمی بادشاہ بھی آپ ﷺ کی تصدیق کرتے ہیں حالانکہ وہ آپ ﷺ سے بہت دور ہیں جبکہ ہم تو آپ ﷺ کے رشتہ دار بھی ہیں اور پڑوسی بھی، ہم اب تک اس دین میں داخل نہیں ہوئے حالانکہ آپ ﷺ نے ہمیں ہمارے گھروں میں آ کر اس دین میں داخل ہونے کی دعوت دی ہے۔ ان خیالات نے میرے دل پر گہرا اثر چھوڑا، میں چند دنوں کے لیے وہیں اسکندریہ میں ہی ٹھہر گیا، گویا کوئی گرجا نہ چھوڑا کہ جہاں میں نہ گیا اور وہاں کے لاٹ پادریوں سے آپ ﷺ کی شان اور صفت کے بارے میں دریافت نہ کیا ہو، یہاں تک کہ میں اسکندریہ کے اسقف اعظم سے ملا جو بڑا عابد وزاہد انسان تھا، لوگ مریضوں کو اس

Marfat.com

کے پاس دعا کے لیے لاتے تھے (اور اس کی دعا سے انھیں شفا بھی ملتی تھی) میں نے اس سے پوچھا کہ کیا ابھی کسی نبی کا مبعوث ہونا باقی ہے، اس نے یہ جواب دیا:

''ہاں وہ آخری نبی ہیں، ان کے اور عیسیٰ کے درمیان کوئی نبی نہیں، وہ نبی مرسل ہیں، عیسیٰ علیہ السلام نے ہمیں ان کی اتباع کا حکم دیا ہے، وہ نبی علیہ السلام امی اور عربی ہیں جن کا نام احمد ہے، نہ دراز قد نہ کوتاہ قامت، بلکہ میانہ قد ہیں، آنکھوں میں سرخی ہے، رنگت نہ بالکل سفید ہے اور نہ بالکل گندمی، بال گھنے ہیں، موٹے کپڑے پہنتے ہیں، کھانے کو جو میسر آ جائے اس پر اکتفاء وقناعت کرتے ہیں، تلوار کندھے پر رکھتے ہیں، کسی مقابل کی پروا نہیں کرتے، خود بھی جہاد وقتال کریں گے اور ان کے اصحاب بھی جو دل وجان سے ان پر فدا ہیں اور اپنی اولاد سے زیادہ ان سے محبت رکھتے ہیں، وہ نبی حرم (مکہ) میں ظاہر ہوں گے اور حرم کی طرف ہجرت کریں گے جس کی زمین شورزدہ اور نخلستانی ہوگی اور وہ دین ابراہیم علیہ السلام کے پیرو ہوں گے۔''

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے کچھ اور صفات بیان کرنے کو کہا تو وہ لاٹ پادری کہنے لگا کہ وہ ازار باندھتے ہوں گے، اپنے اطراف واعضاء کو دھوئیں گے (یعنی نمازوں کے لیے وضو فرمائیں گے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے سب پیغمبر صرف اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوئے تھے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالم کی طرف مبعوث ہوں گے، تمام رُوئے زمین ان کے لیے مسجد اور طہور (یعنی نماز وعبادت ادا کرنے کے لائق اور پانی کی عدم موجودگی میں تیمّم کے ذریعے پاک کر دینے کا ذریعہ) ہوگی، بنی اسرائیل کی طرح صرف کنیسہ اور گرجا کے پابند نہ ہوں گے کہ کنیسہ کے سوا کہیں اور عبادت ہی ادا نہ ہوتی ہو۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ان تمام باتوں کو غور سے سنا اور خوب یاد رکھا اور واپسی پر نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ ❶

ان سب تفصیلات کو دوسرے مشہور مصنّفین جیسے علامہ بیہقی، علامہ ابن جوزی اور علامہ ابن قیم جوزیہ نے بھی نقل کیا ہے، اگرچہ گذشتہ صفحات مذکورہ سب تفصیلات میں بعض کی

❶ دلائل النبوة لا بی نعیم: ۱/۱۰۱.

Marfat.com

اسانید میں کلام ہے یا بعض مرسل یا منقطع بھی ہیں لیکن مجموعی طور پر ان سب روایات سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ اور مقوقس میں اسلام، نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کی دعوت اور اوصاف وغیرہ پر گفتگو ہوئی، مقوقس نے آپ ﷺ کی تصدیق بھی کی اور آپ کے مکتوب گرامی کا بے حد اکرام واعزاز کیا، جس کا اظہار اس نے نبی کریم ﷺ کے قاصد حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کا بے حد اکرام کرکے اور آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں نفیس اور قیمتی ہدایا اور تحائف بھیج کر کیا، اور جناب رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں ایک خط بھی بھیجا، نبی کریم ﷺ نے ان تحائف کو بنظر استحسان قبول فرمایا، مگر اس سب کے باوجود افسوس کہ مقوقس دولت اسلام سے محروم رہا، اور عہد فاروقی میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے جب مصر فتح کرلیا جس کے مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہونے کا خود اسے بھی یقین تھا تو اہل مصر نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ مصالحت کر لی۔ ❶

نبی کریم ﷺ نے تالیف قلب کی خاطر مقوقس کے ہدایا کو دوسروں کے ہدایا کی طرح قبول فرمایا، خصوصاً جبکہ مقوقس کی طرف سے کبھی بھی اہل اسلام اور بلاد اسلام پر ظلم واعتداء کا اظہار نہ ہوا اور نہ اس نے کبھی اہل اسلام کے ساتھ قتال ہی کیا بلکہ وہ مسلمانوں کے بے حد قریب ہوگیا، نبی کریم ﷺ کے اس رویے سے امت مسلمہ کو یہ سبق ملتا ہے کہ جو لوگ اسلام کے ساتھ انس اور محبت رکھتے ہوں ان کے تحفے قبول کریں بلکہ انھیں بھی تحفے بھیجیں، خود نبی کریم ﷺ نے بھی ایسا ہی کیا اور یہ اس ''برّ'' میں داخل ہے جس کا رب تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد میں حکم دیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْا اِلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝﴾ (الممتحنه ٦٠ : ٨)

''جن لوگوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ نہیں کی اور نہ تم کو تمھارے گھروں

---

❶ الاصابة: ٣/٥٣٢.

Marfat.com

سے نکالا، ان کے ساتھ بھلائی اور انصاف کا سلوک کرنے سے اللہ تمھیں منع نہیں کرتا خدا تو انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔"

امام بخاریؒ نے اپنی "صحیح" میں دو مستقل ابواب ان عناوین کے ساتھ باندھے ہیں کہ مشرکوں سے ہدیہ قبول کرنا جائز ہے "اور مشرکوں کو ہدیہ دینا (بھی) جائز ہے" اور ان دونوں کی دلیل میں مذکورہ بالا آیت کو نقل کیا ہے۔ علامہ طبرانیؒ نے نبی کریم ﷺ کے مشرکین سے تحفے قبول کرنے کی حکمت یہ بتلائی ہے کہ اس میں خود مسلمانوں کی مصلحت اور ان کی منفعت مدنظر ہے نہ کہ ذاتی مفاد۔ یہی وجہ ہے کہ ان ہدایا کو آپ ﷺ نے ایثار فرماتے ہوئے عامۃ المسلمین میں تقسیم فرما دیا تھا۔ چنانچہ اگر امام مشرکین کے تحائف کو رعایا کی مصلحتوں میں خرچ کرتا ہے تو اسے ان تحائف کو قبول کرنا جائز ہے۔ جبکہ جن مشرکوں نے خاص آپ ﷺ کو ہدایا بھیجے تھے، انھیں آپ ﷺ نے رد فرما کر قیامت تک کے لیے حکام وامرا کے لیے یہ سنت مقرر فرما دی کہ وہ کفار ومشرکین سے خاص اپنی ذات کے لیے تحفے ہرگز قبول نہ کریں۔

یہی وجہ ہے کہ جب رومی بادشاہ نے جرنیل اسلام مسلمہ بن عبدالملک کو دو قیمتی موتی ہدیہ میں بھیجے (اس وقت مسلمہ قسطنطنیہ میں تھے) تو انھوں نے لشکر اسلام کے اہل علم سے مشاورت کی، ارباب علم نے انھیں یہ مشورہ دیا کہ رومی بادشاہ نے آپ کو یہ ہیرے اسلامی لشکر کے پیش نظر بھیجے ہیں، اس لیے ہماری رائے میں ان موتیوں کو بیچ کر ان کی قیمت کو مجاہدین میں تقسیم کر دیا جائے۔ ❶

عیاض بن حمار نے خدمت اقدس میں ایک اونٹنی پیش کی، جناب رسالت مآب ﷺ نے استفسار فرمایا کہ کیا تم نے اسلام قبول کر لیا ہے؟ عیاض نے کہا نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا، مجھے مشرکوں کے تحفے قبول کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ ❷

---

❶ شرح صحیح البخاری لابن بطال: ۷/۱۳۰.

❷ اخرجه ابو داؤد: کتاب الخراج والارة والفیئی باب فی الامام یقبل هدایا المشرکین حدیث ۳۰۵۲۰.

Marfat.com

جبکہ ملک ایلہ، دومہ، اکیدر، نجاشی وغیرہ سے ہدایا قبول کرنا مسلمانوں کی مصلحت اور منفعت کی خاطر تھا، مقوقس نے خدمت اقدس میں جوابی خط لکھا جو دراصل آپ ﷺ کے بعد نہایت سہولت وآسانی کے ساتھ مصر کے فتح ہونے کا دیباچہ ثابت ہوا، یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے اہل مصر کے ساتھ بے حد رعایت وعنایت کی وصیت فرمائی اور عنقریب مصر کے فتح ہونے کی خوشخبری بھی دی۔ ابو داؤد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی دو روایات سے پتا چلتا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، عراق اپنے درہم اور قفیز کو روکے گا اور شام اپنے مد اور دینار کو روکے گا جبکہ مصر اپنے اردب اور درہم اور دینار کو دے گا۔ پھر تم اسی (بگاڑ اور فساد کی) حالت کی طرف لوٹ جاؤ گے جس پر پہلے تھے۔ ❶

اس حدیث میں دو باتوں کی طرف اشارہ ہے، ایک تو یہ کہ اس روایت میں ان ممالک کے فتح ہونے اور آگے چل کے ان کے باشندوں کے مسلمان ہو جانے کی بشارت ہے جس سے ان پر سے جزیہ ساقط ہو جائے گا، دوسرے اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ اخیر زمانہ میں رومی اور عجمی لوگ ان علاقوں پر دوبارہ قابض ہو جائیں گے جس کی بنا پر مسلمان ان علاقوں میں سے جزیہ لینے کے قابل نہ رہیں گے۔

اس حدیث کی شرح میں اور بھی متعدد اقوال ہیں جن کا ہمارے اس موضوع سے خاص تعلق نہیں، اس لیے ان کے ذکر کو قلم انداز کیا جاتا ہے۔

بعض دوسری روایات میں مصر کی فتح کا صراحتاً ذکر بھی آتا ہے. ام المومنین سیّدہ ام سلمہؓ روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے قرب وفات کے زمانہ میں ایک دفعہ ارشاد فرمایا ''مصر کے قبط کے بارے میں اللہ سے ڈرو، بے شک تمھیں عنقریب ان پر غلبہ حاصل ہوگا، وہ جہاد فی سبیل اللہ میں تمھارے اعوان وانصار بنیں گے۔'' ❷

---

❶ اس روایت کو مسلم نے "کتاب الفتن، باب لا تقوم الساعة حتی یحسر الفرات عن جبل من ذهب حدیث رقم: ۲۸۹۶" میں روایت کیا ہے جبکہ ابوداؤد نے "کتاب الخراج باب فی ایقاف ارض السواد وارض العنوة حدیث رقم: ۳۰۳۰" میں روایت کیا ہے۔

❷ المعجم الکبیر للطبرانی: ۲۶۵/۳۳-۲۶۶.

Marfat.com

نبی کریم ﷺ نے مصر کے قبط کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت اس لیے بھی فرمائی کہ سیّدنا اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ماجدہ مصری تھیں۔ اس کو عبداللہ بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنے والد حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ❶

قفیز: قدیم زمانہ کا ایک پیمانہ ہے جس کی مقدار مختلف ملکوں میں مختلف رہی ہے۔ مصر میں جدید استعمال کے مطابق سولہ کیلوگرام وزن یا ایک سو چوالیس ہاتھ لمبائی کے بقدر کوئی چیز قفیز ہے۔

مُدّ: یہ بھی ایک قدیم پیمانہ ہے جس کی مقدار میں فقہاء کے مختلف اقوال ہیں۔ اہل حجاز کے نزدیک یہ ایک رطل اور ایک رطل کا ثلث ہے۔

اردبّ: چوبیس صاع کے برابر غلہ ناپنے کا مصری پیمانہ، اور ایک صاع کی مقدار تین کلو اور پچاس گرام ہے۔

خود سیدہ ماریہ رضی اللہ عنہا جنھیں حرم نبوت میں داخل ہونے کی سعادت حاصل ہوئی قبطیہ تھیں اور انھی کے بطن سے نبی کریم ﷺ کے لخت جگر سیّدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا، اگر ابراہیمؓ زندہ رہتے تو میں ہر قبطی کا جزیہ معاف کر دیتا۔ ❷

بہرحال نبی کریم ﷺ کے مکتوب گرامی کے ساتھ مقوقس کے سلوک کو دیکھ کر نبی کریم ﷺ نے مصر کی بابت پیش گوئی فرمائی کہ عنقریب وہ اسلامی قلم رو میں داخل ہو جائے گا اور مسلمان اس کی زرخیزی اور خوشحالی سے بھرپور فائدہ اٹھائیں گے۔

مصر بازنطینی شہنشاہیت کی سب سب زرخیز ریاست تھی اور پیداوار اور آبادی دونوں کے لحاظ سے سب سے آگے تھی، دارالسلطنت کو غذائی اجناس اسی مصر سے بھیجی جاتی تھیں۔ فاتح مصر سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے، جو نبی کریم ﷺ کے نامہ مبارکہ ارسال کرنے کے چودہ سال بعد مصر میں فاتحانہ داخل ہوئے تھے، امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب کے نام اپنے خط میں مصر کی تعریف ان الفاظ میں بیان کی:

---

❶ اخرجه الحاكم فى المستدرك: ۲/۵۵۲. ❷ اخرجه ابن سعد فى الطبقات عن الواقدى.

Marfat.com

''مصر کی سرزمین بہت سرسبز وشاداب ہے، اس کا طول ایک ماہ کی مسافت اور عرض دس دن کی مسافت کے بقدر ہے۔'' ❶

اس کی آبادی اور کثرت تعداد کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے ۲۰ ھ میں فتح مصر کے بعد یہ شمار کرایا کہ جزیہ کے مستحق کون کون لوگ ہیں تو ان کی تعداد ساٹھ لاکھ سے متجاوز نکلی جن میں صرف رومیوں کی تعداد ایک لاکھ تھی، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے خط میں یہ بھی لکھا تھا کہ:

''میں نے ایک ایسا شہر فتح کیا ہے جس کی تعریف میں صرف اتنا لکھتا ہوں کہ مجھے وہاں چار ہزار بلند و مستحکم مقامات نظر آئے جہاں چار ہزار حمام تھے، یہودیوں کی تعداد چالیس ہزار تھی اور بادشاہوں کے لیے چار سو تفریح گاہیں تھیں۔'' ❷

مکتوبات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں مکتوب الیہم کی امتیازی خصوصیات کی رعایت:

علامہ سید ابوالحسن علی ندویؒ لکھتے ہیں: ذہین قاری وہ باریک فرق محسوس کرلیں گے جو حکمت دعوت ورسالت کے پیش نظر نمایاں ہیں اور جن میں ان بادشاہوں کے امتیازی عقائد اور ذہنی کیفیات کا لحاظ کیا گیا ہے، چنانچہ ہرقل اور مقوقس چونکہ کلی یا جزوی طور پر الوہیت مسیح علیہ السلام کے قائل تھے اور انھیں ابن اللہ مانتے تھے، تو ان کے نام خطوط میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کے بعد ''عبداللہ'' کا لفظ ہے اور بسم اللہ کے بعد دونوں خط اس طرح شروع ہوتے ہیں:

"من محمد عبدالله ورسوله الى هرقل عظيم الروم" اور "من محمد عبدالله ورسوله الى المقوقس عظيم القبط۔"

اسی طرح ہرقل اور مقوقس کے نام خطوط میں یہ آیت کریمہ لکھی تھی:

﴿قُلْ يَاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّ لَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا

❶ النجوم الزاهره لابن تغرى بردى: ۳۲/۱. ❷ حسن المحاضرة للسيوطى.

Marfat.com

مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ﴾

(آل عمران ۳ : ٦٤)

اور یہ آیت ان لوگوں کو خطاب کر کے مکتوب گرامی میں لکھی گئی جو الوہیت مسیح کے قائل تھے، جنہوں نے خدا کے سوا اپنے احبار اور رہبان کو اپنا رب بنا لیا تھا، ہرقل بازنطینی سلطنت کا جبکہ مقوقس ملک مصر کا بادشاہ تھا، دونوں اس عہد کی مسیحی دنیا کے قائد اور (حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں معمولی نظریاتی اختلاف رکھنے کے ساتھ ساتھ) مسلم مذہبی رہنما بھی تھے، اسی لیے ان دونوں کو لکھے گئے مکتوب گرامی میں رب تعالیٰ کی وحدانیت اور پیغمبروں کی عبدیت اور رسالت کو بیان کیا گیا جو خود ساختہ مسیحی نظریات کا مدلل بطلان تھا۔

بہرحال جہاں تک مقوقس کے نام فرمان مبارک کا تعلق ہے فرانسیسی مستشرق Bartholem کو مصر کے مقام ''اخمیم'' کے ایک قدیم دیر میں ۱۸۵۰ء میں ہرن کی جھلی پر لکھی ہوئی ایک تحریر ملی، مطالعہ و تحقیق کے بعد ثابت ہوا کہ یہ وہی فرمان مبارک ہے جو مقوقس کے نام بھیجا گیا تھا۔ ❶

❶ دیکھیں ایشیاٹک جرنل ۱۸۵۴ء اور رسالہ ''الہلال'' مصر، نومبر ۱۹۰۴ء۔

Marfat.com

نجاشی شاہ حبشہ کے نام

یہ ملک قدیم زمانہ سے حبشہ (Abyssina) ایتھوپیا (Ethiopia) کہلاتا ہے۔ یہ مشرقی افریقہ کا حصہ اور بحر احمر کے جنوب مغرب میں واقع ہے، جس زمانے کا ہم ذکر کر رہے ہیں اس کی اس دور کی حدود کا تعین اب کرنا آسان نہیں۔

یہاں کی حکومت بھی دنیا کی قدیم ترین حکومتوں میں سے ایک تھی، یہودی مآخذ سے معلوم ہوتا ہے کہ ملکۂ سبا حبشہ کی ہی رہنے والی تھی، اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی اولاد آج تک حبشہ کی حکمران ہے، یہود نے ہیکل سلیمانی کی تباہی کے بعد یہاں آباد ہونا شروع کیا، عیسائیت کو چوتھی صدی عیسوی سے وہاں فروغ حاصل ہونا شروع ہوا، اور جب یمن کے بادشاہ نے اپنے ملک میں عیسائیوں پر مظالم شروع کیے تو جسٹینین اوّل نے حبشہ کے بادشاہ سے عیسائیوں کی مدد کرنے اور ان مظالم کا سد باب کرنے کا مطالبہ کیا، چنانچہ ۵۲۵ء میں اس نے یمن پر قبضہ کر لیا اور تقریباً پچاس سال تک یمن پر حبشہ کا اقتدار قائم رہا، اسی زمانہ میں حبشہ کی طرف سے یمن کے بادشاہ ابرہہ نے بیت اللہ پر لشکر کشی کی اور ''واقعۂ فیل'' کا ظہور ہوا۔

حبشہ کا دارالسلطنت ''Axum'' تھا۔ یہ ایک آزاد اور خود مختار حکومت تھی، جو کسی غیر ملکی حکومت کے تابع نہ تھی، اور نہ کسی کو خراج اور ٹیکس وغیرہ دیتی تھی، بازنطینی شہنشاہی سے اس کا تعلق صرف مذہبی رشتہ عیسائیت کی بنیاد پر تھا، اس کا ثبوت صاف طور پر اس سے ملتا ہے کہ بازنیطنی فرمانروا جسٹینین نے تیسری صدی کے وسط میں ''Julian'' نامی ایک شخص کو حبشہ کے شاہی دربار میں اپنا سفیر نامزد کیا۔

De Lacy O'Leary اپنی کتاب Arabia Before Mohammad میں لکھتا ہے:

''حبشہ ۵۲۲ء سے لے کر ظہور اسلام تک مشرقی بحر احمر اور افریقہ کی ساری تجارت پر

Marfat.com

مسلسل قابض رہا، بلکہ شاید وہ ہندوستان کی تجارت پر بھی قابض تھا۔'' ❶

حبشہ کے بادشاہ کو ہمیشہ ''نجاشی'' (Nagashi یا Nagusa) کہا جاتا تھا، البتہ اس نجاشی کے تعین اور نشاندہی میں مختلف اقوال اور روایات آئی ہیں، جس کے نام نبی کریم ﷺ نے اپنا نامۂ مبارک بھیجا تھا اور جسے اسلام کی دعوت دی تھی، اس سلسلے میں ہمارے سامنے دو مستقل بالذات مگر ایک دوسرے سے ممتاز شخصیتیں ہیں، پہلی وہ شخصیت ہے جس کے زمانے میں مکہ کے مسلمانوں نے حبشہ ہجرت کی تھی، یہ ۵ نبوی کا قصہ ہے، اور یہ بات ازحد قیاس خلاف قیاس ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس وقت یہ مکتوب روانہ کیا ہو، اس لیے کہ اس وقت کے حالات اس کی بالکل اجازت نہیں دیتے تھے، اور ابھی اس کام کا وقت بھی نہ آیا تھا۔ اور اس بات کا تاریخی وثائق سے کوئی ثبوت اور سراغ نہیں ملتا کہ آپ ﷺ نے کسی بادشاہ کو کوئی مکتوب روانہ فرمایا ہو اور اس کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی ہو، زیادہ سے زیادہ جو بات ملتی ہے، وہ یہ کہ اس موقع پر آپ ﷺ نے اس سے ان مسلمانوں کو پناہ دینے کی فرمائش کی، جو قریش کے مظالم سے تنگ آ چکے تھے، ابن ہشام اور دوسرے مصنّفین نے اس باب میں جو کچھ لکھا ہے، اس سے اتنا ضرور اندازہ ہوتا ہے کہ اس نجاشی کے دل میں ایمان ضرور اتر چکا تھا اور وہ اس بات کو بھی تسلیم کرتا تھا کہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اس کا کلمہ ہیں جو اس نے مریم علیہا السلام پر القاء کیا تھا۔ رہ گیا وہ نجاشی جس کو آپ ﷺ نے دعوت اسلام پر مشتمل اپنا مکتوب روانہ کیا تھا، ابن حجر کا رجحان اس طرف ہے کہ وہ پہلے مسلم نجاشی کے بعد حبشہ کا والی ہوا تھا۔ بقول ابن کثیر رحمہ اللہ ''یہ بات اس وقت پیش آئی جب آپ ﷺ نے فتح مکہ سے قبل رُوئے زمین کے سلاطین کو خطوط لکھے اور ان کو دین حق کی دعوت دی۔'' اور یہی قول راجح بھی ہے کہ یہی وہ نجاشی ہے جس کو آپ ﷺ نے مکتوب گرامی روانہ فرمایا اور اسلام کی دعوت بھی دی۔ اس نے اسلام قبول بھی کیا اور آپ ﷺ نے اس کی وفات کی خود مسلمانوں کو اطلاع بھی فرمائی اور اس کے لیے دعائے

❶ دیکھیں حوالہ بالا ص ۱۲۰، مطبوعہ لندن ۱۹۲۷.

Marfat.com

مغفرت بھی کی، یہ واقعہ تبوک سے واپسی پر رجب ۹ھ میں پیش آیا۔ یوں ان مختلف روایات کی تصدیق اور تطبیق بھی ہو جاتی ہے اور قرائن سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، واللہ اعلم!

گذشتہ سطور میں بیان کیا جا چکا ہے کہ قریش کے مظالم سے تنگ آ کر مکی مسلمانوں نے سب سے پہلے رجب ۵ نبوی میں حبشہ کی ہجرت کی۔ مہاجرین اسلام کا یہ پہلا قافلہ بارہ مردوں اور چار عورتوں پر مشتمل تھا۔ سرزمین حبشہ کے انتخاب کی وجہ شاہ حبشہ کی عدل گستری، حسن سلوک، رحمدلی اور نیکی کے چرچے تھے، جو ہر طرف پھیلے ہوئے تھے۔ یہ بے کس مرد اور خواتین رات کے اندھیرے میں چھپ کر ساحل سمندر کی طرف نکلے، قسمت نے یاوری کی کہ انھیں دو تجارتی کشتیاں تیار کھڑی مل گئیں اور ان کے سوار ہوتے ہی سرزمین حبشہ کی طرف روانہ ہو گئیں۔ ان کے پیچھے اسّی افراد کا ایک اور قافلہ بھی ہجرت کر کے حبشہ پہنچ گیا، جہاں رب تعالیٰ نے ان سب کے لیے نجات اور کشادگی کا سامان پیدا کر دیا۔

یاد رہے کہ ہجرت کا واحد محرک قریش کی ایذا رسانی سے نجات ہی نہ تھی، بلکہ اسلام کی دعوت اور نبی کریم ﷺ کی فکر کو کم کرنا بھی تھا۔ مہاجرین کی فہرست معاشرے کے تمام طبقات کی نمائندگی کرتی نظر آتی ہے جس میں امیر، فقیر، بوڑھے، جوان، مرد، عورت سبھی شامل تھے، جن میں سے اکثر کا تعلق مکہ کے قدیم گھرانوں سے تھا، جس سے اسلام کی دعوت کی زبردست تاثیر اور قوت و وسعت کا بھرپور اندازہ ہوتا ہے۔ یہ لوگ حبشہ کے عادل بادشاہ کے زیر سرپرستی آرام و سکون کی زندگی گزارنے لگے اور اپنے رب کی عبادت میں مصروف ہو گئے، اب نہ کسی کا ڈر تھا اور نہ کسی چیز کا خوف اور نہ کوئی ناگوار بات ہی تھی۔

نبی کریم ﷺ نے جب ہرقل، مقوقس اور کسریٰ کی طرف خطوط روانہ کیے تھے، اس وقت حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں نجاشی شاہ حبشہ کو بھی ایک خط روانہ فرمایا، جس کی عبارت یہ ہے:

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ اِلَى النَّجَاشِيِّ مَلِكِ الْحَبْشَةِ سَلَامٌ

Marfat.com

عَلَيْكَ، اَمَّا بَعْدُ! فَاِنِّیْ اَحْمَدُ اِلَيْكَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ۔ وَاَشْهَدُ اَنَّ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رُوْحُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهُ اَلْقَاهَا اِلَى مَرْيَمَ الْبَتُوْلِ الطَّيِّبَةِ الْحَصِيْنَةِ، فَحَمَلَتْ بِهِ فَخَلَقَهُ مِنْ رُّوْحِهٖ وَنَفْخِهٖ كَمَا خَلَقَ اٰدَمَ بِيَدِهٖ وَنَفْخِهٖ وَاِنِّیْ اَدْعُوْكَ اِلَى اللّٰهِ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَالْمُوَالَاةِ عَلَى طَاعَتِهٖ وَاَنْ تَتَّبِعَنِیْ وَاَنْ تُؤْمِنَ بِالَّذِیْ جَاءَنِیْ، فَاِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَقَدْ بَعَثْتُ اِلَيْكُمْ ابْنَ عَمِّیْ جَعْفَرًا وَ مَعَهُ نَفَرٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ، فَاِذَا جَاؤُوْكَ فَاَكْرِمْهُمْ وَدَعِ التَّجَبُّرَ فَاِنِّیْ اَدْعُوْكَ وَجُنُوْدَكَ اِلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ۔ وَقَدْ بَلَّغْتُ وَنَصَحْتُ فَاقْبَلُوْا نَصِيْحَتِیْ۔ وَالسَّلَامُ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:

''محمد ﷺ کی طرف سے جو اللہ کا رسول ہے۔ یہ خط نجاشی کی طرف ہے جو حبشہ کا رئیس اعظم ہے، تجھ پر سلام ہو، امابعد! میں تم سے اس اللہ کی حمد وثنا بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو حقیقی بادشاہ ہے، ہر عیب سے پاک ہے، امن دینے والا اور سب کا نگہبان ہے، اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ مریم کے بیٹے عیسیٰ اللہ کی خاص روح اور اس کا کلمہ ہیں جس کو رب تعالیٰ نے پاک نفس پاکباز مریم بتول علیہا السلام کی طرف القاء کیا جس سے وہ حاملہ ہوگئیں۔ پس رب تعالیٰ نے انھیں اپنی خاص روح اور پھونک سے پیدا کیا جیسے آدم علیہ السلام کو اپنے بے چون وچگون ہاتھ سے اور اپنی پھونک سے پیدا کیا۔ میں تجھ کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں جو ایک ہے، کوئی اس کا شریک نہیں اور اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کی محبت کی طرف اپنی اتباع کی طرف اور اس بات کی طرف کہ جو اللہ کی طرف سے میرے اوپر آئی ہے (یعنی وحی اور قرآن) اس پر ایمان لاؤ۔ تحقیق میں اللہ کا رسول ہوں، میں نے اپنے چچا زاد بھائی جعفر رضی اللہ عنہ کو چند مسلمانوں کے ہمراہ تمھارے پاس بھیجا ہے، جب یہ تمھارے پاس آئیں تو

Marfat.com

ان کا اکرام کرنا اور سختی نہ کرنا، بے شک میں تمھیں اور تمھارے لشکروں کو اللہ عزوجل کی طرف بلاتا ہوں، میں نے اپنا پیغام کہہ دیا اور نصیحت پوری کر دی، پس تم لوگ یہ نصیحت قبول کرو اور سلام ہو اس پر جو ہدایت کا پیرو ہو۔"

اس خط کی عبارت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نجاشی شاہ حبشہ کی طرف لکھا جانے، پہلا مکتوب گرامی یہ ہے: حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ مکتوب گرامی لے کر نجاشی کے دربار پہنچے، وہاں جا کر دیکھا کہ دربار میں داخل ہونے کے لیے ایک دروازہ رکھا گیا ہے جو قد آدم سے چھوٹا تھا تاکہ ہر شخص اس میں سے سر جھکا کر داخل ہو، حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے یہ صورت حال دیکھی تو دروازے کی طرف پیٹھ کر کے الٹے قدموں دربار میں داخل ہوئے، اعیان سلطنت اور ارکان دولت کے لیے یہ منظر انوکھا بھی تھا اور ناگوار بھی، اس لیے سب چلا اٹھے کہ یہ شخص اس طرح دربار میں داخل نہیں ہوا جس طرح ہم داخل ہوتے ہیں، اس نے ایسا کیوں کیا؟

حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ نے جرأت مومنانہ کے ساتھ جواب دیا کہ ہم اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا نہیں کرتے تو دوسروں کے ساتھ کیوں کر کریں گے، اگر ہم کسی کے لیے ایسا کرتے تو اپنے پیغمبر کے ساتھ کرتے۔ نجاشی نے یہ جواب سن کر کہا، یہ سچ کہتا ہے، اسے چھوڑ دو، اس پر درباریوں نے بادشاہ کو بھڑکانے کے لیے کہا، یہ عیسیٰ علیہ السلام کو غلام سمجھتا ہے۔

بادشاہ نے کہا: تم عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ عمرو رضی اللہ عنہ نے جواب دیا، وہ اللہ کا کلمہ اور اس کی روح ہیں۔" بادشاہ نے کہا بے شک عیسیٰ علیہ السلام کی حیثیت اس سے زیادہ کی نہیں۔"

پھر حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے نامۂ مبارک نجاشی کے سپرد کر کے اسے مخاطب کر کے کہا، اے اصحمہ ! [1] مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے، امید ہے کہ آپ غور سے سنیں گے، ہمیں آپ پر اطمینان اور اعتماد ہے اور آپ سے حسن ظن بھی ہے، ہم نے جب بھی آپ سے کسی خیر اور بھلائی کی امید کی، وہ ہمیں آپ سے ضرور حاصل ہوئی، آپ کے سایۂ امن میں ہمیں کبھی خوف و ہراس پیش نہیں آیا، انجیل جس کا حجت ہونا ہمیں آپ کی زبانی معلوم ہوا، وہ آپ کے اور ہمارے

[1] یہ نجاشی کا نام تھا۔

Marfat.com

درمیان شاہد عادل ہے جس کی شہادت ردّ نہیں کی جاسکتی، اور ایسا حاکم اور قاضی ہے جس کے فیصلے عدل وانصاف سے متجاوز نہیں ہوتے۔ اگر آپ نے اس دعوت کو قبول نہ کیا تو آپ اس نبی اُمی ﷺ کے حق میں ایسے ہی ثابت ہوں گے جیسے یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں ثابت ہوئے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے قاصد اور سفیر اوروں کے پاس بھی روانہ کیے ہیں لیکن بہ نسبت دوسروں کے آپ سے زیادہ امید ہے اور جس بات کا دوسروں سے ڈر ہے، اس کا آپ کی جانب سے اطمینان ہے۔

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کی یہ تقریر سن کر نجاشی نے بھرے دربار میں یہ جواب دیا:

''میں گواہی دیتا ہوں اور اس بات کی قسم کھاتا ہوں کہ آپ ﷺ وہی نبی امّی ہیں جن کا اہل کتاب انتظار کرتے تھے، اور جس طرح موسیٰ علیہ السلام نے راکب الحمار سے عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت دی ہے، اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام نے راکب الجمل سے آپ ﷺ کی بشارت دی ہے اور مجھے آپ ﷺ کی نبوت ورسالت کا اس قدر یقین ہے کہ عینی مشاہدہ کے بعد بھی میرے یقین واذعان میں کوئی اضافہ نہ ہوگا۔''

اس کے بعد نجاشی نے والا نامہ آنکھوں پر رکھا، مکتوب گرامی کے ادب میں تخت سے اتر کر زمین پر بیٹھ گیا اور نبی کریم ﷺ کے خط کا جواب لکھوایا۔ ❶

اس خط کی عبارت یہ ہے:

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

اِلٰی مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰہِ مِنَ النَّجَاشِیِّ الْاَصْحَمِ بْنِ الْاَبْجَرْ، سَلَامٌ عَلَیْكَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَكَاتُهُ! اَحْمَدُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ الَّذِیْ هَدَانِیْ لِلْاِسْلَامِ اَمَّا بَعْدُ! فَقَدْ بَلَغَنِیْ كِتَابُكَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ فَمَا ذَكَرْتَ مِنْ اَمْرِ عِیْسٰی فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ اَنَّ عِیْسٰی لَا یَزِیْدُ عَلٰی مَا ذَكَرْتُ ثُفْرُوْقًا، وَاَنَّهُ كَمَا ذَكَرْتَ،

❶ دیکھیں ''عیون الاثر لابن سید الناس: ۲/۳۴۹''.

Marfat.com

وَقَدْ عَرَفْنَا مَا بَعَثْتَ بِهِ اِلَيْنَا، وَقَدْ قَرَيْنَا ابْنَ عَمِّكَ وَاَصْحَابَهُ، وَاَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَادِقًا مُصَدِّقًا، وَقَدْ بَايَعْتُكَ وَبَايَعْتُ ابْنَ عَمِّكَ وَاَسْلَمْتُ عَلَى يَدَيْهِ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

اس قدر عبارت کو طبرانی نے اپنی تاریخ (۲/۶۵۲) میں نقل کیا ہے جبکہ علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے ''وفاء الوفاء'' (۲/۷۳۵) میں یہ عبارت مزید نقل کی ہے:

وَقَدْ بَعَثْتُ اِلَيْكَ بِابْنِىْ اَرْهَا ابْنَ الْاَصْحَمِ بْنِ اَبْجَرِ فَاِنِّىْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِىْ وَاِنْ شِئْتَ اَنْ اٰتِيَكَ فَعَلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاِنِّىْ اَشْهَدُ اَنَّ مَا تَقُوْلُ الْحَقُّ، وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ۔

خط کا ترجمہ یہ ہے:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب یہ خط ہے نجاشی اصحم بن ابجر کی جانب سے، اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں، میں آپ ﷺ سے اس ایک خدا کی تعریف بیان کرتا ہوں جس نے مجھے اسلام کی توفیق عطا فرمائی، اما بعد!

یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کا گرامی نامہ پہنچا، عیسیٰ علیہ السلام کی بابت جو کچھ آپ ﷺ نے ذکر کیا، زمین و آسمان کے رب کی قسم ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اس سے ذرہ برابر بھی زیادہ نہیں، بلاشبہ ان کی شان وہی ہے جو آپ ﷺ نے ذکر کی ہے، جو دین دے کر آپ ﷺ ہماری طرف بھیجے گئے ہیں ہم نے اس کو پہچان لیا اور آپ ﷺ کے چچا زاد (جعفر ﷺ) اور ان کے ہمراہیوں کی مہمان نوازی کی۔ پس میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے سچے اور تصدیق کیے ہوئے رسول ہیں، میں نے آپ ﷺ سے اور آپ ﷺ کے چچا زاد سے بیعت کی، اور ان کے ہاتھ پر اللہ رب العالمین کے لیے ایمان لایا۔ اور آپ ﷺ کی خدمت میں اپنے بیٹے ارھا بن اصحم کو بھیجتا ہوں، میں صرف اپنی ذات کا مالک ہوں، اگر اشارہ ہو تو خدمت اقدس میں خود حاضر ہوں، یارسول اللہ ﷺ!

Marfat.com

میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ جو کچھ ارشاد فرماتے ہیں، وہ حق ہے، اے اللہ کے رسول ﷺ آپ ﷺ پر سلام ہو۔"

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ "نجاشی نے ساٹھ آدمیوں کے ہمراہ اپنے بیٹے کو خدمت نبوی ﷺ میں روانہ کیا تھا مگر وہ کشتی راستے میں غرق ہوگئی اور سب ہلاک ہو گئے۔" ❶

نبی کریم ﷺ کا یہ مکتوب گرامی، نجاشی کا جواب، جعفر رضی اللہ عنہ کا ذکر، اس کے اسلام لے آنے کا قصہ، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اس کا بیعت کرنا، یہ ساری باتیں اس طرف اشارہ کرتی ہیں کہ یہ مکتوب گرامی ۶ ھ میں امراء سلاطین کو بھیجے جانے والے مکتوبات کے علاوہ ہے اور یہ وہی نجاشی ہے جس کی طرف ۵ نبوی میں مسلمانوں نے کفار مکہ کے مظالم سے تنگ آ کر ہجرت کی تھی۔ اس نجاشی کا نام اصحم ہے، رجب ۹ ھ میں اس کی وفات ہوئی، جس روز اس کا انتقال ہوا اس روز مدینہ میں نبی کریم ﷺ نے اس کی وفات کی خبر دی اور صحابہ کرامؓ کے ہمراہ عیدگاہ جا کر اس کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی۔

یہ علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے ہے جو انھوں نے "زاد المعاد" (۳/۶۰) میں نقل کی ہے، یہی امام ابن اسحاق کی بھی رائے ہے جس کو امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں ذکر کیا ہے، جبکہ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ کا رجحان اس طرف ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دعوت اسلام پر مشتمل مکتوب جس نجاشی کی طرف روانہ فرمایا تھا، وہ اس مسلم نجاشی کے بعد والا نجاشی ہے جس سے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو سابقہ پڑا تھا جیسا کہ ابتداء میں اس کا ذکر کیا جا چکا ہے، اور یہ نجاشی پہلے نجاشی کی وفات کے بعد تخت نشین ہوا تھا۔ اس نجاشی کا نہ تو اسلام لے آنا ثابت ہے اور نہ اس کا نام معلوم ہوا ہے۔

اب ابن کثیر کی رائے کے مطابق نجاشی کو لکھا جانے والا خط ایک ہی ہے جس کو ذکر کر دیا گیا ہے اور یہ دوسرے نجاشی کو لکھا گیا تھا جو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام لے آنے والے نجاشی کے بعد والی ہوا تھا، علامہ ندوی کے نزدیک یہ خط ایک ہی ہے جو دوسرے نجاشی کو

---

❶ دلائل النبوة للبيهقي: ۲/۳۱۰.

Marfat.com

لکھا گیا اور وہ مسلمان ہوا۔ جبکہ دوسرے حضرات کے نزدیک نجاشی کو دو خط لکھے گئے، دوسرے لفظوں میں دو نجاشیوں میں سے ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ خط لکھا گیا۔ مذکورہ خط پہلے نجاشی کو لکھا گیا جس نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا جبکہ دوسرا خط دوسرے نجاشی کو لکھا گیا جو قبول اسلام کی نعمت سے محروم رہا۔ اس دوسرے نجاشی کو لکھے جانے والے خط کا ذکر علامہ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل النبوۃ میں ابن اسحاق کی روایت سے نقل کیا ہے، جس کی عبارت اور اس کا ترجمہ یہ ہے:

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

هٰذَا كِتَابٌ مِّنْ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ اِلَى النَّجَاشِيِّ الْاَصْحَمِ عَظِيْمِ الْحَبْشَةِ سَلَامٌ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَى وَاٰمَنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَشَهِدَ اَلَّا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ۔

وَاَدْعُوْكَ بِدِعَايَةِ اللّٰهِ، فَاِنِّيْ اَنَا رَسُوْلُهُ، فَاَسْلِمْ تَسْلَمْ "يَا اَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا اِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ" فَاِنْ اَبَيْتَ فَعَلَيْكَ اِثْمَ النَّصَارٰى قَوْمِكَ:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جو (اللہ کے) پیغمبر ہیں، نجاشی حبشہ کے رئیس اعظم کی طرف، سلام ہے اس شخص پر جو ہدایت کا پیرو ہے اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتا ہے اور اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، نہ اس کی بیوی ہے نہ اولاد، اور اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔

میں تمھیں اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں، پس میں اس کا رسول ہوں، تم اسلام لے آؤ سلامت رہو گے۔ اے اہل کتاب! ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہم میں اور تم

Marfat.com

میں یکساں ہے، وہ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں گے اور نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کریں گے اور ہم میں سے کوئی اللہ کو چھوڑ کر کسی کو معبود نہ بنائے، اور اگر تم نہیں مانتے تو تیری قوم نصاریٰ کا گناہ (بھی) تیرے سر ہوگا۔'' ❶

مذکورہ اختلاف کی روشنی میں دوسرے نجاشی کو اصحم لکھنا بظاہر راوی کا وہم ہے کہ یہ پہلے نجاشی کا نام ہے نہ کہ دوسرے کا، اور بعض لوگوں کو جو یہ التباس ہوا ہے کہ نجاشی ایک ہی ہے، یہ غلط ہے، مسلم کی روایت سے صراحتاً معلوم ہوتا ہے کہ نجاشی دو ہیں، چنانچہ دونوں کو ایک سمجھ کر دونوں کا نام اصحم لکھنا غلط ہے۔ ❷

خلاصہ یہ نکلا کہ نجاشی کا دو ہونا بالاتفاق درست ہے، دونوں میں سے پہلے کے مسلمان ہونے پر بھی اتفاق ہے اور مسلمان نجاشی کا نام بھی بالاتفاق اصحم ہے، البتہ اختلاف اس امر میں ہے کہ نجاشی کو لکھا جانے والا مکتوب گرامی ایک ہے یا دو، اگر مکتوب گرامی ایک ہی ہے تو پہلا نجاشی حضرت جعفرؓ کے ہاتھ پر اسلام لایا جبکہ دوسرا مکتوب گرامی پڑھ کر، اور اگر مکتوب دو ہیں تو دوسرا نجاشی مسلمان نہیں ہوا تھا اور نہ اس کا نام اصحم ہی تھا، اور دوسرے مکتوب میں نجاشی کا نام اصحم لکھنا راوی کا وہم ہے۔ واللہ اعلم!

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موضوع پر قدرے مزید روشنی بھی ڈالی جائے، صحیحین اور دیگر مصادر سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نجاشی کو ایک سے زیادہ خطوط لکھے، اور یہ کہ نجاشی مسلمان ہوا، نبی کریم ﷺ نے اس کی وفات کی خبر دی اور نجاشی نے ہجرت کر کے آنے والے مسلمانوں کی بے حد رعایت کی اور ان پر عنایت کی۔

صحیح مسلم کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جس نجاشی کو آپ ﷺ نے خط لکھا وہ اس نجاشی کے علاوہ تھا جس کی آپ ﷺ نے غائبانہ نماز جنازہ ادا کی تھی۔

جبکہ ابو عبید ''کتاب الاموال'' میں حضرت سعید بن مسیبؒ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی

---

❶ دلائل النبوة للبيهقي: ٢/ ٣٠٨.
❷ زرقاني شرح مواهب: ٣/ ٣٤٦.

Marfat.com

کریم ﷺ نے ہرقل، مقوقس، کسریٰ اور نجاشی کو ایک ہی خط لکھا۔

علماء سیرت وحدیث اور مؤرخین ان متعدد روایات میں تطبیق دینے میں کافی اضطراب کا شکار ہیں کہ آیا مکتوب الیہ نجاشی مسلمان تھا یا کافر؟

سیرت ابن اسحاق کی عبارات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہجرت مدینہ سے قبل حبشہ کی طرف ہجرت کر جانے کا حکم جس نجاشی کے زمانے میں دیا تھا اس کا نام اصحمہ ہے جو دولت اسلام سے سرفراز بھی ہوا اور اس نے مسلمانوں کی بے حد تکریم اور مہمان نوازی بھی کی، اور یہ وہی اصحمہ ہے جس کے خلاف بعض حبشیوں نے علم بغاوت بلند کیا اور اس سے جنگ کی جس کا نظارہ مہاجرین حبشہ نے اپنی آنکھوں سے کیا، اور اصحمہ سے عنان سلطنت چھین لی، یہی وہ غاصب حبشی بادشاہ تھا جس کو نبی کریم ﷺ نے صلح حدیبیہ کے بعد وہ مشہور خط لکھا، جیسا آپ ﷺ نے ہرقل، کسری اور مقوقس کو لکھا تھا جس کے شروع میں یہ ارشاد تھا:

"سَلَامٌ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَى وَاٰمَنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَشَهِدَ اَلَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ"

پھر تھوڑے ہی عرصہ بعد یہ غارت گر حبشی نجاشی دوبارہ اصحمہ کے ہاتھوں مغلوب ومہزوم ہو گیا اور حبشہ ایک بار پھر اصحمہ نجاشی کے عدل وانصاف کی چھاؤں تلے زندگی گزارنے لگا، اور مسلمانوں کو بھی امن واطمینان نصیب ہو گیا، اس اصحمہ نے مہاجرین حبشہ کو بے حد اعزاز واکرام کے ساتھ مدینہ روانہ کیا اور وہ ۷ھ میں خیبر کے مقام پر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں جا حاضر ہوئے۔

اس تفصیل کی روشنی میں جملہ روایات کا اضطراب رفع ہو جاتا ہے اور یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اصحمہ نجاشی تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام لایا تھا۔ اور مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت کے مطابق اصحمہ کے اہل دربار بھی دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے، مگر آپ ﷺ کی اس کے ساتھ خط وکتابت بھی جاری رہی جن میں سے ایک خط وہ بھی جس میں آپ ﷺ

Marfat.com

نے توحید باری تعالیٰ اسلام کو بیان کیا تھا مگر اس کی عبارت "سلام علی من اتبع الھدی" کے الفاظ سے خالی تھی، جبکہ جس نجاشی کو صلح حدیبیہ کے بعد آپ ﷺ نے مذکورہ الفاظ کے ساتھ خط لکھا تھا یہ غارت گر نجاشی تھا جس نے اصحمہ سے زمام اقتدار چھین لی تھی، مگر بعد میں مغلوب ہو کر کیفر کردار کو پہنچا اور دوبارہ اصحمہ نجاشی برسر اقتدار ہوا جس نے رجب ۹ھ میں وفات پائی، اس نجاشی کی آپ ﷺ نے غائبانہ نماز جنازہ ادا کی۔ واللہ اعلم:

یہی وہ اصحمہ نجاشی ہے جس کے دور حکومت میں مسلمانوں نے دو مرتبہ حبشہ کی ہجرت کی، نبی کریم ﷺ نے اس کو تحائف بھی بھیجے اور اس نے بھی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں تحائف بھیجے، اس نجاشی کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا جب تک وہ تمھیں چھوڑے رکھے، تم بھی اسے چھوڑے رکھو۔ ❶

موسیٰ بن عقبہ اپنی والدہ سے اور وہ ام کلثوم سے روایت کرتی ہیں، کہ نبی کریم ﷺ نے سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح فرمایا تو ارشاد فرمایا: ''میں نے نجاشی کو چند جوڑے کپڑے اور مشک کے چند اوقیہ ❷ ہدیہ میں بھیجے ہیں، میرا خیال ہے کہ نجاشی وفات پا چکا ہے اور میرے ہدیے واپس کر دیئے جائیں گے، اگر تو میرے ہدیے واپس کر دیئے گئے تو وہ تیرے۔''

پھر ویسا ہی ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے تحائف واپس پہنچنے سے پہلے نجاشی وفات پا چکا تھا اور آپ ﷺ کے تحفے واپس کر دیئے گئے، ان میں سے آپ ﷺ نے اپنی ہر زوجہ مبارکہ کو ایک ایک اوقیہ مشک عنایت فرمایا اور باقی کا مشک اور جوڑے سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو حسب وعدہ عطا فرمائے۔ ❸

نجاشی نے بھی نبی کریم ﷺ کو تحائف بھیجے، طبقات ابن سعد میں ہے کہ اس نے نبی کریم ﷺ کو تین پھل دار لاٹھیاں بھیجیں، جن میں ایک آپ ﷺ نے خود رکھ لی جبکہ

---

❶ مصنف ابن ابی شیبة: ۳۳۸/۱.

❷ اوقیہ کی جمع اواقی ہے، یہ ایک اونس اور ڈیڑھ پونڈ کے برابر وزن کی ایک مقدار کا نام ہے۔ ''القاموس الوحید: ۱۴۱''.

❸ طبقات ابن سعد: ۹۵/۸.

Marfat.com

باقی کی دو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمائیں۔ یہی وہ لاٹھی تھی جس کو عید کے دن حضرت بلال رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے آگے آگے لے کر چلتے تھے اور عید گاہ میں نبی کریم ﷺ کے آگے گاڑتے اور آپ ﷺ اس کو سترہ بنا کر نماز عید ادا فرماتے، نجاشی نے آپ ﷺ کو سونے کا ایک زیور بھی بھیجا جو آپ ﷺ نے اپنی نواسی سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کو عنایت فرما دیا۔ ❶

نبی کریم ﷺ کو نجاشی کی شرافت ونجابت، اصابت رائے، عدل پروری، رعایا کی خبر گیری ونگرانی اور دانش وبینش پر بھروسہ تھا، اسی لیے آپ ﷺ نے مکہ کے کمزور اور بے بس ولاچار مسلمانوں کو حبشہ ہجرت کر جانے کو ارشاد فرمایا کہ وہ ایک اچھا ملک ہے جہاں بادشاہ کی انصاف پروری کی وجہ سے کسی کو کسی پر ظلم کرنے کی جرأت نہیں ہوتی، نجاشی کے ادب ومروت اور قبول اسلام کی بنا پر ہی آپ ﷺ نے اسے یہ حکم ارشاد فرمایا کہ وہ سیّدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بنت ابی سفیان کا نکاح آپ ﷺ کے ساتھ کر دے۔ چنانچہ اس نے تعمیل ارشاد کی اور نکاح کر کے سیّدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو نبی کریم ﷺ کی طرف سے چار سو دینار مہر بھی ادا کر دیا، بعض روایات میں چار ہزار درہم کا ذکر آتا ہے، اور انھیں کئی تحائف کے ساتھ شرحبیل بن حسنہ کے ہمراہ نبی کریم ﷺ کی طرف روانہ کر دیا۔ ❷

نجاشی کی عدل پروری، انصاف پسندی اور فراست ودقت نظری ہی تھی کہ قریش مکہ کے ڈھیر سارے تحائف دیکھ کر بھی اس نے دونوں جانب کے احوال سنے بغیر مہاجرین کو قریشیوں کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا اور بڑے تدبر، انہماک اور متانت کے ساتھ مسلمانوں کی بات سنی، ان پر کیے جانے والے اہل مکہ کے اور خود دربار حبشہ کے بطارقہ اور پادریوں کے اعتراضات کے جوابات سن کر اپنے ہاتھ میں ایک تنکا لے کر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو یہ تاریخی اور فیصلہ کن بات کہی کہ، ''خدا کی قسم جو کچھ تم نے بیان کیا ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سے اس

---

❶ طبقات ابن سعد: ۲۳۵/۳، ۴۰/۸، ۲۳۳/۸.

❷ سنن ابی داؤد: کتاب النکاح باب الصداق حدیث رقم: ۲۱۰۰، ۲۱۰۱.

Marfat.com

تنکے کے برابر بھی زیادہ نہیں ہیں۔''

اور وفد قریش ذلیل خوار ہو کر واپس ہوا اور ان کی بصورت تحائف لائی رشوت کو بھی پائے حقارت سے ٹھکرا دیا، اور تو اور تو خود اپنے پادریوں کے بے جا اعتراضات پر کان تک نہ دھرے۔ نتیجتاً مسلمانوں نے بہت اچھے گھر اور اچھے پڑوس میں عزت کی جگہ پائی، یہی وہ زمانہ ہے جب نجاشی کے ایک دشمن نے حبشہ پر حملہ کیا تو مسلمانوں نے اپنے بارے میں نجاشی کے قابل تعریف موقف اور اس کے احسان کے جواب میں اس کا ساتھ دیا ❶ جو اسلام کی اخلاقی تعلیمات کے مطابق اور مسلمانوں کے اخلاق کے شایان شان تھا۔ سیرت ابن ہشام اور مسند احمد میں اس جنگ کی پوری تفصیل مذکور ہے۔

اور یہ جنگ خود اصحمہ نجاشی کے ایمان کی دلیل ہے کہ جب نجاشی نے اپنے ارکان سلطنت سے اس بغاوت کی وجہ دریافت کی تو سب نے بیک زبان ہو کر یہ کہا کہ لوگ آپ سے اس لیے ناراض ہیں کہ آپ نے اپنا قدیمی دین ترک کر دیا اور ان نو واردوں کے دین میں داخل ہو گئے، یہ بات سنتے ہی نجاشی نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو بلوایا، ایک کشتی تیار کر کے انھیں اس میں سوار کر کے کہا کہ کشتی میں سوار ہو کر نکل چلو، اگر میری شکست کی خبر سننا تو واپس نہ آنا اور جہاں چاہو جا پہنچنا اور اگر میری فتح کی خبر سنو تو واپس چلے آنا۔

پھر ایک کاغذ پر توحید، رسالت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ بن مریم کی عبدیت ورسالت کی تحریر لکھ کر اسے اپنی قبا کی داہنی آستین میں کندھے کے پاس رکھ لیا، اور اپنی عوام کی طرف نکلا، وہ لوگ قطار بنائے کھڑے تھے، نجاشی نے پوچھا: ''کیا میں تمھارے نزدیک سب سے زیادہ سچا نہیں؟ اہل حبش کہنے لگے، تم نے اپنا دین چھوڑ دیا اور عیسیٰ علیہ السلام کی عبدیت کے قائل ہو گئے۔ نجاشی نے کہا، اچھا تم عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ لوگوں نے کہا'' وہ اللہ کے بیٹے ہیں۔'' نجاشی نے قبا میں چھپی اس تحریر پر ہاتھ رکھ کر کہا ''میں گواہی دیتا ہوں کہ عیسیٰ علیہ السلام اس سے زیادہ نہیں ہیں۔'' نجاشی کی مراد قبا میں چھپی تحریر تھی، لوگ اس

---

❶ مسند احمد: ۱/۲۰۲.

Marfat.com

جواب کو اپنی تائید سمجھ کر خوش ہو گئے اور لوٹ گئے، نجاشی کی اس تدبیر کی خبر آپ ﷺ کو بھی پہنچ گئی، یہی وجہ ہے کہ جب نجاشی کا انتقال ہوا تو آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ بھی پڑھی اور اس کے لیے مغفرت کی دعا بھی مانگی۔ ❶

گذشتہ سطور میں ہرقل کی طرف مکتوب نبوی ﷺ کی تفصیل میں ہم نے یہ ذکر کیا ہے کہ جب تنوخی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا تو آپ ﷺ نے اسے ارشاد فرمایا: ''اے تنوخ کے بھائی! میں نے نجاشی کو خط لکھا، اس نے میرا خط چاک کر ڈالا، اللہ اس کو اور اس کے ملک کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا''. یہ ارشاد اس بات کی تائید کرتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے صلح حدیبیہ کے بعد جس مضمون کا خط قیصر، کسریٰ، مقوقس اور نجاشی لکھا تھا، یہ اس نجاشی کو لکھا تھا جس نے اصحمہ عادل اور صالح نجاشی سے وقتی طور پر زمام اقتدار چھین لی تھی۔ واللہ اعلم!

رب تعالیٰ کی ذات کے فضل واحسان سے اس تفصیل کی روشنی میں روایات کا یہ اضطراب حل ہو جاتا ہے اور معلوم ہو جاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حبشہ کی طرف ایک سے زائد خطوط لکھے، ابن قیم جوزیہؒ نے بھی ''زادالمعاد'' (۳/۶۹۰) میں اس بات کی تاکید کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ نجاشی دو تھے۔

نماز جنازہ ادا کرتے وقت نبی کریم ﷺ نے اس نجاشی کی تعریف بیان کی اور فرمایا:

''آج حبش کا ایک نیک آدمی دنیا سے رخصت ہو گیا، آؤ اس کی نماز جنازہ پڑھو۔''

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''آج اللہ کا ایک نیک بندہ وفات پا گیا۔''

نجاشی نہ صرف خود مسلمان تھا بلکہ اس نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو بھی اسلام لے آنے کی دعوت دی تھی، غزوۂ خندق میں ناکامی کے بعد حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے قریش سے مشورہ کیا کہ اب کیا جائے، محمد ﷺ کا امر تو بلند سے بلند تر ہوتا جا رہا ہے، لوگوں نے مختلف باتیں کہیں، عمرو رضی اللہ عنہ کہنے لگے میرا خیال ہے کہ ہم نجاشی کے پاس چلے جائیں۔ اگر تو محمد ﷺ

❶ سیرت ابن هشام: ۱/۳۶۳.

Marfat.com

اپنی قوم پر غالب آ گئے تو ہمیں کوئی ڈر نہ ہوگا کہ ہم نجاشی جیسے عادل بادشاہ کی پناہ میں ہوں گے اور اگر ہماری قوم کے لوگ غالب آ گئے تو وہ ہمیں خوب پہچانتے ہیں، ہمیں ان سے خیر ہی ملے گی۔ لوگوں نے اس رائے کو پسند کیا، چلنے کی تیاری شروع کی اور نجاشی کے لیے تحفے بھی ساتھ لیے، یہ سب روانہ ہو کر نجاشی کے پاس پہنچے، اسی دوران عمرو رضی اللہ عنہ بن امیہ ضمری بھی حبشہ آئے جنھیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جعفر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں بھیجا تھا، عمرو بن عاص کے دل میں یہ خیال آیا کہ اگر کسی طریقے سے میں نجاشی کے ہاتھوں عمرو رضی اللہ عنہ بن امیہ کی گردن مروا دوں تو قریش میرے اس کام سے بے حد خوش ہوں گے، چنانچہ عمرو بن عاص نے دربار میں داخل ہو کر بادشاہ کو سجدہ کیا، سلام علیک کی، خیر خیریت پوچھی اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ میں نے آپ کے پاس سے ایک ایسا شخص نکلتے دیکھا ہے جو ہمارے دشمن کا قاصد ہے، اسے ہمارے حوالے کیجیے کہ اس کی گردن ماردیں، اس کا صاحب ہمارے عزت دار اور شریف لوگوں کو برا بھلا کہتا ہے۔

یہ سنتے ہی نجاشی طیش میں آ گیا اور غصے میں اس قدر زور سے اپنا ہاتھ ناک پر مارا کہ یوں لگا کہ جیسے اپنی ناک توڑ ہی دے گا۔ ادھر عمرو بن عاص کا خوف کے مارے برا حال تھا، بادشاہ کو اس قدر برہم دیکھ کر کہنے لگے، ''اے بادشاہ! خدا کی قسم اگر آپ کو میری بات بری لگی ہے تو میں آپ سے اس کو نہیں مانگتا۔'' نجاشی نے کہا کیا تم مجھے اس آدمی کے قاصد کے قتل کا سوال کرتے ہو جس کے پاس وہی ناموس اکبر (یعنی فرشتہ جبرئیل) آتا ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا کرتا تھا۔

عمرو بے ساختہ بول اٹھے کیا واقعی یہی بات ہے؟ نجاشی نے کہا: عمرو رضی اللہ عنہ! تیرا ناس ہو، میری بات مان اور ان کی اتباع اختیار کر لے، خدا کی قسم! بے شک وہ حق پر ہیں، وہ اپنے مخالفین پر اسی طرح غالب آ کر رہیں گے، جس طرح موسیٰ علیہ السلام فرعون اور اس کے لشکروں پر غالب آئے تھے۔

عمرو نے یہ سن کر کہا: کیا آپ ان کے لیے اسلام پر میری بیعت لیتے ہیں؟ نجاشی نے

Marfat.com

کہا ''ہاں''! اور اپنا ہاتھ آگے کر دیا، عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرلیا اور اپنے ساتھیوں کے پاس چلے آئے، مگر اب ان کی رائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے بارے میں بدل چکی تھی، البتہ فی الحال انھوں نے اپنے ساتھیوں سے اپنا سلام چھپائے رکھا۔ ❶

بہر حال متعدد روایات سے یہ ثابت ہے کہ نجاشی نہ صرف خود مسلمان تھا بلکہ دوسروں کو بھی اسلام کی دعوت دیتا تھا، اس لیے اس کی وفات پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مسلمانوں کا بھائی کہہ کر مسلمانوں کو اس کی نماز جنازہ پڑھنے اور اس کے لیے مغفرت کی دعا مانگنے کو بھی کہا اور اس بات پر بھی افسوس کا اظہار کیا کہ وہ مدینہ کے اعتبار سے دیار غیر میں خالق حقیقی سے جا ملا، یہ سب باتیں صحیحین اور دوسری کتب معتبرہ میں مروی ہیں، بلکہ بخاری کی ایک روایت میں صحابہ کی ایک بڑی تعداد کے نماز جنازہ پڑھنے کا بھی ذکر ہے۔ ❷ جن میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ وغیرہ جیسے جلیل القدر صحابہ کی شرکت کا ذکر ہے۔

اور علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوائے نجاشی کے اور کسی کے لیے بھی غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا ثابت نہیں۔ ❸

اور یہ روایت تو نجاشی کے اسلام پر تصدیق کی مہر لگا دیتی ہے، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، جب ہم نے نجاشی کے ہاں سے واپسی کا ارادہ کیا تو نجاشی نے ہمیں کشتیوں میں سوار کر کے زاد راہ بھی دیا اور تحائف بھی دیئے، پھر کہا: اپنے صاحب کو جا کر بتلا دینا کہ میں نے تم لوگوں کے ساتھ کیسا سلوک کیا اور یہ (ساٹھ کے قریب) میرے قاصد تمھارے ساتھ ہیں اور میں (تمھیں گواہ بنا کر) اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں التجا کرنا کہ میرے لیے مغفرت کی دعا کریں۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، ہم چل کر مدینہ پہنچے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارا استقبال

---

❶ سیرت ابن هشام بسند جید: ۳/ ۳۱۷۔۳۱۹.

❷ البخاری: کتاب الجنائز باب الرجل ینعی الی اهل المیت بنفسه: ۳/۱۱۶.

❸ سیر اعلام النبلاء: ۱/ ۴۲۹.

Marfat.com

کیا، مجھے گلے لگایا اور ارشاد فرمایا: میں نہیں جانتا کہ خیبر کے فتح ہونے کی خوشی زیادہ ہے یا جعفر (رضی اللہ عنہ) کے آنے کی پھر آپ ﷺ تشریف فرما ہوئے تو نجاشی کے قاصد نے کھڑے ہو کر عرض کیا ''(اے اللہ کے رسول ﷺ!) یہ جعفر رضی اللہ عنہ ہیں، ان سے پوچھ لیجیے کہ ہمارے صاحب (یعنی نجاشی) نے ان کے ساتھ کیسا سلوک کیا ہے؟''

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے نجاشی کے حسن سلوک کی بابت بیان کرتے ہوئے کہا (یا رسول اللہ ﷺ!) نجاشی نے ہمارے ساتھ اچھا سلوک کیا، ہمیں کشتیوں پر سوار کیا اور زاد راہ بھی دیا اور اس بات کی شہادت بھی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ ﷺ اللہ کے رسول ﷺ ہیں اور (چلتے وقت) ہم سے یہ کہا کہ خدمت اقدس میں (جا کر) کہہ دینا کہ میرے لیے مغفرت کی دعا کریں۔

نبی کریم ﷺ نے یہ سن کر تین مرتبہ ان الفاظ کے ساتھ نجاشی کے لیے دعا کی، اے اللہ! نجاشی کی مغفرت فرما: اور مسلمانوں نے اس دعا پر آمین کہی۔

پھر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے نجاشی کے قاصد کے سے یہ کہا اب جاؤ اور تم نے نبی کریم ﷺ کو جو کچھ کرتے دیکھا ہے وہ جا کر اپنے صاحب کو بتلا دینا۔ ❶

بہرحال یہ سب روایات اس بات پر شاہد عادل ہیں کہ نجاشی، اس کی پناہ لینے والے مہاجرین مسلمانوں اور نبی کریم ﷺ کے درمیان خط و کتابت جاری رہی، نبی کریم ﷺ کی نگاہوں میں نجاشی کی بے حد عزت تھی جیسا کہ خود نجاشی کے دل میں حضور اقدس ﷺ کا بے حد احترام تھا، یہی وجہ ہے کہ قیامت تک ہر مسلمان کا دل نجاشی کی محبت سے لبریز رہے گا۔

نجاشی کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے والوں کی نجاشی سے ناراضی کی وجہ بھی صرف یہی تھی کہ اس نے اپنا قدیمی دین چھوڑ کر اسلام قبول کر لیا تھا اور مسلمانوں کو پناہ دی، ان کے ساتھ حسن سلوک کیا، انھیں اچھا ٹھکانہ دیا اور ان کے دشمنوں کی ناجائز خواہشات کو پورا کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ مشہور ہے کہ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے، کیا آج بھی اسلام دشمنوں

❶ اخرجه البزار كما فى كشف الاستار: ۲۸۵/۳.

Marfat.com

کا، خیر خواہان اسلام کے ساتھ یہی سلوک نہیں؟ کہ اوّل تو خود اسلام پر مضبوطی کے ساتھ جمنے والوں پر زمین اپنی فراخی کے ساتھ تنگ کر دیتے ہیں، دوسرے ان لوگوں کا ناطقہ بھی بند کر دیتے ہیں جو ان لوگوں کو پناہ دیتے ہیں، جو اسلام کے سچے خیر خواہ، اس کی ترقی اور سربلندی کے خواہش منداور روئے زمین پر پرچم اسلام کے لہرانے کے متمنی ہوتے ہیں۔

بے شک ہر دور کے نجاشیوں کے ساتھ اعدائے اسلام کا سلوک یہی رہے گا، اگر ہر نجاشی ایمان کو دل میں راسخ کیے رہے گا، وہ اہل ایمان کے لیے جائے پناہ بھی ہوگا اور اسلام کے پھلنے پھولنے اور پھیلنے کی زرخیز زمین بھی ثابت ہوگا، اور اللہ جس کو چاہے خدمت اسلام کی نعمت سے سرفراز کرے۔

نجاشی کو "منکل علامه" نامی محل میں دفن کیا گیا جو حبشہ کے صوبہ "تیغری" کا ایک ذیلی علاقہ ہے اور "عقامہ" کے قریب ہے، یہاں ہر سال ایک بہت بڑا بازار لگتا ہے۔ دولت عثمانیہ کے سفیر صادق پاشا نے جب حبشہ کا دورہ کیا تو اس نے مسلمانوں اور عیسائیوں کی بہت بڑی تعداد کو نجاشی کی قبر کی زیارت کے لیے اس سالانہ میلے میں آتے دیکھا۔ نجاشی کی قبر آج بھی زیارت گاہ خلائق ہے جو اس کے ایمان کا منہ بولتا ثبوت اور نبوت کی قدر شناسی اور اہل ایمان کے اکرام واحترام کا نقد ثمرہ بھی ہے۔

Marfat.com

حارث بن ابی شمر غسانی کے نام

یہ دمشق کا امیر اور حاکم تھا جو ملوک غساسنہ کا دارالحکومت تھا، دمشق دینی اور سیاسی اعتبار سے رومی سلطنت کے زیر فرمان اور ان کے اشارۂ ابرو کا غلام تھا، جبکہ بعض نے حارث کو بلقائے شام کا والی بھی بتلایا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے شجاع بن وہب اسدی کے ہاتھوں اپنا مکتوب گرامی حارث کو بھیجا جس میں اسے اسلام لے آنے کی دعوت دی، خط کی عبارت مندرجہ ذیل ہے:

بسم اللّٰه الرحمن الرحيم
مِنْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ اِلَى الْحَارِثِ بْنِ اَبِىْ شِمْرٍ، سَلَامٌ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَى وَاٰمَنَ بِهِ وَصَدَّقَ، وَاِنِّىْ اَدْعُوْكَ اِلَى اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ يَبْقَى لَكَ مُلْكُكَ۔

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! محمد ﷺ اللہ کے رسول کی طرف سے حارث بن ابی شمر کے نام، سلام ہو اس پر جو ہدایت کا اتباع کرے اور اللہ پر ایمان لائے اور اس کے احکام کی تصدیق کرے، پس میں تجھ کو اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ تو اس ایک اللہ پر ایمان لائے جس کا کوئی شریک نہیں، (پس اگر تو ایمان لے آیا) تو تیری سلطنت باقی رہے گا۔'' ❶

حارث کا شمار ان امرائے عرب میں ہوتا ہے جنھوں نے بازنطینی سلطنت کے زیر اثر عیسائیت کو قبول کر لیا تھا، تاریخ طبری میں اس خط کا تفصیلی ذکر موجود ہے، حضرت شجاع رضی اللہ عنہ جب یہ والا نامہ لے کر حارث کے پاس پہنچے، تو اس وقت وہ دمشق کے شہر غوطہ میں قیصر روم

---

❶ كذا في نصب الراية للزيلعي: ٤/٤٢٤، وفي زادالمعاد لابن قيم الجوزية: ٣/٦٩٧.

Marfat.com

کے لیے سامان ضیافت کرنے میں مصروف تھا، قیصر اس زمانے میں فارس پر فتح یابی کے شکریہ میں حمص سے پاپیادہ چل کر بیت المقدس آیا ہوا تھا۔ شجاع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انتظار میں دو یا تین روز گزر گئے مگر حارث سے ملاقات کی کوئی سبیل پیدا نہ ہوسکی، میں نے حارث کے دربان سے ذکر کیا کہ میں نبی کریم ﷺ کا قاصد ہوں اور بادشاہ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں، دربان نے کہا کہ بادشاہ ایک دو روز میں برآمد ہوگا، اس وقت ملاقات ہو سکے گی، دربان روم کا باشندہ تھا، اس کا نام ''مری'' تھا، وہ مجھ سے نبی کریم ﷺ کے بارے میں دریافت کرنے لگا، میں اسے نبی کریم ﷺ کے بارے میں بتلاتا جاتا اور وہ روتا جاتا تھا، نبی کریم ﷺ کے احوال سن کر کہنے لگا، میں نے انجیل پڑھی ہے، مجھے اس میں نبی کریم ﷺ کی تمام صفات لکھی ملی ہیں (اور یہ وہی نبی ﷺ ہیں جن کا ذکر انجیل میں ہے) میں آپ ﷺ پر ایمان لاتا ہوں اور آپ ﷺ کی تصدیق کرتا ہوں، البتہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں (میرے ایمان لے آنے کا سن کر) حارث مجھے قتل نہ کر ڈالے۔ غرض اس دربان نے میرا بے حد اکرام واعزاز کیا اور نہایت اچھی مہمان نوازی کی۔

پھر ایک روز حارث نکلا، تاج پہنا، دربار لگایا، حاضری کی اجازت دی، تو میں نے دربار میں داخل ہو کر نبی کریم ﷺ کا مکتوب گرامی اس کے سپرد کیا، وائے بدبختی کہ حارث نے مکتوب گرامی پڑھ کر از حد گستاخی سے زمین پر پھینک مارا اور بڑی رعونت سے گویا ہوا کہ کس کی جرأت ہے کہ مجھ سے میرا ملک چھینے، (وہ کیا مجھ تک پہنچے گا) میں خود اس کی طرف جانے والا ہوں، اگر وہ یمن میں ہوتا تو میں اس کی طرف پہنچتا، غرض وہ غصے میں پھنکارتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا، گھوڑوں کی نعل بندی کا حکم دیا اور مجھ سے مخاطب ہو کر یہ کہا: ''اپنے صاحب کو جا کر بتلا دو کہ میں کیا کرنے جا رہا ہوں''. پھر ایک خط اپنے مذموم ارادہ پر مشتمل قیصر روم کی طرف بھی روانہ کیا جس میں میرے بارے میں بھی سب کچھ لکھا، قیصر کا جواب آیا کہ ابھی اپنے ارادوں سے باز رہو، ان کی طرف متوجہ مت ہو، اور مجھے ایلیاء آن ملو، جب قیصر کا جواب آ پہنچا تو حارث نے مجھے دربار میں طلب کیا اور پوچھا، تمھارا اپنے ساتھی کے پاس واپسی کا ارادہ کب

Marfat.com

ہے؟ میں نے کہا، ''کل''، یہ سن کر حارث نے مجھے سو مثقال سونا ہدیہ پیش کیا اور مری دربان نے بھی مجھے کچھ نذرانے دیئے، بادشاہ نے مجھے زادراہ اور کچھ جوڑے دینے کا حکم دیا اور کہا رسول اللہ ﷺ کو میرا اسلام پہنچا دینا۔

شجاع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں واپس مدینہ پہنچا، سفر کی ساری روداد گوش گزار کردی، سب سننے کے بعد جناب رسالت مآب ﷺ نے فرمایا ''اس کا ملک برباد ہوا'' اس کے بعد میں نے مری دربان کا سلام عرض کیا، اس کی گفتگو بھی سنا دی تو نبی کریم ﷺ نے ''وہ سچ کہتا ہے۔''

حارث فتح مکہ کے سال وفات پا گیا۔ ❶

افسوس کہ حارث جاہلی نخوت، طاقت کے نشے اور ان رومی سرداروں کی پشت پناہی کے پندار میں دولت اسلام سے محروم رہا جن کی حدود وثغور کی حفاظت پر وہ مامور تھا، حارث کی حیثیت بازنطینی حکمرانوں کے نزدیک محض ایک چوکیدار کی تھی جو پڑوسی عرب قبائل اور ایرانیوں کی دست برد سے ان کے سرحدی علاقوں کی حفاظت کرتا تھا۔ مگر رومی حکمرانوں کی یہ نمک خواری اور ان کی متعصبانہ حمایت اس کے کچھ بھی کام نہ آئی کیونکہ لسان نبوت سے اس کی ہلاکت کا مژدہ اور پروانہ جاری ہو چکا تھا، حارث کی زندگی کی بساط جلد ہی لپیٹ دی گئی اور اس کا ملک نہایت سرعت کے ساتھ زوال پذیر ہو کر آنے والی نسلوں کے لیے نشان عبرت اور سامان نصیحت بن گیا۔

---

❶ عن طبقات ابن سعد: ۱/۵۶۱ عن الواقدی باسانیده .

Marfat.com

جبلہ بن ایہم غسانی کے نام

جبلہ بن ایہم آخری غسانی بادشاہ اور حارث بن ابی شمر کا پوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اسے بھی اسلام کی دعوت پر مشتمل مکتوب گرامی نامہ لکھا، علامہ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول یہ گرامی نامہ بھی حضرت شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ ہی جبلہ کی طرف لے گئے۔

جبلہ نے والا نامہ کا اکرام کیا، دعوت ایمان قبول کر کے حلقہ بگوش اسلام ہو گیا اور ایک خط بھی خدمت اقدس میں روانہ کیا جس میں اپنے اسلام لے آنے کی اطلاع دی، اور قاصد کو بڑے اکرام واعزاز اور تحائف وہدایا کے ساتھ واپس کیا۔

جبلہ خلافتِ فاروقی تک اسلام پر قائم رہا۔ ایک دفعہ وہ دمشق کے بازار سے گزر رہا تھا کہ اس کا پاؤں قبیلہ مزینہ کے ایک شخص پر پڑ گیا، اس نے پلٹ کر جبلہ کو تھپڑ رسید کر دیا، لوگ اسے پکڑ کر حضرت ابوعبیدہ بن جراح کے پاس لے گئے جو اس وقت شام کے امیر تھے، اور کہا اس مزینی نے جبلہ کو تھپڑا مارا ہے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے مقدمہ سن کر یہ فیصلہ دیا کہ جبلہ بھی بدلے میں اسے ایک تھپڑ مار لے۔ جبلہ نے سرداری کے نشے میں کہا، کیا اسے بدلہ میں قتل نہ کیا جائے گا؟ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا ''نہیں۔''

''اچھا چلو اس کا ہاتھ ہی کاٹ دو''؟

نہیں اللہ نے (ایسے معاملات میں) صرف (ظلم کے بقدر) بدلہ لینے کا ہی حکم دیا ہے۔

جبلہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا فیصلہ سن کر کہا: لوگو! تم دیکھ رہے ہو کہ میں اپنا چہرہ جنگلوں سے آنے والے اس بکری کے بچے کے چہرے کے برابر کر رہا ہوں (اگر سرداروں کے ساتھ یہی سلوک روا رکھنا ہے تو) یہ دین تو بے حد برا ہے۔ اس کے بعد جبلہ دوبارہ نصرانی ہو کر روم چلا گیا۔

Marfat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب جبلہ کے دوبارہ نصرانی ہو جانے کا علم ہوا تو آپ بے حد رنجیدہ ہوئے۔ اور نہایت افسوس کے ساتھ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے کہا: جانتے ہو کہ تمھارا دوست جبلہ دوبارہ عیسائی ہو گیا ہے اور صرف ایک تھپڑ کی وجہ سے۔ خود جبلہ کو بھی اس بات کا بے حد افسوس رہا کہ وہ محض ایک تھپڑ کی وجہ سے دوبارہ نصرانیت کی گمراہی میں جا پڑا، جبلہ صاحب ذوق اور شاعر بھی تھا۔ اپنی بدبختی پر خود بھی روتا تھا کہ جاہلیت کے تعصب نے اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی اور وہ اسلام کی روشنی سے محروم ہو گیا، جبلہ کا یہ مشہور شعر اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتا ہے:

تنصرت الاشراف لاجل لطمة

ما کان فیها لو صبرت لها ضرر

ایک تھپڑ کی وجہ سے ایک سردار عیسائی ہو گیا (اور دولت اسلام سے محروم ہو گیا) اگر میں اس تھپڑ پر صبر کر جاتا تو اس میں نقصان کی کیا بات تھی؟

عرض یہی وہ جبلہ ہے جس کے پاس حضرت شجاع رضی اللہ عنہ عہد رسالت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب گرامی لے کر پہنچے، حضرت شجاع نے مکتوب گرامی حوالے کرنے کے بعد جبلہ سے کہا: اے جبلہ! تیری قوم (یعنی انصار) نے نبی امّی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے وطن سے اپنے وطن منتقل کر لیا ہے، انھیں پناہ دی ہے اور ان کی جان و مال کی حفاظت کا ذمہ اٹھایا ہے۔ اور جس دین پر تم ہو، یہ تمھارے آباؤ اجداد کا دین نہیں، اس دین کے اختیار کرنے کی وجہ تو صرف یہ ہے کہ تمھارے آباء واجداد نے ملک شام پر قبضہ کیا، تم رومیوں کے پڑوس میں آ بسے جن کا دین نصرانیت تھا۔ اگر تم کسریٰ کے پڑوس میں جا بستے تو اس کا دین اختیار کرتے جو شاہ عراق کا دین ہے۔

(اے جبلہ) تیرے ہم مذہبوں میں سے وہ لوگ اس نبی کو مانتے ہیں، اگر ہم انھیں تم پر ترجیح دیں تو تمھیں ناراضی نہ ہو (کہ وہ رتبے میں تم سے بڑے ہیں) اور اگر ہم تمھیں ان پر فضیلت دیں تو تمھیں اچھا نہ لگے (کہ تیرا رتبہ ان سے چھوٹا ہے) پس اگر تو اسلام لے آئے

Marfat.com

تو اہل شام تیری اطاعت کریں اور رومی تم سے خوف کھائیں اور اگر (تیرے اسلام لے آنے کے بعد) رومی اور شامی ایسا نہ کریں تو انھیں دنیا ملے گی اور تمھیں آخرت۔ اس لیے کہ تم کنیسہ کی جگہ مسجد، ناقوس کی جگہ اذان، شعانین ❶ کی جگہ جمعہ اور صلیب کی جگہ قبلہ اختیار کر چکے ہو گے، اور جو اللہ کے پاس ہے وہ زیادہ بہتر اور پائیدار ہے۔

جبلہ نے کہا، خدا کی قسم! میری تمنا ہے کہ لوگ اس نبی امّی ﷺ پر اسی طرح جمع ہو جائیں جس طرح وہ زمین و آسمان کی آفرینش پر جمع ہیں اور مجھے اس بات سے خوشی ہوگی کہ میری قوم ان پر جمع ہو (اور ان پر ایمان لے آئے) اور ان کا بت پرستوں اور یہودیوں کو قتل کرنا اور نصاریٰ کو باقی چھوڑنا مجھے پسند ہے۔

جنگ موتہ کے دن قیصر نے مجھے آپ ﷺ کے اصحاب کے ساتھ جنگ لڑنے کی دعوت دی مگر میں نے قیصر کی بات ماننے سے انکار کر دیا، بنو سعد کے مالک بن نافلہ نے قیصر کی بات مانی تو رب تعالیٰ نے (ایک پیغمبر کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے کی پاداش میں) اسے ہلاک کر ڈالا، لیکن میں نہ تو انھیں ایسا حق دیکھتا ہوں جو انھیں نفع دے اور نہ ہی ایسا باطل جو انھیں ضرر پہنچائے۔ اور جس چیز کی طرف وہ مجھے بلاتے ہیں وہ اس بات سے قوی ہے جو میرے دل میں ان کی طرف سے کھٹکتی ہے۔ میں غور کروں گا (مجھے سوچنے کی مہلت دو)۔

اگرچہ جبلہ اسلام لے آیا مگر نہایت معمولی بات کی وجہ سے دوبارہ کفر میں جا پڑا جس کی اس جیسے صاحب عقل اور فکر و نظر کے مالک شخص سے توقع نہ تھی، کفر میں داخل ہونے کے بعد کفر کے سب تقاضوں کے آگے سر تسلیم خم کیا اور وہ سب کچھ کیا جو اعدائے اسلام کرتے چلے آئے ہیں، چنانچہ جنگ یرموک میں ہرقل کے شانہ بشانہ مسلمانوں کے خلاف میدان قتال میں اترا۔ ہرقل نے روم، شام، الجزیرہ اور آرمینیا کے دو لاکھ فوجی تیار کیے جن کی قیادت اپنے خاص آدمی کو دی، اور جبلہ غسانی لخم جذام وغیرہ کے شامی عرب مستعربہ کی معیت میں

---

❶ شعانین: نصاریٰ کی اتوار کے دن کی ایک عید جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بیت المقدس میں داخل ہونے کی یادگار منائی جاتی ہے۔ "القاموس الوحید ص: ۸۷۱"۔

Marfat.com

مقدمہ الجیش کا جھنڈا ہاتھ میں لے کر سب سے پہلے میدان جنگ کی طرف روانہ ہوا اور اسلام کے ساتھ اپنی دلی عداوت کا پورا پورا ثبوت دیا۔ جبلہ نے طے کیا تھا کہ اوّل تو سر دھڑ کی بازی لگا کر مسلمانوں پر غلبہ پانے کی کوشش کرے گا وگرنہ بلاد روم کی طرف بھاگ جائے گا اور قسطنطنیہ میں رہ پڑے گا۔ مسلمانوں نے اپنی جمعیت کو اکٹھا کیا، مقام یرموک پر، جو ایک نہر ہے، رومیوں کے ساتھ ٹکر ہوگئی، گھمسان کا رن پڑا، جنگ کے شعلے آسمان کی بلندیوں کو چھونے لگے، دو لاکھ رومیوں کے بالمقابل اہل ایمان کی تعداد صرف چوبیس ہزار تھی، فریقین کے فوجیوں نے ایک دوسرے کے بازو آزمائے، تلواروں نے اپنے جوہر دکھلائے، دونوں فریق بڑی بے جگری سے لڑے، رومیوں نے بھاگنے کے ڈر سے خود کو زنجیروں سے جکڑا ہوا تھا تاکہ جم کر لڑیں اور موت یا فتح میں سے کسی ایک کا منہ دیکھیں۔

رب تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کی، تقریباً ستر ہزار رومی فنا کے گھاٹ اتر گئے، جبکہ باقی سب کے قدم اکھڑ گئے اور میدان جنگ کو پیٹھ دے کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ جو مارے گئے سو مارے گئے، اور کچھ فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے، جن میں جبلہ بھی تھا جبکہ باقی لوگ گرفتار کر لیے گئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عمیر بن سعد کو جبلہ کی طرف بھیجا اور اسے دوبارہ اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دی، مگر وہ اپنی نصرانیت پر اڑا رہا، اور اپنی فوج کے ساتھ بلاد روم میں مسلمانوں کے خلاف برسر پیکار رہا، بالآخر نہایت ذلت ورسوائی اور شکست کی موت مارا گیا۔

افسوس کہ جبلہ کی زندگی کسی قابل ذکر کارنامے سے عبارت نہیں، نہ اسلام میں کوئی نمایاں کارگزاری رہی اور نہ حالت ارتداد میں ہی کوئی شاندار معرکہ سر انجام دیا، اور ۲۰ھ کو رہتی دنیا تک کے لیے عبرت کا نمونہ بن کر راہی ملک عدم ہو گیا۔

Marfat.com

اسقف اعظم ضغاطر رومی کے نام ❶

ضغاطر روم کا اسقف اعظم اور بہت بڑا عالم تھا۔ ابن اسحاق نے بعض اہل علم سے نقل کیا ہے کہ جب ہرقل نے نبی کریم ﷺ کے نامہ مبارک کو پڑھ کر اپنے بطارقہ کو ایمان لے آنے کی دعوت دی، اور انھوں نے اس کی بے حد مخالفت کی حتیٰ کہ اسے اپنی جان کا ڈر پیدا ہو گیا تو ہرقل نے ایک تدبیر کے ساتھ ان سب کے غصے کو ٹھنڈا کیا، بعد ازاں نبی کریم ﷺ کے قاصد دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو تنہائی میں بلا کر یہ کہا:

خدا کی قسم! میں خوب جانتا ہوں کہ تمھارے دوست نبی مرسل ہیں، اور یہ وہی پیغمبر ہیں جن کے ہم منتظر تھے اور ان کا ذکر ہم اپنی کتاب میں لکھا پاتے ہیں، لیکن مجھے رومیوں سے اندیشہ ہے کہ وہ مجھے مار ڈالیں گے، اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا تو میں ضرور ان کا اتباع کرتا، تم روم کے اسقف اعظم ضغاطر کے پاس چلے جاؤ، وہ بہت بڑا عالم ہے، مجھ سے زیادہ علم رکھتا ہے، اور رومیوں کے نزدیک اس کی بات کی مجھ سے زیادہ وقعت ہے، (جاؤ اور اس سے اپنے پیغمبر کا حال بیان کرو) اور دیکھو، وہ کیا کہتا ہے۔

ابن سعد نے واقدی کے شیوخ کے حوالے سے ضغاطر کے نام نبی کریم ﷺ کے مکتوب گرامی کی جو تحریر ذکر کی ہے وہ یہ ہے:

سَلَامٌ عَلٰی مَنْ اٰمَنَ اَمَّا عَلٰی اِثْرِ ذٰلِكَ، فَاِنَّ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ رُوْحُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهُ اَلْقَاهَا اِلٰی مَرْیَمَ الزَّكِیَّةِ، وَاِنِّیْ اُوْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَمَا اُنْزِلَ اِلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَاِسْمَاعِیْلَ وَاِسْحَاقَ، وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَا اُوْتِیَ مُوْسٰی وَعِیْسٰی، وَمَا اُوْتِیَ

❶ اسقف: عیسائیوں کا بڑا پادری، بشپ، جو قسیس سے بڑا اور مطران سے کم درجے کا ہوتا ہے۔ "القاموس الوحید ص: ۷۸۰".

Marfat.com

الـنَّبِيُّـوْنَ مِـنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُوْنَ وَالسَّلَامُ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى .

''سلام ہواس پر جوایمان لایا، اس کے بعد بات یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام مریم علیہا السلام کے بیٹے، اللہ کی روح اوراس کا کلمہ ہیں جنھیں رب تعالیٰ نے پاکباز مریم علیہا السلام پر القا کیا، اور میں ایمان لاتا ہوں اللہ پر، جو کچھ ہم پر نازل ہوا ہے اس پر، اور جو کچھ ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اوران کی اولاد پر اترا اس پر، اور جو کچھ موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا گیا، اس پر، اور جو کچھ دوسرے پیغمبروں کو رب تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا، اس سب پر (ایمان لاتا ہوں) ہم ان پیغمبروں میں سے کسی میں کچھ فرق نہیں کرتے، اور ہم اسی (خدائے واحد) کے فرمانبردار ہیں اور سلامتی ہواس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔'' ❶

حضرت دحیہ کلبیؓ ضغاطر کے پاس پہنچے اوراسے تمام حالات سنائے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل کو جس بات کی دعوت دی تھی وہ بھی بتلائی اور جس بات کی طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ضغاطر کو بلایا تھا، وہ بھی سنادی، ضغاطر نے ساری گفتگوسن کر کہا: خدا کی قسم! تمھارے ساتھی نبیٔ مرسل ہیں، ہم ان کی شان اور صفت آسمانی کتابوں میں لکھی ہوئی پاتے ہیں۔ ضغاطر یہ کہہ کر اپنے حجرے میں چلا گیا، اس وقت اس نے سیاہ جوڑا پہنا ہوا تھا، اس کو اتار کر سفید جوڑا پہنا اور عصا لے کر کنیسہ پہنچا جہاں رومی جمع تھے، ضغاطر نے ان سب کو مخاطب کر کے یہ کہا:

''اے گروہ روم! ہمارے پاس احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خط آیا ہے، جس میں انھوں نے ہم کو اللہ عزّوجل کی طرف بلایا ہے، میں تو گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں۔''

یہ سنتے ہی سب لوگ اس پر ٹوٹ پڑے اور اتنا مارا کہ قتل کر ڈالا، حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ نے لوٹ کر یہ قصہ ہرقل کو سنایا تو کہنے لگا، میں یہ بات تم سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ مجھے اپنی جان کا ڈر ہے حالانکہ ضغاطر کا رتبہ ان کے نزدیک مجھ سے کہیں بڑھ کر تھا۔ ❷

---

❶ اخرجه ابن سعد عن الواقدی عن شیوخه: ۱/۲۷۶. ❷ ذکره الطبری عن ابن اسحاق: ۲/۶۵۰.

Marfat.com

ڈاکٹر حمید اللہ مرحوم نے اپنی معروف کتاب ''الوثائق السیاسیۃ'' ❶ میں ذکر کیا ہے کہ صاحب سنن سعید بن منصور نے اس اسقف کا نام ضغاطر کی بجائے بغاطر لکھا ہے، یہ دونوں لفظ قریب قریب ہیں، جن کو انگریزی اور ہسپانوی مآخذ میں ''Auto crator'' لکھا ہے، ڈاکٹر مرحوم نے اس کے بعد جو قصہ نقل کیا ہے شاید وہ نبی کریم ﷺ کے مکتوب گرامی کا نتیجہ ہو، ڈاکٹر مرحوم لکھتے ہیں:

''روم کا ایک اسقف اعظم تھا جس کا نام بغاطر تھا، وہ اس کنیسہ کا نگران تھا جس میں بادشاہ عبادت کرتے تھے، بغاطر کی ایک صحابیؓ سے ملاقات ہوگئی تو اس نے ان سے ایک سورت لکھ کر دینے کو کہا، صحابی رسول ﷺ نے اسے ایک سورت لکھ دی، اس کو دیکھ کر بغاطر کہنے لگا، ہم اس کو پہچانتے ہیں، یہ تو اللہ کی کتاب ہے۔''

اس اقرار کے بعد وہ اسلام لے آیا، مگر اس نے اپنا اسلام چھپائے رکھا۔

آگے اس کے اسلام کے اعلان کرنے اور اسلام سے ہرگز برگشتہ نہ ہونے کا قصہ مذکور ہے جس کے نتیجے میں اس کی قوم کے لوگوں نے مشتعل ہو کر اسے قتل کر ڈالا اور اس کی لاش کو جلا دیا۔ ❷ الاصابہ میں سعید بن منصور کے حوالے سے اس کا نام تغاطر لکھا ہے، گذشتہ سطور میں ہم صحیح بخاری کے حوالے سے ہرقل کو بھیجے جانے والے مکتوب گرامی کی تفصیل میں یہ ذکر کر چکے ہیں کہ ابن ناطور اور بعض روایات کے مطابق ابن تاظور شام کے نصاریٰ اور ایک حدیث میں ہے کہ ہرقل نے اپنے ساتھی ''رومیہ'' ❸ کو خط لکھا جو علم میں اس سے بلند مرتبہ تھا، اور خود حمص روانہ ہو گیا، ابھی وہ حمص پہنچا ہی تھا کہ رومیہ کا جواب آ گیا جو اس کی رائے کے موافق تھا کہ نبی آخر الزمان ﷺ ظاہر ہو چکے ہیں اور یہ وہی نبی ﷺ ہیں۔

بہرحال یہ ضغاطر تھا یا بغاطر یا تغاطر، ابن ناطور تھا یا ابن ناظور یا رومیہ مگر یہ سب عیسائی

---

❶ دیکھیں کتاب ھذا ص:۱۱۵.

❷ ڈاکٹر حمید اللہ مرحوم کی عبارت تمام ہوئی۔

❸ حافظ ابن حجر عسقلانی کو فتح الباری میں اس بارے میں تامل ہے کہ ضغاطر اور رومیہ دو شخص ہیں یا یہ ایک ہی شخص ہے لیکن طبری کی روایت کے سیاق میں متبادر یہ دو شخص معلوم ہوتے ہیں، فقط واللہ اعلم!

Marfat.com

علماء اور خود رومی بادشاہ قیصر (ہرقل) اس بات کو بخوبی پہچانتا تھا کہ یہ وہی نبی مرسل ہیں جن کا ذکر ان کی آسمانی کتابوں میں موجود ہے اور وہاں آپ ﷺ کی ساری نشانیاں بھی مندرج ہیں، اور وہ اسی پیغمبر کے انتظار میں تھے اور آپ ﷺ ہی وہ پیغمبر ہیں جو گذشتہ سب پیغمبروں کی رسالتوں کو پورا کرنے والے ہیں۔ ضغاطر جیسے علماء ان حق پرستوں اور پیروان حق کے لیے قابل اقتداء نمونہ ہیں جن کی تعداد اگرچہ تھوڑی ہو، اور انھیں حق پر ڈٹنے کے لیے کانٹوں کی سیج پر چلنا اور خون کی ندیوں کو پاٹنا پڑتا ہو، ضغاطر اہل کتاب کے ان علماء، عقلا اور مفکرین میں سے ایک تھا جنھوں نے ہدایت کو پہچانا، مانا اور اس کو اپنایا اور بلا تامل پرچم اسلام کے تلے چلے آئے، بالخصوص جنھیں تورات اور انجیل کے ساتھ ساتھ قرآن پر بھی اطلاع تھی، اور وہ فوراً اس نتیجے پر پہنچ گئے کہ نبی کریم ﷺ کی رسالت، رسالتِ خاتمہ ہے، اور آپ ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب وہ ابدی اور آفاقی پیغام ہے جو ساری نوع انسانی کو شامل ہے، جس کی آفاقیت کو خود قرآن نے ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَ مُهَیْمِنًا عَلَیْهِ فَاحْكُمْ بَیْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ﴾ (المائدہ ۵ : ۴۸)

''اور (اے پیغمبر!) ہم نے تم پر سچی کتاب نازل کی ہے جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور ان (سب) کو محتوی ہے، تو جو حکم خدا نے نازل فرمایا ہے، اس کے مطابق ان میں فیصلہ کرنا اور حق جو تمھارے پاس آچکا ہے، اس کو چھوڑ کر ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا۔''

نبی کریم ﷺ کے سرداروں، بادشاہوں اور امراء وسلاطین کو خطوط لکھنے۔ انھیں اسلام کی ہدایت کا پیغام پہچانے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ علماء ومفکرین اور قوم کے سربرآوردہ لوگ دوسروں سے زیادہ اس بات کے لائق ہیں کہ انھیں حق کا پیغام پہنچایا جائے کہ یہ لوگ حق کی طرف دوسروں کی بہ نسبت تیزی کے ساتھ آتے ہیں، لوگوں پر ان کا اثر بھی

Marfat.com

زیادہ ہوتا ہے، اوران کا حق کی شہادت دینا زیادہ مشہور ومؤثر ہوتا ہے اوران کی دیکھا دیکھی لوگ حق کی طرف اور بھی زیادہ تیزی کے ساتھ آتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کی نبوت کی آفاقیت وخاتمیت مکاتیب گرامی کی روشنی میں:

نبی کریم ﷺ کے شاہان عالم کے نام لکھے مکاتیب اس امر کی صریح دلیل ہیں کہ آپ ﷺ کی نبوت صرف عرب کے امیوں کے لیے ہی نہیں بلکہ آپ ﷺ کی رسالت عرب وعجم، جن وانس، یہود ونصاریٰ اور مجوس اور مشرکین سب کے لیے ہے، قیصر روم نے عیسائی ہونے کے باوجود آپ ﷺ کی نبوت ورسالت اور خاتمیت کا اقرار کیا مگر اسلام نہیں لایا، عزیز مصر مقوقس نے بھی عیسائی مذہب رکھتے ہوئے آپ ﷺ کی نبوت کا اقرار کیا مگر اسلام قبول نہ کیا، البتہ نجاشی عیسائی دائرہ اسلام میں داخل ہوا، ان واقعات کی بنا پر بعض نصاریٰ کا یہ گمان غلط اور باطل ہے کہ نبی کریم ﷺ نبی اور رسول تو تھے مگر صرف عربوں کے لیے تھے اور یہود اور نصاریٰ کے لیے نبی بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے، اگر آپ ﷺ کی نبوت صرف عربوں کے ساتھ مخصوص ہوتی تو آپ ﷺ یہود ونصاریٰ اور مجوس (جیسے کسریٰ) کو ہرگز اسلام کی دعوت نہ دیتے اور ان پر جزیہ ہی نافذ فرماتے، امام زہری سے منقول ہے کہ سب سے پہلے آپ ﷺ نے نجران کے نصاریٰ پر جزیہ مقرر فرمایا اور جب آپ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا حاکم مقرر کرکے بھیجا تو حکم دیا کہ یمن کے یہودیوں میں سے ہر بالغ سے ایک دینار سالانہ جزیہ وصول کیا کریں۔

دوسرے اب تک کے آپ ﷺ کے غزوات صرف عربوں کے ساتھ تھے، مگر اس کے بعد ۷ھ میں یہود خیبر کے ساتھ قتال فرمایا، ۸ھ میں حضرت زید رضی اللہ عنہ، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک سریہ نصاریٰ کے مقابلے میں مقام موتہ روانہ فرمایا، ۹ھ میں قیصر روم کے مقابلے میں وجود اقدس کے ساتھ خود مقام تبوک تشریف لے گئے، ان واقعات سے بھی یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ آپ ﷺ کی نبوت فقط عرب کے مشرکین کے ساتھ ہی مخصوص نہیں بلکہ یہود ونصاریٰ اور تمام عالم آپ ﷺ کی نبوت کا

Marfat.com

مکلّف ہے، ورنہ جو قوم آپ ﷺ کی شریعت کی مکلّف نہ ہو اس کے ساتھ جہاد کے کیا معنی۔

نیز قرآن وحدیث سے اور آپ ﷺ کے شاہانِ عالم اور سلاطین ممالک کے نام مکاتیب گرامی سے متواتر یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ علی الاعلان یہ فرماتے تھے:

﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللّٰهِ إِلَيْكُمْ نِ جَمِيعًا﴾

(الاعراف ۷ : ۱۵۸)

''(اے محمد ﷺ!) کہہ دو کہ لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا (یعنی اس رسول) ہوں۔''

اور فرماتے ہیں:

﴿ يَاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ ﴾

(آلِ عمران ۳ : ٦٤)

''اے اہل کتاب! جو بات ہمارے اور تمھارے درمیان یکساں (تسلیم کی گئی) ہے اس کی طرف آؤ۔''

اس ارشاد میں اہل کتاب کو برملا دعوت ایمان دی گئی ہے۔ مزید برآں یہ کہ نصاریٰ کے اس فرقے کے بقول اگر آپ ﷺ صرف عربوں کے لیے ہی نبی بنا کر بھیجے گئے تو انھیں اس قدر بات تو بہرحال تسلیم ہے کہ آپ ﷺ نبی برحق اور اللہ تعالیٰ کے فرستادہ ہیں، اور نبی اگرچہ کسی خاص قوم کی طرف ہی مبعوث ہو مگر عقلاً ونقلاً یہ ضروری ہے کہ نبی اپنے تمام اقوال وافعال میں قطعاً صادق اور امین ہو۔ اور یہ بات ناممکن ہے کہ ایک شخص نبی ہو اور کسی قول یا فعل میں کاذب بھی ہو، پس اگر نصاریٰ کے اس فرقے کو یہ تسلیم ہے کہ آپ ﷺ نبی ہیں گو عربوں کے لیے ہی سہی تو یقیناً آپ ﷺ کا ''انی رسول اللّٰہ الیکم جمیعا'' کے دعوی میں صادق ہونا واجب ہے پس آپ ﷺ کو نبی مان لینا دراصل آپ ﷺ کی نبوت کی عمومیت اور آفاقیتکو ماننا ہے اور آپ ﷺ کی بعثت کے عموم کے دعویٰ میں آپ ﷺ کو سچا ماننا ہے۔ والحمد للّٰہ علی ذلك .

Marfat.com

باب دوم:

وفود

تمہید:

اس باب کو ''وفود اسلام'' کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے، عرب میں سب سے بڑا قبیلہ قریش کا تھا جس کی سرداری مسلّم تھی۔ قریش کے اولاد اسماعیل علیہ السلام ہونے سے کسی کو انکار نہ تھا۔ قریش فہم وفراست اور سخاوت وشجاعت میں مشہور تھے، اگرچہ بیت اللہ اور بلد حرام کے مجاور تھے مگر اسلام کی عداوت ومخالفت پر بھی کمر بستہ تھے۔ قبائل عرب کی نظریں قریش پر تھیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا معاملہ کرتے ہیں۔ نو جوانان قریش تو ابتداء ہی سے اسلام میں داخل ہو چکے تھے مگر بوڑھے ابھی باقی تھے۔ رب تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں مکہ کو فتح فرمایا، پھر غزوۂ تبوک سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم مظفر ومنصور لوٹے، اس سے قبل سلاطینِ عرب اور امرائے عجم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطوط بھی روانہ فرما چکے تھے، جن میں ان کو اسلام کی دعوت دی گئی تھی۔ ان مکاتیب کا بعض بادشاہوں نے خوشدلی سے اکرام واعزاز کیا، بعض نے نرمی مگر معقولیت کے ساتھ جواب دیا، بعض خوف اور تردّد میں گرفتار رہے جبکہ بعض نے نہایت گستاخی کے ساتھ ان کو ردّ کیا اور ان کے ساتھ تکبر اور اہانت کا سلوک کیا، جس کی پاداش میں انھیں بلا تاخیر اپنے ملک اور جان سے ہاتھ دھونے پڑے۔ ان واقعات کا چرچا عربوں میں زبان زد عام وخاص تھا۔

جزیرۂ عرب کے روحانی اور اجتماعی پایہ تخت مکہ کی فتح سے سرداران قریش کے قبول اسلام اور دین حق کے سامنے مزاحمت وسرکشی کے سب سے بڑے قلعے کے انہدام کا ان لوگوں پر گہرا اثر پڑا جو ابھی تک گومگو کی کیفیت میں پڑے تھے یا اسلام کی ناکامی کے خواب دیکھ رہے تھے۔

Marfat.com

مکہ کی فتح سے عربوں کو معلوم ہو گیا دین اسلام دین الٰہی ہے جو ضرور پھیل کر رہے گا اور کوئی شئے اس کی راہ میں مزاحم نہ ہو سکے گی اور نہ کوئی طاقت اس کے آگے ٹھہر سکے گی، اب قدیم ضدی بوڑھوں کے لیے بھی لیے قبول حق کی راہ ہموار ہو گئی اور ان کے اور قبول اسلام کا فاصلہ سمٹ کر رہ گیا۔ اب ہر طرف سے سفارتیں آنے لگیں اور ہر قبیلے کے وکلا اور وفود بارگاہ رسالت میں حاضر ہونے لگے، جو اسلام کی حقیقت دریافت کرتے، خود بھی اسلام قبول کرتے اور لوٹ کر اپنی قوم کو بھی مشرف باسلام کرتے، انھی واقعات کو رب تعالیٰ نے قرآن کریم کے ان معجزانہ اور بلیغ الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

﴿إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ أَفْوَاجًا ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ۝﴾

(النصر ۱۱۰: ۱ تا ۳)

''جب اللہ کی مدد آ پہنچی اور فتح (بھی حاصل ہو گئی) اور تم نے دیکھ لیا کہ لوگ غول کے غول دین خداوندی میں داخل ہو رہے ہیں تو اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرو اور اس سے مغفرت مانگو، بے شک وہ معاف کرنے والا ہے۔''

صاحبِ ''مجمع بحار الانوار'' ان واقعات پر ان الفاظ کے روشنی ڈالتے ہیں:

''یہ سال آمد وفود کا سال تھا، قبائل عرب نے اسلام کے ساتھ قریش کے معاملے کا انتظار کیا تھا کیونکہ قریش ہی پیشوا تھے اور بیت اللہ کے ذمہ دار تھے، جب مکہ فتح ہو گیا اور انھوں نے اور قبیلۂ ثقیف نے اسلام کے آگے سر تسلیم خم کر دیا تو اب انھوں نے محسوس کر لیا کہ اب ان کے اندر اسلام کے مقابلے کی سکت نہیں، اس وقت ہر طرف سے وفود کی کثرت ہوئی اور لوگ گروہ در گروہ اللہ کے دین میں داخل ہونے لگے۔'' ❶

ان باتوں کا بہر حال سب کے دماغوں پر اثر پڑا، خدمت اقدس میں حاضر ہونے کی راہ کھل گئی اور لوگ تلاش حق میں ٹوٹی لڑی کے موتیوں کی طرح آغوش اسلام میں گرنے لگے۔

---

❶ دیکھیں حوالہ بالا ج ۵، ص ۶۷۶.

Marfat.com

یہ لوگ مرکز اسلام آتے اور نئی روح سے سرشار ہو کر، اسلام کا نیا نشہ لے کر، شرک و بت پرستی، اس کی علامات ونشانات اور جاہلیت کے اثرات سے شدید نفرت سے معمور ہو کر اپنے قبیلوں کی طرف لوٹتے۔ وفود کی ابتداء تو ۸ھ کی اخیر سے ہو گئی تھی مگر ان کی کثرت اور تسلسل ۹ھ اور ۱۰ھ میں رہا، اس کی تعداد ساٹھ سے کچھ زیادہ بیان کی جاتی ہے مگر علامہ قسطلانی نے مواہب میں ۳۵ وفود کا ذکر کیا ہے۔ نبی کریم ﷺ وفود کے استقبال کا بے حد اہتمام فرماتے، ان کی مہمان نوازی اور دل جوئی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرتے، ان کو انعامات سے نوازتے، ان کے احوال دریافت کرتے، ان کی پریشانیوں اور غموں میں شریک ہوتے، اور ان کی تالیف قلب کے لیے داد و دہش کے دروازے کھول دیتے، اتنا عطا فرماتے کہ لینے والے دنگ رہ جاتے، ان کے اکرام واعزاز میں عمدہ اور خوبصورت لباس زیب تن فرماتے۔

نبی کریم ﷺ نے ''دارالضیافۃ'' کے نام سے ایک مہمان خانہ خاص وفود کے لیے مقرر کر رکھا تھا جس کا ہر خاص وعام کو علم تھا۔ چنانچہ طبقات ابن سعد میں ہے کہ ''سلامان'' کا وفد آیا اور جناب رسول اللہ ﷺ سے ان کی اس وقت ملاقات ہوئی جب آپ ﷺ مسجد سے باہر نکل کر ایک جنازہ پڑھانے کے لیے تشریف لے جا رہے تھے، نبی کریم ﷺ نے دریافت فرمایا، کون لوگ ہو؟ بتلایا گیا کہ قبیلہ سلامان سے ہیں، دست مبارک پر اسلام کی بیعت کرنے حاضر خدمت ہوئے ہیں اور اپنے پیچھے رہ جانے والی قوم کی طرف سے بھی اسلام کی بیعت کرنے آئے ہیں، نبی کریم ﷺ نے اپنے خادم خاص ثوبانؓ کی طرف التفات فرما کر ارشاد فرمایا: ''اس وفد کو (ہمارے واپس آنے تک) وہیں جا اتارو جہاں وفود اترتے ہیں'' (اور وہ دارالضیافۃ تھا جس کو سب جانتے تھے)۔ ❶

کتب سیر میں وفود کے بیان میں اس بات کا ذکر ہے کہ زیادہ تر وفود رملہ بنت حارث نجاریہ کے گھر اترتے تھے جیسا کہ کلاب، محارب، عذرہ، عبدقیس، تغلب، بنی حنیفہ، خولان، رھاویین، نخع اور غسان کے وفود کے بیان میں ان کا رملہ نجاریہ کے گھر میں اترنا مذکور ہے۔ ❷

---

❶ طبقات ابن سعد: ۱/۳۳۳. ❷ طبقات ابن سعد: ۱/۳۰۰، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۲۶، ۳۴۴، ۳۴۶، ۳۴۸.

Marfat.com

البتہ بعض وفود دوسرے گھروں میں بھی اترے، جیسے نجران کا وفد حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر اترا (دیکھیں طبقات ابن سعد)، اسی طرح فروہ بن مسیک مرادی اور وفد زبید حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے گھر اترا۔ بھراء کا وفد حضرت مقداد رضی اللہ عنہ بن اسود کے ہاں اترا، انھوں نے بنی جدیلہ میں واقع اپنے گھر میں انھیں اتارا۔

وفد خثین ابوثعلبہ خشنی کے ہاں اترا، اور وہ خود بھی وفد میں شامل تھے، وفد غامد بقیع غرقد میں اترا۔ اشجع کا وفد جو سو افراد پر مشتمل تھا سلع کی گھاٹی میں فروکش ہوا۔

بنو ثقیف کا وفد اپنے حلیفوں کے ہاں جا ٹھہرا، چنانچہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ بن شعبہ نے آگے بڑھ کر ان کا استقبال کیا، جتنے مہمان گھر میں سما سکے، ٹھہرائے، باقیوں کے لیے جو بنی مالک سے تھے مسجد میں خیمہ نصب کر دیا گیا، جب کہ ان میں سے یکنہ بن روبہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ہاں ٹھہرے۔

وفد بلی رویفع بن ثابت بلوی کے بنی جدیلہ کے گھر میں ٹھہرا، ازد کا وفد فروہ بن عمرو کے ہاں اترا، انھوں نے وفد کا خوب اکرام کیا، ازدیوں نے پندرہ دن ان کے ہاں قیام کیا۔

وفد بجیلہ جریر بن عبداللہ کی قیادت میں مدینہ پہنچا تو فروہؓ بن عمرو بیاضی نے بڑھ کر ان کا استقبال کیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ ان وفود کے پاس تشریف لاتے، انھیں اسلام کی تعلیم دیتے، احکامات سکھلاتے، شرکیہ رسوم وعبادات کی برائی بیان کرتے، ایمان واعمال پر ان سے بیعت لیتے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ان کی خبر گیری کی خصوصی وصیت فرماتے۔ بعض وفود کے ساتھ خصوصی رعایت بھی فرماتے، ان کی تالیف قلب کے لیے مزید تحائف بھیجتے، جیسے وفد اشجع کو سلع پہاڑیوں میں کھجوریں پہنچائیں۔

وفد بنو حنیفہ کو جو رملہ بنت حارث کے ہاں ٹھہرا ہوا تھا دو وقت کا کھانا دیا جاتا، کبھی گوشت روٹی، کبھی روٹی کے ساتھ دودھ تو کبھی گھی یا کھجور دی جاتی۔ ❶

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آنے والے وفود کے سامنے اپنی دعوت کے راستے میں پیش آنے والی

---

❶ طبقات ابن سعد: ۱/۳۱۶.

Marfat.com

مشکلات کا تذکرہ کرتے اور قریش کے جورو جفا کی شکایت اور ان کے ساتھ ہونے والی جنگوں کا ذکر کرتے۔

وفود کی واپسی کے وقت ہر ایک کے حسب حال آپ ﷺ انھیں تحائف وہدایا سے نوازتے اور آپ ﷺ کو اس بات کا اس قدر اہتمام تھا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق وفات کے آپ ﷺ نے بالخصوص تین باتوں کی وصیت فرمائی، جن میں سے دو باتیں یہ ہیں ایک مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال دو، دوسرے وفود کو اسی طرح انعام (وعطیہ) دیتے رہنا جس طرح میں انھیں دیتا تھا۔ ❶

وفود کو انعام واکرام سے نوازتے وقت آپ ﷺ کی دادو دہش کی کوئی حد نہ تھی، چنانچہ وفد مراد میں آنے والے فروہ بن مسیک کو آپ ﷺ نے بارہ اوقیہ چاندی اور سواری کے لیے اعلیٰ نسل کا اونٹ دیا اور ساتھ ہی ایک عمانی جوڑا بھی مرحمت فرمایا۔ ❷ وفد مرہ کو دس اوقیہ سونا عطا فرمایا جبکہ وفد طے کے ہر فرد کو پانچ اوقیہ چاندی عنایت فرمائی۔

اسی طرح وفد خولان کو ساڑھے بارہ اوقیہ، وفد کندہ کو دس اوقیہ، وفد بنی حارث بن کعب کو دس اوقیہ چاندی عنایت کی اور وفد عبد قیس کو متعدد انعامات دیے جبکہ اس وفد کے سربراہ اشج کو زائد انعامات سے بھی نوازا۔

وفد ثعلبہ کی واپسی پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: انھیں اسی طرح انعامات دو جس طرح تم وفود کو انعامات دیا کرتے ہو۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ چاندی کی ایک ڈلی لے کر آئے، آپ ﷺ نے اسے توڑ کر اس میں سے ہر ایک کو پانچ پانچ اوقیہ چاندی دی اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا: ''(ہمارے پاس دینے کو یہی ہے کہ) ہمارے پاس دراہم نہیں ہیں۔''

وفود کی دلجوئی کا یہ خصوصی اہتمام ان کے دل میں ایمان واسلام کی حلاوت کو جاگزین کرنے کی غرض سے تھا، اس غرض کے لیے آپ ﷺ خوبصورت لباس زیب تن کر کے وفود

---

❶ البخاری: کتاب الجهاد باب جوائز الوفد: ۶/۱۶۰.

❷ طبقات ابن سعد: ۱/۳۲۷.

Marfat.com

کا استقبال کرتے حتیٰ کہ آپ ﷺ کا یہ فعل امت مسلمہ کے لیے سنت قرار پایا کہ محافل، عیدین اور جمعہ وغیرہ میں عمدہ لباس پہنا جائے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو بازار میں عمدہ جوڑے فروخت کرتے دیکھا، یہ شخص بادشاہوں کو لباس تیار کر کے دیا کرتا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے ایک جوڑا لیا اور خدمت اقدس میں جا کر عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ یہ جوڑا خرید لیں اور اس کو عید کے موقع پر اور وفود کے لیے زیب تن فرما لیا کیجیے۔'' ❶

کندہ کا وفد جب خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے یہی جوڑا زیب تن فرمایا، ❷ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ وفود کے لیے جو چادر اوڑھا کرتے تھے اس کی لمبائی چار ہاتھ اور عرض دو ہاتھ اور ایک بالشت ہوتا تھا۔ ❸

یہ نبی کریم ﷺ کے کریمانہ اخلاق اور محاسن شریفہ تھے، کہ لوگوں کی تالیف قلب ہو اور وہ اسلام کے قریب آئیں۔ آپ ﷺ نے آنے والوں کو اسلام کی ظاہری خوبیوں، پاکیزہ عادات اور نظیف اخلاق سے متعارف کروایا، ریگ زار عرب کے خشک اور سخت ماحول میں ایسی نزاکت ولطافت دلوں کو متاثر کیے بغیر نہ رہتی اور لوگ سوچنے پر مجبور ہو جاتے کہ اسلام ایک پاکیزہ مذہب اور عمدہ اخلاق کا داعی ہے، سیرت وکردار کی تعمیر جس کے بنیادی مقاصد میں شامل ہے۔

اسی سال قریشِ عرب کے متعدد وفود کے ساتھ ساتھ نصاریٰ کے بھی چند وفود مدینہ کی اسلامی ریاست میں اسلام اور توحید کی جستجو میں پہنچے، نبی کریم ﷺ نے ان کے اہل کتاب ہونے کے ناطے آرام واعزاز کا خصوصی اہتمام فرمایا، ان کی خیر خیریت دریافت کی، تحائف سے نوازا، اچھی جگہ ٹھہرایا، قیام وطعام کا بہترین انتظام کیا اور لطف کی بات یہ ہے کہ آنے والا

---

❶ البخاری: کتاب الجهاد باب التجمل الوفود: ۱۷۱/۶.

❷ طبقات ابن سعد من طریق الواقدی: ۳٤٦/٤.

❸ طبقات ابن سعد: ٤٥٨/١ بسنده الی عروة.

Marfat.com

ہر وفد اپنے تئیں یہ گمان کرتا تھا کہ نبی کریم ﷺ نے جو خصوصی الطاف میرے ساتھ فرمائے ہیں، وہ کوئی میری ہی خصوصیت ہے جس میں کوئی دوسرا شریک نہیں، بے شک نبی کریم ﷺ کے یہ اخلاق آپ ﷺ کی نبوت اور رسالت کی آفاقیت کی دلیل ہیں جو رہتی دنیا تک زندگی کے ہر شعبے میں قابل اقتداء نمونہ ہیں۔ اس موقع پر اس بات کا ذکر نہایت اہم ہے کہ عربوں کے کون کون سے قبیلے ظہور اسلام سے قبل نصرانیت کو گود میں جا گرے تھے، علامہ ابن حزم کے بقول ''ایاذ'' اور ''ربیعہ'' سارے کا سارا، بکر، تغلب، نمر اور عبدالقیس سارے کا سارا نصرانی ہو گیا تھا، اسی طرح غسان، بنو حارث بن کعب بن نجران، طی، تنوخ، کلب کا اکثر، اور حیرہ، تمیم وغیرہ کے سب باشندے اور لخم وغیرہ قبائل بھی نصرانیت قبول کر چکے تھے۔ ❶

امام ابو یوسف ''کتاب الاموال'' میں قبل از اسلام الجزیرہ کی حدود بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: الجزیرہ کی ایک جماعت روم کے جب کہ ایک جماعت فارس کے ماتحت تھی، ہر ایک کا ایک مخصوص علاقہ تھا جس میں ان کا اپنا نظام حکومت اور فوجی محکمہ تھا۔ راس العین سے نیچے فرات تک کا علاقہ روم کے زیر ولایت تھا جب کہ نصیبین سے آگے دجلہ تک کا خطہ فارس کی ولایت میں شامل تھا، اور سہل ماردین اور دار سے لے کر سنجار تک اور بریہ تک کا علاقہ بھی فارسی حکومت کے زیر نگرانی تھا۔ جب کہ جبل ماردین، دار اور طور عبدین کے خطے روم کے زیر فرمان تھے۔ ❷

امام ابو یوسف نے خطۂ عرب کی ان شمالی اور مشرقی حدود کو بیان کیا ہے جو روم اور ایران کے باج گزاروں کے درمیان فصل کو بیان کرتی ہیں۔

راس العین جزیرۂ فراتیہ کا ایک بڑا گنجان شہر ہے، آج کل یہ شہر ''قامشلی'' کے قریب شام کی حدود میں داخل ہے جو حدود ترکیہ کے قریب واقع ہے۔ سنجار بھی جزیرہ کے ایک بلند وبالا پہاڑ کے پہلو میں واقع گنجان شہر ہے، جس کا موصل سے فاصلہ تین دن کی مسافت کا ہے

---

❶ جمهرة انساب العرب: ٤٩١.

❷ كتاب الخراج مع فقه الملوك ومفتاح الرتاج: ١/٢٨٩.

Marfat.com

اور آج کل یہ شہر عراقی حدود میں داخل ہے۔

یاقوت حموی کہتے ہیں کہ ماردین جبل جزیرہ کی چوٹی پر واقع مشہور قلعہ کا نام ہے جہاں سے دنیسر، دارا اور نصیبین کے علاقے نظر آتے ہیں۔ قلعے کے سامنے وسیع ملحقہ آبادی ہے جس میں بہت سارے بازار، دکانیں، مسافر خانے، مدارس اور خانقاہیں ہیں۔

۱۹ھ اور ۲۰ھ میں جزیرہ اور اس کے تمام ملحقہ علاقے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں فتح ہو گئے۔

بہر حال یہ وفود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر دین سیکھتے، دین کی معلومات اور دین کی سمجھ حاصل کرتے، مسائل معلوم کرتے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عالیہ کا مشاہدہ کرتے اور ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کی صحبت و معیت نصیب ہوتی، اکثر مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحن میں ان کے لیے خیمہ لگا دیا جاتا، وہ وہاں رہتے، قرآن مجید سنتے، مسلمانوں کو نماز پڑھتا ہوا دیکھتے اور جو کچھ ان کے دل میں آتا بڑی سادگی اور صفائی سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر لیتے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑی بلاغت اور حکمت کے ساتھ اس کا جواب عنایت فرماتے اور قرآن مجید سے استشہاد فرماتے، اس سے ان کا ایمان پختہ ہوتا اور انھیں قلبی اطمینان نصیب ہوتا۔ علمائے سیرت و تاریخ نے وفود میں سے سابقین اور لاحقین سب کو شمار کیا ہے۔ آئندہ اوراق میں اسلام اور نصرانیت کے تعلقات کے تناظر میں صرف ان وفود کا ذکر کیا جائے گا جو نصرانی تھے۔ البتہ ان وفود کے احوال کے بیان میں الاھم فالاھم کی ترتیب کو ملحوظ رکھا جائے گا۔

Marfat.com

وفد نجران

نجران یمن میں ایک بہت بڑا شہر ہے جو مکہ مکرمہ سے سات منزل کے فاصلے پر ہے، تہتر (۷۳) گاؤں اور قصبے اس کے تابع اور ملحق ہیں، سب سے پہلے نجران زید بن یشجب بن یعرب بن قحطان یہاں آ کر آباد ہوا اور اسی کے نام سے یہ شہر موسوم ہوا۔ اور سورۂ بروج میں جن ''اخدود'' کا ذکر ہے وہ اسی نجران کے کسی قصبہ یا گاؤں میں تھیں۔ ❶

نجران ظہور اسلام سے بہت پہلے نصرانیت میں داخل ہو چکا تھا، ❷ اور یہاں کے عرب قبائل وثنیت چھوڑ کر نصرانیت اور یہودیت کو اختیار کر چکے تھے۔

وفد نجران دوسرے وفود کی بہ نسبت ایک امتیازی شان کا حامل تھا کیونکہ یہ لوگ اہل کتاب اور گذشتہ قوموں کے احوال کا علم رکھتے تھے، قرب وجوار کے شہروں کے مقابلے میں نجران زیادہ دولت مند، خوشحال اور متمدن شہر تھا، اس لیے علمائے سیرت نے نجران کے وفد کی آمد، نبی کریم ﷺ سے ان کی ملاقات، آپ ﷺ سے گفتگو اور سولات وجوابات کو زیادہ اہتمام کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

تاریخی آثار کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد واضح ہوتا ہے کہ اہل نجران کا وفد تین مرتبہ خدمت اقدس میں حاضر ہوا، پہلی مرتبہ مکہ میں جبکہ دوسری اور تیسری مرتبہ مدینہ میں، ذیل میں ان تینوں سفارتوں کا حال اجمال کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے:

پہلی سفارت:

ابن ہشام کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ نجران کے رؤسا کے پاس چند مہر لگے

---

❶ شرح المواهب للزرقانی: ٤/٤١.

❷ نجران کے عیسائیت میں داخل ہونے کی تفصیلی تاریخ جاننے کے لیے دیکھیں "سیرة ابن هشام: ١/٣٠ وما بعدها۔"

Marfat.com

خطوط متوارث چلے آرہے تھے جن کی حفاظت نگہداشت وہ جان سے بھی بڑھ کر کرتے اور ہر رئیس مرتے وقت اس پر مہر لگا جاتا جو اس بات کی علامت ہوتی کہ اس نے زندگی بھر ان خطوط کی حفاظت کی تھی۔

عہد رسالت کے نجرانی رئیس کا قصہ ہے کہ ایک دفعہ چلتے ہوئے اس کے قدم لغزش کھا گئے تو اس کے بیٹے کے منہ سے بے اختیار یہ کلمات نکل گئے، ''وہ دور والا ہلاک ہو'' (معاذ اللہ) اس کی مراد جناب رسالت مآب ختمی مرتبت ﷺ تھے۔ باپ نے سن کر منع کرتے ہوئے کہا ایسا مت کہو، بے شک وہ پیغمبر ہیں جن کا نام ہمارے ان موروثی خطوط میں لکھا ہے۔ اس کا انتقال ہوتے ہی بیٹے نے ان خطوط کی نسل در نسل لگی مہر کو توڑ ڈالا، کیا دیکھا کہ ان میں تو نبی کریم ﷺ سے متعلقہ احوال وصفات لکھی ہیں، ان کو پڑھتے ہی وہ مسلمان ہو گیا، پھر حج کے لیے روانہ ہوا۔ ❶

ابن اسحاق کہتے ہیں، پھر یہ رئیس نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بیس آدمیوں کی سفارت لے کر پہنچا جو سب کے سب نصرانی تھے، ان دنوں جناب رسول اللہ ﷺ مکہ میں تشریف فرما تھے اور انھیں آپ ﷺ کے دعوائے نبوت کی خبر حبشہ سے ملی تھی۔ یہ لوگ چل کر مکہ پہنچے، نبی کریم ﷺ انھیں حرم میں بیٹھے ملے جب کہ قریش کے سردار کعبہ کے گرد مختلف مقامات پر مجلسیں لگائے بیٹھے تھے۔ ان لوگوں نے گفتگو کی، سوالات کیے، جب سوالات وجوابات کا سلسلہ ختم ہوا تو آپ ﷺ نے انھیں اللہ کی طرف بلایا، قرآن کریم پڑھ کر سنایا، نبی کریم ﷺ کے حکیمانہ اور بلیغانہ جوابات سن کر ان کی آنکھیں پُرنم ہو گئیں، فرطِ جذبات سے آنسو بہنے لگے، اور ان لوگوں نے نہایت خوشی اور سرور کے ساتھ ایمان قبول کیا اور آپ ﷺ کی تصدیق کی، انھوں نے آپ ﷺ کی ان صفات کو پہچان لیا جن کا ذکر انھوں نے اپنے خاندانی خطوط میں پڑھا تھا۔ جب یہ لوگ نبی کریم ﷺ کے ساتھ گفتگو کر کے اٹھے تو ابوجہل قریش کی ایک جماعت لے کر اپنی بدبختیوں میں اضافہ کرنے ان کے

❶ سیرت ابن هشام: ۲/۲۰۵.

Marfat.com

سامنے آ کھڑا ہوا اور نہایت نخوت سے کہنے لگا، اس جماعت کا برا ہو، جسے ان کے ہم مذہبوں نے اپنے علاقے سے بھیجا، اور تم ان کے پاس ایک ایسے شخص کی خبر لے جا رہے ہو جس کے پاس بیٹھ کر تم اپنے دین سے پھر گئے ہو اور اس کی باتوں کی تصدیق کرنے لگے ہو، ہم تم سے زیادہ بے وقوف لوگوں کو نہیں جانتے۔

انھوں نے کہا، ہم سلام کہتے ہیں اور تمھارے ساتھ جہالت کی بات نہیں کرتے، ہم اپنے عقیدے پر ٹھیک ہیں، تم اپنے مذہب پر ٹھیک ہو (رہی بات ہمارے احمق ہونے کی تو کان کھول کر سن لو) ہم نے اپنا بھلا کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ انھی لوگوں کے حق میں یہ آیات نازل ہوئیں:

﴿اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِہٖ ھُمْ بِہٖ یُؤْمِنُوْنَ ۝ وَ اِذَا یُتْلٰی عَلَیْھِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِہٖٓ اِنَّہُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا کُنَّا مِنْ قَبْلِہٖ مُسْلِمِیْنَ۝ اُولٰٓئِکَ یُؤْتَوْنَ اَجْرَھُمْ مَّرَّتَیْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَ یَدْرَءُ وْنَ بِالْحَسَنَۃِ السَّیِّئَۃَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ۝﴾ (القصص ۲۸ : ۵۲-۵٤) [1]

”جن لوگوں کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی تھی وہ اس پر ایمان لے آتے ہیں اور جب قرآن ان کو پڑھ کر سنایا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لے آئے، بے شک وہ ہمارے پروردگار کی طرف سے برحق ہے، (اور) ہم تو اس سے پہلے کے فرماں بردار ہیں، ان لوگوں کو دوگنا بدلا دیا جائے گا کیونکہ وہ صبر کرتے رہے ہیں اور بھلائی کے ساتھ برائی کو دور کرتے ہیں اور جو (مال) ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں اور جب بے ہودہ بات سنتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے لیے ہمارے اعمال اور تمھارے لیے تمھارے اعمال، تم کو سلام ہو، ہم جاہلوں کے خواستگار نہیں۔“

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے زہری سے ان آیات کے بارے میں دریافت کیا کہ

[1] ذکرہ ابن اسحاق وھو عند ابن ھشام: ۱/ ٤۱۹.

Marfat.com

یہ کن کے بارے میں نازل ہوئیں تھیں تو انھوں نے کہا: ''میں نے علمائے کرام سے یہی سنا ہے کہ یہ آیات نجاشی اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئیں۔

بظاہر یہ کوئی تعارض نہیں، ممکن ہے کہ اہل نجران نے مہاجرین حبشہ کے احوال کو سنا ہو اور ان کا مشاہدہ بھی کیا ہو، چنانچہ جب ان کے سامنے مسلمانوں کے عقائد واضح ہو کر آئے اور انھوں نے نجاشی کے ساتھ ان کا اکرام و اعزاز کا رویہ دیکھا تب ان کا وفد خدمت اقدس ؐ میں مکہ حاضر ہوا ہو۔ دوسرے یہ بھی ممکن ہے کہ خود نجاشی نے انھیں مکہ جانے کا مشورہ دیا ہو کیونکہ حبشہ اور یمن میں پڑوسی ممالک اور ہم عقیدہ ہونے کی وجہ سے دیرینہ تعلقات چلے آتے تھے اور یمن کے نصاریٰ ملوک حبشہ کے تابع بھی تھے، انھی تعلقات کی بنا پر نجاشی نے یہ مشورہ دیا ہو کہ ایک دفعہ مکہ جا کر نبی کریم ﷺ سے ضرور ملیں۔ فقط واللہ اعلم!

دوسری سفارت:

اہل نجران کی دوسری سفارت نبی کریم ﷺ کے انھیں خط لکھنے کے بعد مدینہ آئی۔ اس سفارت کا پس منظر یہ ہے کہ جیسے کہ ابھی مذکور ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے انھیں دعوت ایمان پر مشتمل مکتوب گرامی بھیجا، جس کی عربی عبارت کا ترجمہ یہ ہے:

شروع اس معبود کے نام سے جو ابراہیمؑ، اسحاقؑ اور یعقوبؑ کا معبود ہے!

یہ خط ہے محمد ﷺ نبی کی طرف سے جو اللہ کا رسول ہے، نجران کے اسقف اور وہاں کے باشندوں کی طرف، اگر تم اسلام لے آتے ہو تو میں تمھارے سامنے اس اللہ کی حمد بیان کرتا ہوں جو ابراہیمؑ، اسحاقؑ اور یعقوبؑ کا معبود ہے، اما بعد!

میں تمھیں اس بات کی طرف بلاتا ہوں کہ بندوں کی عبادت چھوڑ کر اللہ کی عبادت کرو، اور تمھیں اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ بندوں کی دوستی چھوڑ کر اللہ کی دوستی اختیار کرو، اگر تم اس بات کو نہیں مانتے تو پھر جزیہ دو، اور اگر تم اس سے بھی انکار کرتے ہو تو میرا تمھارے ساتھ اعلان جنگ ہے۔ والسلام [1]

---

[1] اخرجه البيهقي في دلائل النبوة: ٥/٣٨٥.

Marfat.com

جیسے ہی یہ خط اسقف کے پاس پہنچا تو وہ بے حد گھبرا اٹھا، اور سہم گیا۔ اسقف نے فوراً وہ خط اہل ہمدان کے مشہور سردار شرحبیل بن وداعہ کو بلوا کر دیا، شرحبیل نے خط پڑھ کر خود اسقف سے سوال کر ڈالا کہ اے ابو مریم! تیری کیا رائے ہے؟ تم جانتے ہو کہ رب تعالیٰ نے سیّدنا ابراہیم علیہ السلام سے اس بات کا وعدہ کیا تھا کہ وہ اسماعیل علیہ السلام کی ذریت میں نبوت کو رکھے گا، ہوسکتا ہے یہ وہی شخص موعود ہو، میں نبوت کے بارے میں کوئی رائے نہ دوں گا، بات اگر کسی دنیاوی معاملے کی ہوتی تو میں تمھیں بہت اچھی رائے دیتا۔

اسقف نے شرحبیل کی بات سن کر کہا، آپ ایک طرف ہو کر بیٹھ جایئے، شرحبیل ایک طرف بیٹھ گیا، اس کے بعد اسقف نے حمیر کی شاخ ذی اصبح کے مشہور نجرانی شخص عبداللہ بن شرحبیل کو بلایا، خط سنا کر اس کی رائے پوچھی، اس نے بھی شرحبیل جیسا جواب دیا تو اسقف نے اس کو بھی ایک طرف ہو کر بیٹھ جانے کو کہا۔

اس کے بعد بنی حارث بن کعب کی شاخ بنی حماس کے سردار جبار بن فیض کو بلا کر خط سنایا اور رائے دریافت کی، اس کا جواب بھی پہلے دونوں سے مختلف نہ تھا، چنانچہ اسقف نے اس کو بھی ایک طرف بٹھلا دیا۔ جب اسقف نے دیکھا کہ سب کی رائے ایک ہے تو ناقوس بجانے کا حکم دیا اور پردے ہٹا دیے گئے، یہ لوگ دن میں کسی پریشانی کے پیش آنے پر یوں ہی کیا کرتے تھے اور جب رات کو گھبراہٹ کی کوئی بات پیش آجاتی تو ناقوس بجاتے اور آگ کے آلاؤ جلاتے، غرض ناقوس کی آواز سنتے ہی وادی کی ہر جانب سے سب لوگ دوڑے چلے آئے، وادی کا رقبہ اس قدر وسیع تھا کہ ایک تیز رفتار سوار پورے دن میں اس کا ایک چکر کاٹ سکے۔ نجران کے تہتر قصبے اور ایک لاکھ بیس ہزار فوج تھی۔ سب کے جمع ہو جانے کے بعد اسقف نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتوب گرامی کو پڑھ کر سنایا اور پوچھا کہ اب کیا کیا جائے۔ سب نے بیک زبان ہو کر یہ کہا کہ شرحبیل بن وداعہ ہمدانی، عبداللہ بن شرحبیل اصبحی اور جبار بن فیض حارثی کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال دریافت کرنے بھیجا جائے۔ یہ لوگ مدینہ روانہ ہو گئے، جب مدینہ کے قریب پہنچے تو اپنے سادہ لباسوں کو اتار کر

Marfat.com

لباس فاخرہ پہنے، سونے کی انگوٹھیاں پہنیں اور اپنے حلے گھسیٹتے ہوئے مدینہ میں داخل ہوئے، رسالت مآب ﷺ کی خدمت اقدس میں پہنچ کر سلام کیا مگر سلام کا جواب نہ ملا، دن بھر انتظار کے باوجود نبی کریم ﷺ نے ان سے کوئی بات نہ کی، یہ صورت حال دیکھ کر یہ لوگ حضرت عثمانؓ اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے، جن سے پرانی شناسائی تھی، یہ دونوں زمانۂ جاہلیت میں بتوں کے نام پر ذبح کیے گئے جانوروں کو بیچنے کی غرض سے نجران لے جایا کرتے تھے اور اہل نجران ان سے یہ جانور خرید لیتے تھے، دونوں مہاجرین وانصار کی ایک مجلس میں مل گئے، انھوں نے سلام کلام کے بعد کہا:

اے عثمان اور عبدالرحمٰن! تمھارے پیغمبر ﷺ نے ہمیں (دعوت ایمان پر مشتمل) خط لکھا، ہم نے اس دعوت کو قبول کیا، اور خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، سلام کیا مگر آپ ﷺ نے ہمیں جواب نہ دیا، دن بھر کے انتظار نے تھکا دیا مگر آپ ﷺ نے ہم سے بات تک نہ کی، اب تم دونوں کیا کہتے ہو، دوبارہ حاضری دیں یا لوٹ جائیں؟

مجمع میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے تھے، ان دونوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر پوچھا اے ابوالحسن! ان لوگوں کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میری رائے یہ ہے کہ یہ لوگ ان فخریہ لباسوں کو اور سونے کی انگوٹھیوں کو اتار دیں اور اپنے وہی سادہ لباس پہن کر جائیں، (امید ہے کہ نبی کریم ﷺ التفات فرمائیں گے)۔ چنانچہ وفد نجران نے ایسا ہی کیا اور خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہو کر دوبارہ سلام کیا، آپ ﷺ نے سلام کا جواب دیا اور ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے، جب تم لوگ پہلی مرتبہ میرے پاس آئے تھے تو شیطان تمھارے ساتھ تھا، اس کے بعد ان لوگوں نے بہت سے سوالات آپ ﷺ کے سامنے رکھے۔ آپ ﷺ جوابات عنایت فرماتے رہے، یہاں تک کہ ان لوگوں نے یہ کہا: آپ ﷺ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ ہم نصرانی ہیں، ہمیں اپنی قوم کے پاس لوٹنا ہے، اگر آپ ﷺ پیغمبر ہیں تو ہمیں ان کے بارے میں آپ ﷺ کے

Marfat.com

خیالات سن کر خوشی ہوگی، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: آج تو میرے پاس ان کے بارے میں کوئی علم نہیں البتہ تم لوگ ٹھہرو یہاں تک کہ میں تمھیں عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں خبر دوں، اگلی صبح رب تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں سورہ آل عمران کی یہ آیات نازل فرمائیں:

﴿اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ۝ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِیْنَ ۝ فَمَنْ حَآجَّكَ فِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَكُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِیْنَ ۝﴾ (آل عمران ۳: ۵۹۔۶۱)

''بے شک عیسیٰ علیہ السلام کا حال خدا کے نزدیک آدم کا سا ہے کہ اس نے (پہلے) مٹی سے اس کا قالب بنایا پھر فرمایا کہ (انسان) ہو جا تو وہ (انسان) ہو گئے (یہ بات) تمھارے پروردگار کی طرف سے حق ہے، سو تم ہرگز شک کرنے والوں میں نہ ہونا۔ پھر اگر یہ لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں تم سے جھگڑا کریں اور تم کو حقیقت الحال تو معلوم ہو ہی چلی ہے تو ان سے کہنا کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں اور عورتوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں اور عورتوں کو بلاؤ، اور ہم خود بھی آئیں اور تم خود بھی آؤ، پھر دونوں فریق (خدا سے) دعا التجاء کریں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت بھیجیں۔''

مگر وفد نجران نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔

ان آیات کے نازل ہونے کے بعد نبی کریم ﷺ مباہلہ کے لیے تیار ہو گئے اور اگلے روز اپنے نواسوں اور لخت جگر حسن و حسین رضی اللہ عنہما اور سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ باہر تشریف لائے، شرحبیل نے ان حضرات کے نورانی چہروں کو دیکھ کر اپنے ساتھیوں سے کہا: اے عبداللہ بن شرحبیل اور اے جبار بن فیض، تم جانتے ہو کہ جب لوگ وادی میں جمع ہوتے ہیں تو لوٹتے وقت ان سب کی رائے وہی ہوتی ہے جو میری ہوتی ہے، میں آنے والی صورت حال دیکھ رہا ہوں، اگر تو یہ شخص بادشاہ ہے تو اس کی بات ردّ کرنے والے پہلے عرب

Marfat.com

ہم ہوں گے اور ہمیں ان سے اور ان کی قوم سے مصیبت اور ہلاکت پہنچے گی کہ ہم ان کے سب سے نزدیکی پڑوسی ہیں۔ اور اگر یہ خدا کے بھیجے ہوئے پیغمبر ہیں اور ہم نے ان کے ساتھ مباہلہ کر لیا تو یاد رکھو (خدا کی قسم! جس قوم نے بھی اپنے پیغمبر کے ساتھ مباہلہ کیا وہ ہلاک و برباد ہوئی اور اب وہی ہمارے ساتھ بھی ہوگا کہ) ہم میں سے کوئی بھی رُوئے زمین پر زندہ نہ بچے گا۔

ان دونوں نے شرحبیل سے کہا، اے ابو مریم! تمھاری کیا رائے ہے، تم (ہم دونوں سے زیادہ) تجربہ کار اور زمانہ شناس ہو، شرحبیل نے کہا میری رائے یہ ہے کہ ہم فیصلہ ان کے ہاتھ میں دے دیں، میری رائے میں وہ (ہمارے حق میں) کوئی فیصلہ کرنے میں ہرگز زیادتی نہ کریں گے، یہ سن کر دونوں نے کہا: ''ٹھیک ہے، اب تم جانو اور وہ۔''

اگلے دن شرحبیل نے نبی کریم ﷺ سے ملاقات کی اور عرض کیا، (اے اللہ کے رسول ﷺ!) میری رائے میں ایک بات ایسی ہے جو آپ ﷺ کے ساتھ مباہلہ کرنے سے بہتر ہے، فرمایا: وہ کیا ہے؟ شرحبیل نے کہا، آج دن سے لے کر رات تک اور رات سے صبح تک ہمارا معاملہ آپ ﷺ کے سپرد ہے، آپ ﷺ جو بھی فیصلہ فرمائیں گے ہمیں منظور ہوگا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا، شاید تمھارے پیچھے رہ جانے والوں میں سے کوئی تمھیں (اس طرح اختیار دینے پر) ملامت کرے، شرحبیل نے عرض کیا: آپ ﷺ میرے دونوں ساتھیوں سے (بھی) پوچھ لیجیے! آپ ﷺ نے ان دونوں سے پوچھا تو انھوں نے جواب میں یہ کہا وادیٔ نجران کے سب لوگ اس کی بات مانتے ہیں، تو نبی کریم ﷺ نے (شرحبیل کو) کافر یا انکاری کہا: اس دن آپ ﷺ ان کے ساتھ مباہلہ کیے بغیر لوٹ گئے اور دوسرے روز ان کے لیے ایک عہد نامہ تحریر کرایا جس کا حاصل یہ تھا:

- ❀ اہل نجران سالانہ دو ہزار حلے ادا کریں گے، ایک ہزار ماہ رجب میں اور ایک ہزار ماہ صفر میں، اور ہر حلے کی قیمت ایک اوقیہ یعنی چالیس درہم ہوگی۔
- ❀ اہل نجران پر آپ ﷺ کے قاصدوں کی ایک ماہ تک مہمانی لازم ہوگی۔

Marfat.com

❀ یمن میں اگر کوئی شورش، فتنہ یا بغاوت پیش آ جائے تو اہل نجران کو(ان کی شورش کچلنے میں معاونت کرنے کی غرض سے) تیس زرہیں، تیس گھوڑے اور تیس اونٹ عاریتاً دینے ہوں گے جو بعد میں واپس کر دیے جائیں گے اور کسی شے کے ضیاع یا گم شدگی کا ضمان ہم پر ہوگا۔

❀ اللہ اور اس کا رسول ﷺ ان کے جان و مال کی حفاظت کا ذمہ دار ہے، ان کے اموال واملاک، زمین و جائیداد اور ان کے حقوق کا محافظ ہے، ان کے مذہب اور ملت، ان کے قسیس و راہب اور ان کے خاندان اور ان کے متبعین پر کوئی تغیر و تبدل واقع نہ ہوگا، نہ تو جاہلیت کے کسی خون کا ان سے مطالبہ ہوگا اور نہ ان کی سرزمین میں کوئی لشکر داخل ہوگا۔

❀ جو شخص ان میں سے کسی حق کا مطالبہ کرے گا تو ظالم اور مظلوم کے درمیان انصاف کے تقاضوں کو پورا کیا جائے گا۔

❀ سود خور سے ہمارا ذمہ بری ہوگا۔

❀ کسی ظلم کے مرتکب کے بدلے میں کوئی دوسرا دادرسی کے لیے ماخوذ نہ ہوگا، (بلکہ ظلم کا بدلا صرف ظالم سے ہی لیا جائے گا نہ کہ کسی اور سے)۔

❀ یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ذمہ ہے جب تک وہ اس پر قائم رہیں۔

اس عہد نامہ پر ابوسفیان، غیلان بن عمرو، مالک بن عوف، اقرع بن حابس حنظلی اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم نے دستخط کیے۔ ❶

یہ لوگ اس عہد نامے کو لے کر نجران روانہ ہو گئے، ادھر اسقف قوم کے سربرآوردہ لوگوں اور اشراف کے ساتھ ایک رات کی مسافت پر وفد کا استقبال کرنے پہلے سے پہنچا ہوا تھا، اور اس کے ساتھ اس کا ماں شریک بھائی اور نسب میں چچازاد بھائی ابوعلقمہ بشر بن معاویہ بھی تھا، وفد نے خط اسقف کو دیا، اسقف سواری پر چلتے چلتے خط کی تحریر پڑھتا جاتا جبکہ ابوعلقمہ ساتھ ساتھ جا رہا تھا، اتنے ابوعلقمہ کی اونٹنی نے اسے گرا دیا تو اس کی زبان سے نبی

❶ كتاب الخراج للامام ابی يوسف: ١/٤٧٦.

Marfat.com

کریم ﷺ کی شان میں کچھ نازیبا الفاظ نکل گئے، البتہ اس نے آپ ﷺ کا نام یا کنیت نہ لی تھی، یہ سن کر اسقف نے کہا، خدا کی قسم! تم نے خدا کے ایک بھیجے ہوئے رسول ﷺ کو برا بھلا کہا ہے۔

اس پر ابوعلقمہ نے کہا: خدا کی قسم! جب تک میں ان کے پاس نہ چلا جاؤں اپنی اونٹنی کی مہار نہ کھولوں گا، پھر اونٹنی کے چہرے پر ضرب لگائی اور اس کا رخ مدینہ کی طرف کر دیا، اسقف نے ابوعلقمہ کی طرف مڑ کر کہا، میری بات غور سے سنو، میں نے یہ اس لیے کہا تھا کہ عربوں کو میری بات پہنچ جائے کہ کہیں وہ ہمیں نادان نہ سمجھیں، یا یہ گمان نہ کریں کہ ہم ان کی نصرت پر راضی ہوگئے اور ہم نے ان کی وہ بات مان لی جو عربوں نے نہ مانی حالانکہ ہم ان سے زیادہ طاقتور اور مضبوط گھروں والے ہیں، مگر ابوعلقمہ نے اسقف کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور مدینہ کی طرف چل دیا، یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اسلام قبول کیا، اور اپنے اسلام کو خوب نبھایا اور بعد میں شہادت سے سرفراز ہوا۔

وفد نے نجران پہنچ کر لیث بن ابی شمر راہب کو جو اس وقت گرجا کی چھت پر تھا، شروع سے لے کر آخر تک کی ساری داستان سنا دی اور بتلا دیا کہ ابوعلقمہ تو اسلام لانے کی غرض سے مدینہ روانہ ہو چکا ہے، راہب نے ساری بات سن کر کہا کہ ”مجھے نیچے اتارو ورنہ میں خود کو گرا کر ہلاک کر دوں گا۔“ لوگوں نے نیچے اتارا تو وہ چند تحفے لے کر جن میں ایک چادر جس کو بعد میں خلفائے راشدین اوڑھا کرتے تھے، ایک پیالہ اور ایک عصاء تھا، نبی کریم ﷺ کی طرف روانہ ہو گیا۔

یہ راہب کئی سال تک مدینہ منورہ میں ٹھہرا رہا، وحی کے نزول کا مشاہدہ کیا، سنن و فرائض اور حدود کو دیکھا، مگر افسوس کہ اسلام لانا نصیب نہ ہوا اور دوبارہ آنے کا وعدہ کر کے نجران لوٹ گیا، یہ راہب پھر نبی کریم ﷺ کی وفات تک مدینہ نہ آیا۔

تیسری سفارت:

تیسری سفارت ۹ھ میں خدمت نبوی ﷺ میں مدینہ حاضر ہوئی، اس میں ساٹھ آدمی

Marfat.com

تھے جن میں چودہ ان کے اشراف اور سربرآوردہ لوگ تھے، وفد کا رئیس اور امیر قافلہ عبدالمسیح تھا جس کا لقب عاقب تھا اور قافلے کا وزیر ومشیر ایہم تھا جس کا لقب سیّد تھا، ان کا پیر اور پادری جس کو حبر وراسقف کہتے تھے ابو حارثہ بن علقمہ تھا، یہ اصل میں قبیلہ بکر بن وائل کا عرب تھا جس نے نصرانیت اختیار کر لی تھی، شاہان روم اس کے علم وفضل، مذہبی صلابت اور دین کی پختگی کی وجہ سے بڑی تعظیم وتکریم کرتے تھے اور اس کو بڑی بڑی جاگیریں دے رکھی تھیں اور اسے گرجا کا امام مقرر کر رکھا تھا۔

یہ وفد بڑی آن بان کے ساتھ مدینہ منورہ پہنچا، نبی کریم ﷺ نے انھیں مسجد نبوی ﷺ میں اتارا، اس وقت نماز عصر ہو چکی تھی، تھوڑی دیر بعد ہی ان کی نماز کا بھی وقت ہو گیا، ان لوگوں نے نماز پڑھنا چاہی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے روکا تو نبی کریم ﷺ نے انھیں مشرق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کی اجازت دے دی۔ ان لوگوں نے چند دن قیام کیا، نزول وحی کو دیکھا، قرآن کو سنا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی عبادت اور اخلاق کو دیکھا، دوران قیام ان لوگوں نے مختلف مسائل پر گفتگو کی، ان میں سے نبی کریم ﷺ کے ساتھ بات عبدالمسیح عاقب، سیّد ایہم اور ابو حارثہ بن علقمہ نے کی۔ اگرچہ یہ تینوں نصرانی تھے مگر خود بھی اپنے مذہب کی بابت باہم اختلاف رکھتے تھے کہ کوئی تو حضرت مسیح کو اللہ، کوئی اللہ کا بیٹا اور کوئی تین میں سے کا تیسرا کہتا تھا، اور لطف کی بات یہ ہے کہ یہ لوگ ان تین مختلف باتوں کی مختلف دلیلیں بھی رکھتے تھے، مثلاً ان کے خدا ہونے کی دلیل یہ پیش کرتے کہ وہ مردوں کو زندہ کرتے تھے، بیماروں کو چنگا کرتے تھے، غیب کی باتیں بتلاتے تھے، مٹی کی مورتی بنا کر اس میں روح پھونک دیتے تھے حالانکہ یہ سب کام وہ رب تعالیٰ کے امر سے کرتے تھے تاکہ انھیں لوگوں کے لیے خدا کی نشانی بنائیں۔

اور خدا کا بیٹا ہونے کی دلیل یہ رکھتے تھے کہ وہ بن باپ کے پیدا ہوئے تھے، اور پنگھوڑے میں ہی بات کی تھی حالانکہ بنی آدم میں سے ان سے پہلے یہ کوئی نہ کر سکا تھا۔ حالانکہ وہ جانتے تھے کہ بیٹا باپ کے مشابہ ہوتا ہے، لہٰذا اگر عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے تھے تو

Marfat.com

انھیں خدا کے مثل ہونا چاہیے تھا، جبکہ خدا کی ذات بے مثل اور بے چون وچگون ہے۔

اور تین میں سے تیسرا ہونے کی دلیل وہ یہ پیش کرتے تھے کہ رب تعالیٰ نے جابجا اپنے امور کو جمع کے صیغہ کے ساتھ بیان کیا ہے جیسے، ہم نے کیا، ہم نے اتارا، ہم نے زندہ کیا وغیرہ وغیرہ، ان کا کہنا تھا کہ اگر اللہ ایک ہوتا تو واحد متکلم کا صیغہ استعمال کرکے، میں نے کہا: میں نے اتارا، میں نے زندہ کیا وغیرہ، کہتا حالانکہ وہ جانتے تھے کہ رب تعالیٰ کی قدرت میں، اس کے کاموں میں، اس کی تدبیر اور خلقت میں کوئی شریک نہیں۔ رب تعالیٰ نے ان سب باتوں کے جواب میں قرآن کریم کی متعدد آیتیں اتار دیں۔

نبی کریم ﷺ نے ان کے اسقف سے مفصل گفتگو فرمائی، اور مسلمان ہونے کو کہا: وہ کہنے لگے کہ ہم مسلمان ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا، تم مسلمان نہیں ہو، مسلمان ہو جاؤ، کہنے لگے، ہم تو پہلے سے ہی مسلمان ہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جھوٹ بولتے ہو تمھیں اللہ کے لیے بیٹا پکارنے، صلیب کی عبادت کرنے، اور خنزیر کھانے نے مسلمان ہونے سے روک رکھا ہے۔

انھوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کی الوہیت اور ابنیت پر گفتگو کرتے ہوئے کہا، اے محمد ﷺ! مسیح علیہ السلام کا باپ کون ہے؟

رب تعالیٰ نے اس کے جواب میں سورہ آل عمران کی ابتدائی اسّی (۸۰) سے زیادہ آیات نازل فرمائیں، چنانچہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم کو خوب معلوم ہے کہ بیٹا باپ کے مشابہ ہوتا ہے۔

نجرانی اسقف نے کہا: بے شک یہی بات ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارا پروردگار زندہ ہے، اسے موت نہیں آتی جبکہ عیسیٰ ﷺ پر موت اور فنا آنے والی ہے۔

نجرانی اسقف: بے شک یہ بات درست ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم جانتے ہو کہ ہمارا پروردگار ہر چیز کو قائم رکھنے والا، تمام عالم کا

Marfat.com

محافظ ونگہبان اور سب کا رازق ہے، کیا عیسیٰ ﷺ بھی ان میں سے کسی چیز کے مالک ہیں؟

نجرانی اسقف: نہیں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم جانتے ہو کہ زمین وآسمان کی کوئی شئے بھی رب تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں، کیا عیسیٰ علیہ السلام اس سے زائد بھی کچھ جانتے ہیں جو رب تعالیٰ نے انھیں بتلا رکھا ہے۔

نجرانی اسقف: نہیں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم جانتے ہو کہ رب تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو مریم علیہا السلام کے رحم میں جس طرح چاہا بنایا اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ خدا نہ کھاتا ہے اور نہ پیتا ہے اور نہ ہی اس کو بشری حوائج لاحق ہیں۔

نجرانی اسقف: بے شک۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم جانتے ہو کہ مریم صدیقہ علیہا السلام دوسری عورتوں کی طرح عیسیٰ علیہ السلام سے حاملہ ہوئیں اور ان کو دوسری عورتوں کی طرح جنا، اور ان کی دوسرے بچوں کی طرح پرورش ہوئی۔

نجرانی اسقف: بے شک ایسا ہی تھا۔

اس مکالمے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا پھر عیسیٰ علیہ السلام خدا کیسے ہوئے؟

غرض نبی کریم ﷺ نے رب تعالیٰ سے تفصیلی اور فیصلہ کن خبر پا کر انھیں لاجواب بھی کیا اور اسلام بھی پیش کیا، اور اسلام قبول نہ کرنے کی صورت میں انھیں رب تعالیٰ کے حکم کی بنا پر مباہلے کی دعوت بھی دی، مگر ان لوگوں نے سوچنے کی مہلت مانگ لی کہ ہم آپس میں مشورہ کر لیں، اس کے بعد حاضر ہو کر بتلائیں گے کہ ہم کیا کرنا چاہتے ہیں، یہ لوگ عبدالمسیح عاقب کے پاس گئے جو صائب رائے شخص تھا اور اس سے رائے پوچھی، اس نے کہا اے گروہ نصاریٰ! تم خوب جانتے ہو کہ محمدؐ نبی مرسل ہیں جو تمھارے پاس تمھارے پیغمبر کے بارے میں قول فیصل لائے ہیں۔ اور تم جانتے ہو کہ جس قوم نے بھی اپنے پیغمبر کے ساتھ مباہلہ کیا نہ ان کے بڑے بچے نہ چھوٹے، اگر تم نے ان کے ساتھ مباہلہ کیا تو ہلاک وبرباد ہو جاؤ گے،

Marfat.com

خدا کی قسم! میں ان کے ساتھ ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ پہاڑ ٹلنے کی بھی دعا مانگیں تو پہاڑ ٹل جائیں۔ اگر تم اپنے دین پر قائم رہنا چاہتے ہو اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اپنے عقیدے پر جمے رہنا چاہتے تو میری بات مانو تو ان سے مباہلہ نہ کرو اور اپنے علاقے میں واپس ہو جاؤ۔

چنانچہ ان لوگوں نے نبی کریم ﷺ کے پاس جا کر کہا ہماری رائے یہ بنی ہے کہ ہم مباہلہ نہیں کرنا چاہتے، اور آپ ﷺ کو آپ کے دین پر چھوڑ کر اپنے دین پر واپس چلے جاتے ہیں اور جزیہ دینا منظور کیا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے عذاب اہل نجران کے سروں پر آ پہنچا تھا، اگر یہ مباہلہ کرتے تو بندر اور سور بنا دیے جاتے اور تمام وادی آگ بن کر ان پر برستی اور یہ سب ہلاک ہو جاتے حتیٰ کہ درختوں پر کوئی پرندہ بھی باقی نہ رہتا۔

پھر نبی کریم ﷺ نے ان کے لیے ایک عہد نامہ لکھ کر دیا جس میں ان کی جان و مال کی حفاظت اور دین و مذہب کی حفاظت کا ذمہ تھا اور ان پر سالانہ جزیہ بھی مقرر تھا جس کی تفصیل گذشتہ صفحات میں گزر گئی ہے۔

نجرانی اسقف نے یہ عہد نامہ وصول کیا اور واپس چلنے کے لیے تیار ہو گیا، چلتے وقت درخواست کی کہ کسی امانت دار شخص کو ہمارے ساتھ بھیج دیجیے تا کہ وہ ہم سے صلح کی رقم لے کر واپس آئے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''رات کو میرے پاس آنا، میں نہایت امانت دار شخص کو تمھارے ساتھ کروں گا، یہ ارشاد سن کر یہ ایک صحابی کے دل میں یہ بات آئی کہ کاش رسولِ خدا ﷺ یہ سعادت اسے نصیب کریں، پھر آپ ﷺ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو یہ کہہ کر ان کے ساتھ روانہ کیا کہ یہ اس امت کے امین ہیں۔'' ❶

وفد نجران میں کچھ یہودی بھی تھے جن کی حیثیت اس صلح نامہ میں اطاعت گزاروں کی سی تھی۔ نبی کریم ﷺ نے وفد نجران کو کمال تراخدلی کے ساتھ مسجد میں داخل ہو کر اپنی

---

❶ سیرت ابن هشام: ۲/۲۰٤.

Marfat.com

عبادت کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی حالانکہ وہ کمزور اور مسلمان طاقتور تھے مگر پھر بھی انھیں اپنی جان و مال کی بابت کسی کا ڈر نہ ہوا اور انھوں نے آزادی کے ساتھ اپنی مذہبی رسومات ادا کیں، معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی اجازت سے غیر مسلموں کا مسجد میں داخل ہونا مباح ہے۔

پھر نبی کریم ﷺ کی عنایت ورعایت صرف یہیں تک نہ تھیں بلکہ آپ ﷺ نے ان کے علماء ورہبان، عبادت گاہوں، اور دین کی حفاظت کا پروانہ بھی عنایت فرمایا، ان کی اولاد اور اموال کے لیے حفاظت کی ضمانت دی، اور اس بات کا پابند کیا کہ وہ نہ عہد توڑیں گے اور نہ خیانت کریں گے تو ان کے مذہب وملّت اور مذہبی رہنماؤں میں کوئی تغیر وتبدل نہ ہوگا۔

یہ بھی نبی کریم ﷺ کے نہایت ارفع اور کریمانہ اخلاق تھے کہ آپ ﷺ نے ان کی ساری باتیں تسلی کے ساتھ سنیں اور انھیں بڑے تدبر وحکمت کے ساتھ واضح جوابات عنایت فرمائے، بلکہ انھیں سوچنے سمجھنے اور غور وفکر کی مہلت بھی دی اور تو اور حق وباطل کو واضح کرنے کے لیے مباہلہ تک کی دعوت دے دی کہ آؤ ملک کر اس بات کی دعا مانگیں کہ رب تعالیٰ جھوٹے، متکبر، سرکش اور حق سے روگردانی کرنے والے کو ہلاک کر دے اور اس کا تمام ونشان تک مٹا دے۔

نجرانیوں نے مباہلے سے انکار کیا، آپ ﷺ نے پھر بھی درگزر فرمایا اور قبول جزیہ کا اختیار دیا، علم معاشیات واقتصادیات کے تناظر میں جزیہ کی یہ رقم انتہائی معمولی تھی جو کسی کو بھی زیر بار یا بوجھل نہ کر سکتی تھی۔

بے شک اسلام اور رسول اسلام ﷺ کی رحمت اور اکرام وتکریم ساری انسانیت کے لیے ہے۔

نبی کریم ﷺ کی رحمت ورافت اور کرم نوازی کا یہ عالم تھا کہ یہود ونصاریٰ بلا خوف آپ ﷺ کے حضور مناظرے اور مکالمے کرتے مگر آپ ﷺ کبھی برا نہ مناتے، البتہ بے دلیل بات کی تردید اور مدلل بات کی حوصلہ افزائی فرماتے۔ آپ ﷺ کے عدل وانصاف اور امانت وصداقت کے ہوتے ہوئے کسی کمزور کو خوف یا کسی طاقتور کو پندار نہ ہوتا،

Marfat.com

بارگاہ رسالت میں محبت و برہان سے خالی بے مغز عقیدوں کے سر جھک جاتے اور انھیں حق کے آگے سر تسلیم خم کرنا پڑتا۔ نادانوں کی نادانیاں بھی برداشت فرماتے تاکہ انھیں قبول حق میں رکاوٹ پیش نہ آئے، قرآن کریم سے استشہاد کر کے ان کے دلوں کو اطمینان وایمان بخشتے، حجت تمام کرنے میں نبی کریم ﷺ کا مخالف وموافق سب کے ساتھ یکساں سلوک تھا، اس بات نے دنیا بھر سے آنے والے ہر شخص کے دل میں نبی کریم ﷺ کے پیغمبر برحق ہونے کا یقین جاگزیں کر دیا تھا، اور یہی وہ دُرِ مقصود تھا وافدین وواردین کے اکرام واعزاز سے جس کو نبی کریم ﷺ نے حاصل کیا۔

"وصلوة اثره وسلامه عليه والف الف التحيات."

واقدی کہتے ہیں اہل نجران نبی کریم ﷺ کے انتقال فرما جانے تک اس عہد پر قائم رہے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خلافت سنبھالنے کے بعد اس عہد کی تجدید کی اور اسے انھی خطوط پر باقی رکھا جن پر نبی کریم ﷺ نے یہ معاہدہ کیا تھا، خلافت فاروقی میں انھیں سودی لین دین کی لت پڑ گئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں جلاوطن کر دیا، یہ لوگ عراق چلے گئے اور کوفہ کے نواحی قصبہ نجرانیہ میں رہ پڑے۔

بلاذری کی روایت کے مطابق جزیرہ عرب سے ان کے نکل جانے کی وجہ یہ ہوئی کہ جب نجرانیوں کی تعداد خوب بڑھ گئی تو ایک دوسرے پر حسد کھانے لگے، اس حسد کی جلن میں چند نجرانی اپنے بھائیوں کے خلاف شکایت لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جا پہنچے اور ان کے جلاوطن کرنے کا مطالبہ کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ پہلے ہی مسلمانوں کی بابت ان سے اندیشہ رکھتے تھے، انھوں نے موقع کو غنیمت جانا اور خود ان کے مطالبے پر انھیں جلاوطن کر دیا، نجرانیوں کو بعد میں اپنے فیصلے پر ندامت ہوئی اور دوبارہ نجران آباد ہونے کی درخواست کی مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ماننے سے انکار کر دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں نجرانیوں نے آ کر سو طرح کے واسطے دیے مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر ماننے سے انکار کر دیا کہ "عمر رضی اللہ عنہ مجھ سے زیادہ معاملہ شناس

Marfat.com

تھے، میں ان کے خلاف کرنے کو پسند نہیں کرتا۔''

فقہا نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نجرانیوں کی عہد شکنی کی بنا پر انھیں جلا وطن کیا تھا کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سود چھوڑنے کا عہد دے کر دوبارہ اس کا لین دین شروع کر دیا تھا، اور انھیں جلا وطن کرنے کا ایک سبب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی ہوسکتا ہے کہ سرزمین عرب پر دو دین (ایک ساتھ) باقی نہ رہیں گے۔

یمن کا رقبہ بے حد وسیع تھا، آبادی گنجان تھی، قبائل کی کثرت اور خوشحالی اور دولت مندی کا راج تھا، زمینیں زرخیز اور بارآور تھیں، یمن کی خوشحالی، تمدنی ترقی، آبادی کی وسعت اور زرخیزی کو دیکھتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل یمن کی تعلیم اور ان سے صدقات اور جزیہ کی وصولی کے لیے متعدد صحابہ کو یمن بھیجا۔ اس موقع پر یہ بات پیش نظر رہے کہ نجران یمن میں دو فریق تھے، ایک اُمیوں کا اور دوسرا نصاریٰ کا، اُمیوں نے اسلام قبول کر لیا تھا جس کی تفصیل کتب سیرت میں وفد بنی حارث میں دیکھی جا سکتی ہے جبکہ فریق ثانی نصاریٰ نے جزیہ پر صلح کر لی تھی جس کا تفصیلی بیان اہل نجران کی مذکورہ تینوں سفارتوں میں ذکر ہو چکا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نجران کی طرف فریق اوّل سے صدقات جب کہ فریق ثانی سے جزیہ وصول کرنے بھیجا۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو ان کی تعلیم کے لیے بھیجنے کا قصہ مشہور ہے، بخاری اور مسلم سمیت متعدد کتب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجتے وقت انھیں ارشاد فرمایا: ''عنقریب تم ایک قوم کے پاس جاؤ گے جو اہل کتاب ہیں، پس جب تم ان کے پاس پہنچو تو انھیں اس بات کی طرف بلانا کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، پس اگر وہ تمھاری یہ بات مان لیں (اور رب تعالیٰ کی معبودیت کی گواہی دینے لگیں) تو انھیں یہ بات بتلانا کہ رب تعالیٰ نے ان پر دن رات میں روزانہ پانچ نمازیں فرض کی ہیں، اگر وہ تمھاری یہ بات مان لیں تو انھیں یہ بتلانا کہ رب تعالیٰ نے ان پر صدقہ (یعنی زکوٰۃ کو) فرض کیا ہے جو ان کے مالداروں سے لے کر ان کے فقیروں کو دے دیا جائے گا، اگر وہ

Marfat.com

تمھاری یہ بات مان لیں تو خبردار (صدقہ میں) ان کے عمدہ عمدہ مالوں کے لینے سے بچنا، اور مظلوم کی بددعا سے بچنا کہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی آڑ نہیں ہوتی۔'' ❶

ابن شہاب زہری کہتے ہیں کہ سب سے پہلے جن لوگوں نے جزیہ دینا منظور کیا وہ نجران کے نصاریٰ تھے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک سے لوٹنے کے بعد یمن بھیجا تھا، معاذ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات پا جانے تک یمن میں ہی رہے۔ خلافت صدیقی میں مدینہ لوٹے مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود اقدس کی جدائی کے غم میں مدینہ میں دل نہ لگا اور شام چلے گئے، وہیں انتقال ہوا۔

صحیحین وغیرہ کتب حدیث میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت خالد بن ولید اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے بھی یمن بھیجنے کا ذکر ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آن ملے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی حارث بن کعب کی طرف بھیجا، جبکہ عمرو بن حزم انصاری رضی اللہ عنہ کو بھی معلم اور عامل زکوٰۃ بنا کر بھیجا اور ان کے لیے زکوٰۃ کے نصاب کی تفصیل بھی لکھوائی، فقہائے کرام نے اس تحریر سے زکوٰۃ کے متعدد مسائل کا استنباط کیا ہے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجران کی تعلیم وتربیت کے لیے بھیجا، حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ اپنی سرگزشت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان لوگوں نے مجھ سے سوال کیا کہ رب تعالیٰ نے قرآن میں سیّدہ مریم علیہا السلام کو ''اخت ہارون'' کہہ کر پکارا ہے (اور ھارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی تھے۔ ان الفاظ سے متبادراً یہ معلوم ہوتا ہے کہ سیّدہ مریم سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کی بہن تھیں۔ اس لحاظ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے بھانجے ہوئے) حالانکہ ان دونوں پیغمبروں میں صدیوں کا زمانی بُعد ہے، میں (اس بات کا جواب نہ دے سکا، میں) نے واپس آکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل نجران کے دیگر احوال کے ساتھ ان کے اس سوال کا ذکر بھی کر دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم نے انھیں یہ کیوں نہ بتلایا کہ وہ لوگ

---

❶ بخاری: کتاب المغازی باب بعث ابی موسٰی ومعاذ الی الیمن قبل حجة الوداع: ٨/٦٤.

Marfat.com

اپنے سے پہلے کے پیغمبروں اور صلحاء کے ناموں پر اپنے نام رکھتے تھے۔" ❶

اس قصے سے معلوم ہوا کہ وہ لوگ قرآن سنتے تھے اور متعدد مسائل پر مسلمانوں کے ساتھ گفتگو بھی کرتے تھے۔ انھیں اپنے افکار کے اظہار اور مختلف امور پر تبادلہ خیال کی مکمل آزادی تھی، اور کسی بھی علمی بات کی تحقیق کے لیے ان پر کوئی بندش نہ تھی۔

❶ دلائل النبوة للبیہقی: ۲۹۳/۵۔

Marfat.com

وفد تغلب

یہ لوگ عرب کے ان قبائل میں سے تھے جنگ جن کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی، تلواریں چلانا، ایک دوسرے کے بازو آزمانا، کٹ مرنا اور لاشوں کے ڈھیر اور کشتوں کے پشتے لگانا ان کی فطرت ثانیہ تھی، اس خوئے بدنے ان کا بے حد جانی اور مالی نقصان بھی کیا مگر جنگ کے بغیر زندگی ان کے نزدیک بے لذت تھی، خونریزی کی رسیا اس قوم کے جاہلیت اور اسلام دونوں میں یادگار کارنامے ہیں جنھیں اصحاب سیرت کے قلم نے کتابوں کے سینوں میں محفوظ کر دیا ہوا ہے۔ یہ لوگ سنجار اور نصیبین کی جانب جزیرہ فراتیہ میں آباد تھے، تاریخ بتلاتی ہے کہ عربوں کا آبائی دین وثنیت تھا مگر ان لوگوں نے دوسری قوموں کے اثرات قبول کرنے میں بڑی فراخدلی کا ثبوت دیا، اسلام کی روشنی نہ ہونے کے سبب جو عرب یمن کے یہودیوں کے پڑوس میں جا بسے یہودیت نے ان میں اپنے پنجے گاڑ دیے اور اگلی نسل کٹے پھل کی طرح یہودیت کی گود میں جا گری، اور جو شام کے نصاریٰ کے پڑوس میں رہتے تھے وہ نصرانیوں کے رنگ میں رنگ گئے، چنانچہ بنو قحطان میں سے تنوخ، بھراء اور بنو تغلب شام کی مجاورت کے زیر اثر نصرانی بن چکے تھے۔

واقدی اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ بنی تغلب کا سولہ افراد کا وفد مدینہ آیا، جن میں کچھ مسلمان اور کچھ نصرانی تھے۔ انھوں نے گلوں میں سونے کی صلیب پہن رکھی تھی، یہ لوگ رملہ بنت حارث کے گھر اترے، گفتگو کے بعد نبی کریم ﷺ نے ان کے ساتھ اس بات پر صلح کی کہ وہ لوگ خود تو نصرانیت پر رہیں مگر آنے والی نسلوں اور اولادوں کو بپتسمہ نہ دیں گے اور انھیں نصرانیت میں داخل نہ کریں گے، نبی کریم ﷺ نے وفد کے مسلمان اراکین کو تحائف بھی مرحمت فرمائے، عہد فاروقی میں جب اسلامی لشکروں کی فتوحات کا دائرہ بنو تغلب تک جا پہنچا تو آپ نے زیاد بن جدیر کو بنی تغلب کے پاس ان سے ان کے اموال کا

Marfat.com

نصف عشر یعنی کل مال کا پانچواں حصہ وصول کرنے کے لیے بھیجا۔ ❶

داؤد بن کردوس کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بنی تغلب کے ساتھ ان شرائط پر صلح کی کہ وہ دوگنا صدقہ (یعنی مسلمانوں پر واجب ہونے والی زکوٰۃ کی مقدار کا دوگنا حصہ) دیں گے۔ اور وہ اپنے میں سے کسی کو مسلمان ہونے سے منع نہ کریں گے اور نہ وہ اپنی اولادوں کو بپتسمہ دیں گے۔ ❷

دوگنی زکوٰۃ پر صلح ہونے کا قصہ یہ ہے کہ بنوتغلب دراصل عرب تھے، انھیں یہ بات گراں گزری کہ وہ غیر عرب قوموں کی طرح جزیہ دیں۔ اس بات میں وہ اپنے لیے رسوائی سمجھتے تھے اس لیے انھوں نے جزیہ کی بجائے زکوٰۃ اور وہ بھی اس کی دوگنی مقدار ادا کرنے پر صلح کی کہ مختلف اموال کے شرعی نصابوں سے جتنی زکوٰۃ لی جاتی ہے، اپنے اموال سے وہ لوگ اس کی دوگنی مقدار ادا کریں گے، یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب ان سے جزیہ لینے کا ارادہ کیا تو یہ لوگ مختلف علاقوں کی طرف بھاگ گئے، بالآخر اسی بات پر صلح ہوئی کہ دوگنی زکوٰۃ دیں گے، خود بے شک نصرانی رہیں مگر اگلی نسلوں کو نصرانیت کے رنگ میں نہ رنگیں گے۔

یہی وجہ ہے کہ انھیں ذمیوں کے درجے میں نہیں رکھا جاتا تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ بنی تغلب سے دل گرفتہ رہتے تھے، اس لیے کہا کرتے تھے کہ اگر مجھے موقع ملا تو میں ان کے بارے میں اپنی رائے رکھوں گا، ان کے جوانوں کو قتل کروں گا اور ان کی اولادوں کو قیدی بناؤں گا کیونکہ اپنی اولادوں کو نصرانی بنا کر انھوں نے عہد توڑ ڈالا، اب ان کا ذمہ ختم۔

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''اگر میں بنی تغلب کے نصاریٰ کے لیے زندہ رہا تو ان

---

❶ طبقات ابن سعد: ۳۱۶/۱

❷ بپتسمہ: (Baptism) عیسائی مذہب کی ایک رسم ہے جس میں بچے کے پیدا ہونے پر اس کے سر پر مقدس پانی کے چھینٹے ڈالے جاتے ہیں اور اسے عیسائی مان لیا جاتا ہے، اس کو عربی میں معہودیہ، اصطباغ اور اصباغ کہا جاتا ہے (فیروز اللغات اردو: ۱۷۷) عیسائی عالم پانی کے یہ چھینٹے مارتے وقت انجیل کی کچھ آیات پڑھتا ہے جنھیں ''آیۃ التنصیر'' کہا جاتا ہے، مسلمانوں کے یہاں جس طرح بچے کے کانوں میں اذان کے الفاظ کہے جاتے ہیں اسی طرح عیسائیوں کے یہاں یہ عمل ہوتا ہے۔ (القاموس الوحید: ۱۱۲۴)

Marfat.com

کے جوانوں کا مثلہ بناؤں گا اور ان کی اولادوں کو قید میں ڈالوں گا (اس لیے کہ ان لوگوں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ کیا ہوا عہد توڑ ڈالا ہے) کیونکہ ان کے نبی کریم ﷺ کے ساتھ طے پانے والے صلح نامے کو لکھنے والا میں ہی تھا، میں نے خود یہ لکھا تھا کہ وہ اپنی اگلی نسلوں کو نصرانی نہ بنائیں (حالانکہ وہ ایسا ہی کر رہے ہیں)۔'' ❶

البتہ طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ اپنی اولاد کو نصرانی نہ بنانے کی شرط اراکین وفد اور اس وفد کو بھیجنے والوں کے لیے تھی نہ کہ سب کے لیے۔

۱۹ھ میں جزیرہ کا وہ علاقہ فتح ہو گیا جس میں بنو تغلب رہتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بنو تغلب پر دوگنی زکوٰۃ کی صورت میں جزیہ عائد کرنا انھی کے ساتھ خاص تھا، اگرچہ وہ لوگ اس بات سے عار محسوس کرتے تھے کہ اس رقم کو جزیہ کا نام دیا جائے مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں یہ کہہ کر مطمئن کر دیا کہ تم جو چاہے اس کا نام رکھو مگر ہم لوگ اسے جزیہ ہی کہیں گے، حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ نے ان کے لیے جزیہ کی اس خصوصی رقم کے مختص کرنے سے متعدد مسائل کا استخراج کیا ہے۔ ان تمام تفصیلات کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ بنو تغلب صرف ایک نصرانی ریاست کے پڑوس کی بنا پر نصرانی ہوئے تھے نہ یہ کہ انھیں اس مذہب کے حق اور سچ ہونے کا یقین تھا، نصرانیت کی طرف میلان میں شہوتوں کی آزادی، حرام کاموں کی کھلی چھٹی، سب کچھ کر گزرنے کے بعد بھی ہفتہ واری بخشش کے مژدوں اور نفسانی خواہشات کی آزادانہ اور بے روک ٹوک تکمیل کا بھی بڑا دخل تھا۔ نبی کریم ﷺ نے اور آپ ﷺ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کی رعایت کی اور انھیں نصرانیت پر باقی رکھا مگر اس شرط پر کہ اگلی نسل مکارم اسلام اور فضائل ایمان سے مزین و آراستہ ہو گی جبکہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے خود اس ہٹ دھرم نسل کے آگے بھی اسلام کے حقائق کا دروازہ کھلا رکھا۔

نبی کریم ﷺ کا یہ اسوہ قیامت تک کے لیے لوگوں کو اسلام میں داخل کرنے کی حکیمانہ تدبیر اور نمونہ ہے۔

---

❶ سنن ابی داؤد: کتاب الخراج والامارة والفیء باب فی اخذ الجزیة حدیث رقم: ۳۰۴۰.

Marfat.com

وفد جذام

جو جذام قحطان کی شاخ کہلان کا ایک ذیلی قبیلہ تھے، یہ لوگ ''جبال حسمی'' میں آباد تھے اور ان کی آبادی مدین سے تبوک تک، اذرح سے جیحوں تک اور عکا تک پھیلی ہوئی تھی۔

یہ لوگ غزوہ خیبر سے پہلے صلح حدیبیہ کے زمانہ امن میں رفاعہ بن زید جذامی ضبیبی کی زیر قیادت مدینہ آئے، رفاعہ نے نبی کریم ﷺ کو ایک غلام ہدیہ کیا، اسلام لایا اور اپنے اسلام کو خوب نبھایا، جاتے وقت نبی کریم ﷺ نے اس کی قوم کے لیے ایک خط لکھ کر اس کے حوالے کیا جس کی عربی عبارت کا ترجمہ یہ ہے: ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! یہ خط ہے محمد ﷺ کی طرف سے جو اللہ کے رسول ہیں رفاعہ بن زید کے لیے! میں نے اس کو ساری قوم کی طرف (اسلام کا داعی اور معلم بنا کر) بھیجا ہے کہ یہ انھیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف بلائے، پس جس نے اسلام قبول کیا، وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی جماعت میں سے ہے اور جس نے پیٹھ پھیری اسے دو ماہ تک امان ہے۔''

رفاعہ یہ خط لے کر اپنی قوم کے پاس پہنچے، ان سب نے خط کی عبارت اور اسلام کی دعوت سن کر ایمان قبول کر لیا۔ قبول اسلام کے بعد یہ لوگ اپنی بستی چھوڑ کر ''حرۂ رجلا'' میں جا کر فروکش ہو گئے۔ انھی دنوں نبی کریم ﷺ کے سفیر اور قاصد قیصر کے دربار سے واپس آ رہے تھے، ان کے ساتھ قیصر کی طرف سے نبی کریم ﷺ کے ہدایا بھی تھے، جب وہ وادی شنار میں پہنچے تو جذام کی شاخ بنی صلیع کے ہنید بن عوض اور اس کے بیٹے عوض بن ہنید نے دحیہ رضی اللہ عنہ پر غارت ڈال کر ان کا سب کچھ لوٹ لیا اور وہ بڑی خستہ اور شکستہ حالت میں مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ رفاعہ اور ان کی قوم جذام کی شاخ بنی خبیب سے تھے، جب انھیں ہنید صلیعی کی اس نازیبا حرکت کا پتا چلا تو اس کو سبق سکھانے کا فیصلہ کیا اور قبیلے کے چند بہادروں کو لے کر

Marfat.com

ہنید پر غارت ڈالی، معمولی معرکہ آرائی کے بعد ہنید اور اس کے لشکریوں نے ہتھیار ڈال دیے اور لوٹ کا سارا مال واپس کر دیا۔ ان لوگوں نے وہ مال حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ تک پہنچا دیا۔

حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جا کر سفر کی ساری روداد اور اثنائے طریق میں ھنید جذامی صلیعی کی غارت گری کی تفصیل گوش گزار کر دی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قاصدوں کے ساتھ اس بدسلوکی کا نہایت رنج ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہنید کی سرکوبی کے لیے پانچ سو افراد کو زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں بھیجا جن کے ساتھ خود حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ زید رضی اللہ عنہ دن میں چھپے رہتے اور رات بھر سفر کرتے، بنی عذرہ کا ایک شخص راستہ بتلاتا جاتا تھا، منزلوں پہ منزلیں مارتے بالآخر ایک صبح ہنید صلیعی کی قوم کے سر پر جا پہنچے اور ہلہ بول دیا، گھمسان کا رن پڑا، جنگ نے خوب قدم جمائے مگر بالآخر ہنید اور اس کا بیٹا مارے گئے، کئی جوان جان سے ہاتھ دھو بیٹھے، باقی گرفتار ہوئے، عورتیں قید کر لی گئیں اور چوپایوں اور اونٹوں کو مال غنیمت بنا لیا گیا، جن میں ایک ہزار اونٹ، پانچ ہزار بکریاں اور سو عورتیں اور بچے تھے۔

جنگ کے بعد حضرت زید رضی اللہ عنہ ابھی وہیں تھے کہ رفاعہ اپنی قوم کے ہمراہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خط لے کر مدینہ حاضر ہوا، اس نے خط پیش کر کے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کسی حلال کو ہم پر حرام نہ کیجیے اور کسی حرام کو ہمارے لیے حلال نہ کیجیے! پھر مقتولین کی بات ہوئی تو ابوزید رضی اللہ عنہ بن عمرو نے کہا یا رسول اللہ! زندہ لوگوں کو ہمارے لیے چھوڑ دیجیے اور مقتول آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان قدموں کے تلے ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو پسند فرمایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ زید بن حارثہ کے پاس یہ حکم دے کر بھیجا۔ ان کی عورتوں، بچوں اور مالوں کو ان کے حوالے کر دیا جائے، اور نشانی کے لیے اپنی تلوار ساتھ کر دی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کو لے کر چل پڑے اور ''فلحتین'' کے مقام پر زید رضی اللہ عنہ سے جا ملے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سنتے ہی انھوں ہر ایک کی چیز اس کو لوٹا دی۔

بنو جذام اور بنو لخم دونوں مشتری سیارے کی عبادت کرتے تھے، اور شام کے اطراف وجوانب میں ''اقصیر'' نامی ایک بت بھی پوجا جاتا تھا۔ یہ لوگ اس بت کا حج بھی کرتے اور وہاں

Marfat.com

اپنے سر بھی منڈاتے تھے، نصرانیت ظہور اسلام سے قبل ہی ان میں اپنے پنجے گاڑ چکی تھی۔

نبی کریم ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کی سرگردگی میں جو سریہ روانہ فرمایا تھا، وہ ان لوگوں کو غدر و خیانت اور نقض عہد کی سزا دینے کے لیے تھا کیونکہ ان لوگوں نے ظلم کرتے ہوئے ایک بے گناہ قافلے کو لوٹا تھا، لیکن آپ ﷺ سراپا رحمت تھے، آپ ﷺ کے عفو ودرگزر سے بنو جذام بھی محروم نہ رہے، چنانچہ رفاعہ بن زید کی پابندی عہد اور ظلم واعتداء کرنے، راستوں کا امن برباد کرنے اور زمین میں فساد مچانے والوں کے خلاف ان کے قابل ستائش کردار کی قدر دانی فرماتے ہوئے آپ ﷺ نے ان کی باقی قوم کے ساتھ مروت واحسان کا رویہ اپنایا اور ان کے اموال اور عورتوں اور بچوں کو انھیں لوٹا دیا۔

البتہ یہ بھی ضروری تھا کہ آگے چل کر کسی کے دل میں ہبید بن عوض صلیعی کے جیسے جرم کے ارتکاب کا خیال بھی نہ آئے، اور حیات انسانی منضبط ہو کر ہر قسم کے خوف وہراس اور بے چینی واضطراب سے خالی ہو جائے، اس لیے رب تعالیٰ نے قیامت تک کے لیے راستہ لوٹنے والوں کے لیے اس کڑی سزا کا اعلان کر دیا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ یَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَیْهِمْ﴾

(المائدہ ۵: ۳۳۔۳۴)

''جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے لڑائی کریں اور ملک میں فساد کرنے کو دوڑتے پھریں ان کی یہی سزا ہے کہ قتل کر دیے جائیں یا سولی چڑھا دیے جائیں یا ان کے ایک ایک طرف کے ہاتھ اور ایک ایک طرف کے پاؤں کاٹ دیے جائیں یا ملک سے نکال دیے جائیں، یہ تو دنیا میں ان کی رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا (بھاری) عذاب (تیار) ہے۔ ہاں جن لوگوں نے اس سے پیشتر کہ تمھارے قابو آ جائیں توبہ کر لی (تو جان رکھو کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے)۔''

Marfat.com

فروہ بن عمرو جذامی کا وفد

فروہ بن عمرو جذامی شاہ روم کی طرف سے معان اور ارضِ شام کا عامل تھا، اس کی ولایت کی حدود ایک طرف جبال حسمی تک جبکہ دوسری طرف عکا تک پھیلی ہوئی تھیں، نبی کریم ﷺ نے اسے دعوت اسلام کا خط بھیجا تو مسلمان ہو گیا اور ایک قاصد کے ذریعے جس کا نام مسعود بن سعد تھا، اپنے قبول اسلام کی خبر بارگاہ نبوت میں بھیجی۔ فروہ نے قاصد کے ساتھ کچھ ہدیے بھی بھیجے۔ نبی کریم ﷺ نے مسعود کا بے حد اکرام واعزاز فرمایا، اسے بارہ اوقیہ سے زائد چاندی عنایت فرمائی اور فروہ کے نام ایک مکتوب لکھا جس کی عربی عبارت کا ترجمہ یہ ہے:

یہ خط محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے فروہ بن عمرو کے نام ہے، اما بعد!

ہمارے پاس تمھارا قاصد پہنچا، اس نے تمھارے تحفے بھی ہم تک پہنچا دیے اور تمھارے اسلام لے آنے کی خبر بھی دی، بے شک اللہ نے تمھیں ہدایت کے ساتھ نوازا ہے۔ ❶

شاہِ روم کو جب اس کے اسلام لے آنے کی خبر پہنچی تو اس نے دھمکاتے ہوئے پیغام بھیجا کہ اس دین کو چھوڑ دو تو تمھیں معان کی گورنری پر باقی رکھیں گے، فروہ نے نبی کریم ﷺ کے دین کو چھوڑنے سے انکار کر دیا، جس کے بھی دل میں ایمان کی حقیقت جاگزیں ہو جاتی ہے دنیا کی حکومتیں اور سلطنتیں اس کی نگاہوں میں حقیر تنکے کی طرح ہو جاتی ہیں، چنانچہ فروہ رضی اللہ عنہ نے پورے وثوق کے ساتھ جواب دیا، آپ جانتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام نے ان پیغمبر کے آنے کی بشارت دی ہے (جسے آپ مقدس کتاب میں لکھا پاتے ہیں) لیکن آپ کو اپنی حکومت کے چلے جانے کا خدشہ ہے (اس لیے جانتے بوجھتے بھی نہیں مانتے)۔ بادشاہ نے یہ صاف انکار سن کر اسے دربار میں طلب کر لیا اور قید میں ڈال دیا۔

---

❶ طبقات ابن سعد: ۲۸۱/۱.

Marfat.com

ارکان دولت سے مشاورت کے بعد اس نے فروہ کے لیے پھانسی کی سزا تجویز کی، پھانسی دینے کے لیے فلسطین کی سرزمین منتخب کی گئی، چنانچہ فروہ کو ''عفری'' نامی پانی کے گھاٹ پر لایا گیا، جب اسے پھانسی دینے کے لیے آگے کیا گیا تو اس نے یہ شعر پڑھا:

بلغ سراة المسلمين بانني مسلم لربی اعظمی ومقامی

''مسلمانوں کے سردار ﷺ کو یہ خبر پہنچا دو کہ میں مسلمان ہوں اور میری ہڈیاں اور جائے قیام سب اپنے پروردگار کی مطیع اور تابع فرمان ہیں۔'' ❶

فروہ کا ایمانی موقف بے حد قابل ستائش ہے کہ جب اس نے حق کو پہچان لیا تو اس پر جان دے دی اور موت کا ڈر بھی اس کے پائے ثبات میں لغزش پیدا نہ کر سکا۔ اور نہ قوم کی سرداری، شاہ روم کی عنایت ورعایت اور بے پناہ انعامات کے لالچ کی رغبت اسے ایمان سے ہٹا سکی، حکومت چھین لینے کی دھمکی کام آ سکی اور نہ ذلت ورسوائی کا ڈر آڑے آ سکا بلکہ فروہ رب تعالیٰ پر ایمان کے ساتھ، رب کو راضی کرتے ہوئے اس کی راہ میں شہید ہو گئے۔

فروہ نے نگاہ حق کے ساتھ تورات اور انجیل میں نبی کریم ﷺ کی نبوت کی بشارتوں اور تذکروں کو پڑھا، ان کو سچا جانا تو رب تعالیٰ نے بھی انھیں ایمان کی دولت سے نوازا، اس پر قائم رکھا اور اسی پر موت دی، چنانچہ فروہ نے موت کے وقت بڑے حوصلے اور یقین کے ساتھ نبی کریم ﷺ کو سلام بھیجا اور ایمان پر جان دینے کی خبر دی، حق وباطل کی یہ آویزش ایک فروہ پر ہی بس نہیں بلکہ روز اوّل سے ہی کفر کے شرارے حق کے چراغ کے ساتھ یوں ہی ستیزہ کار رہے ہیں، کفر کے سرداروں اور سرغنوں نے سچائی کے نام لیواؤں کو اپنی دانست میں یوں ہی مٹایا اور فنا کیا، مگر کیا آج اس رومی بادشاہ کو کوئی جانتا ہے؟ نام زندہ ہے تو فروہ کا، اس کی سرفروشی کا، ایمان کی پاسداری کا اور رب تعالیٰ کی خاطر خود کو فنا کر دینے کا۔

❶ هذه رواية ابن اسحاق، انظروا سيرة ابن هشام: ٤/٢٦١.

Marfat.com

عدی بن حاتم طائی کا وفد

عدی بن حاتم نسلاً عرب اور قبیلہ کے سرداروں میں سے تھے، عدی کے والد حاتم مشہور زمانہ سخی تھے جن کی سخاوت کے واقعات بچے بچے کی زبان پر تھے۔ طے کی آبادی عراق اور حجاز کے درمیانی خطے میں تھی، اسلام کی خبر پہنچنے سے بہت پہلے عدی نصرانیت کو بطور دین اختیار کر چکے تھے، اور شاید ایسا نصرانیوں میں رہنے کی وجہ سے تھا، ابن اسحاق کہتے ہیں کہ عدی خود بیان کرتے ہیں، کہ جب سے میں نے نبی کریم ﷺ کے بارے میں سنا، شاید عربوں میں مجھ سے بڑھ کر نبی کریم ﷺ سے بغض رکھنے والا کوئی نہ تھا، بہرحال میں سردار اور قوم کا شریف آدمی تھا، نصرانیت اختیار کر چکا تھا، میں قوم میں سردار مانا جاتا تھا، اس لیے ان سے مرباع ❶ لیا کرتا تھا۔ اور اپنے تئیں خود کو دین پر قائم اور مبنی برحق بھی سمجھتا تھا۔

جب میں نے نبی کریم ﷺ کے دعوائے نبوت کے بارے میں سنا تو مجھے بے حد برا لگا، میرا ایک عربی غلام تھا جو میرے اونٹوں کو چرایا کرتا تھا، میں نے اسے کہا: تیرا بھلا ہوا میرے لیے چند تندرست جوان اور فربہ اونٹ تیار کرو اور انھیں میرے قریب باندھ دو (اور ہر وقت انھیں مستعد رکھو) اور جب تم سنو کہ محمد ﷺ کے سپاہی ان علاقوں میں آن پہنچے ہیں تو مجھے خبر کر دینا، پس غلام نے ایسا ہی کیا۔

پھر ایک دن وہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا، عدی! محمد ﷺ کے سر پر آن پہنچنے پر تم جو کچھ کرنا چاہتے تھے، وہ اب کر ڈالو کہ مجھے (ان کے سپاہیوں کے) جھنڈے لہراتے نظر آرہے ہیں، میں نے لوگوں سے پوچھا تو انھوا نے بتلایا کہ یہ محمد ﷺ کے لشکر ہیں۔

یہ سنتے ہی میں نے اپنے غلام کو تیار کیے ہوئے اونٹوں کو قریب لانے کا کہا، غلام اونٹ

---

❶ مرباع: مال غنیمت کا چوتھائی حصہ جو سردار قوم زمانۂ جاہلیت میں فوج سے لیا کرتا تھا۔ "القاموس الوحید: ۵۹۳".

Marfat.com

لایا تو میں نے بیوی بچوں کو ان پر سوار کیا اور ''جوشیہ'' کی راہ پکڑی اور اپنے ہم مذہب نصاریٰ کے پاس شام جا پہنچا، اور وہیں مقیم ہو گیا اور پیچھے اپنی ایک باپ شریک بہن چھوڑی۔

چونکہ میں نے دوسرا رستہ اختیار کیا تھا، اس لیے لشکریوں کے ہاتھ نہ آ سکا، وہ میری بہن کو طے کے قیدیوں کے ساتھ مدینہ لے گئے۔ نبی کریم ﷺ کو میرے شام بھاگ جانے کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے اس کا بے حد افسوس کیا۔ میری بہن کو رملہ بنت حارث کے گھر رکھا گیا۔ ایک دن نبی کریم ﷺ وہاں سے گزرے، میری بہن جرأت مند تھی، اس لیے بڑی بے باکی سے گویا ہوئی: ''یارسول اللہ ﷺ! باپ تو مر گیا اور میزبان بھی غائب ہو گیا، اب مجھ پر احسان کیجیے، اللہ آپ ﷺ پر احسان کرے گا۔ نبی کریم ﷺ نے پوچھا: ''تمھارا میزبان کون تھا''؟ بول عدی بن حاتم، فرمایا (وہ) جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے بھاگا ہوا ہے؟ اتنی گفتگو کے بعد آپ ﷺ چلے گئے۔ اگلے دن تشریف لائے تو وہی گفتگو دوبارہ ہوئی۔

تیسرے دن آپ ﷺ پھر تشریف لائے، مگر اب کی بار میری بہن نے مایوسی کی بنا پر کوئی بات نہ کی۔ اتنے میں ایک آدمی نے جو نبی کریم ﷺ کے پیچھے تھا، اشارہ کیا کہ اٹھو اور بات کرو، اس نے اٹھ کر وہی بات دوبارہ کر دی، تو آپ ﷺ نے فرمایا، میں نے تمھاری بات مان لی ہے، البتہ جلدی نہ کرو، جب تمھیں اپنی قوم کا کوئی بھروسے کا آدمی مل جائے جو تجھے تیرے وطن تک پہنچا دے تو مجھے بتلا دینا۔

میری بہن نے بعد میں لوگوں سے پوچھا کہ وہ اشارہ کرنے والا آدمی کون تھا؟ لوگوں نے بتلایا کہ وہ علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب تھے۔ پھر کچھ دنوں بعد قبیلہ قضاء یا بلی کا وفد آیا، میری بہن میرے پاس شام آنا چاہتی تھی، اس نے نبی کریم ﷺ کے پاس جا کر عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! میرے قوم کے قابل بھروسہ لوگ آئے ہیں جو مجھے (میری منزل تک) پہنچا دیں گے۔ نبی کریم ﷺ نے مجھے پوشاک عطا فرمائی، زادراہ دیا، سفر کا خرچ بھی دیا۔ اور وہ اس وفد کے ہمراہ میرے پاس شام آ گئی۔

عدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، خدا کی قسم! میں اپنے گھر والوں میں ٹھہرا ہوا تھا کہ ایک دن

Marfat.com

دروازے پر ایک پالکی آرکی تو بے اختیار میرے منہ سے نکل گیا، (کیا) حاتم کی بیٹی (آن پہنچی)! دیکھا تو وہی تھی، وہ اتری، میرے پاس آئی اور مجھ پر برس پڑی، بڑے ظالم اور قطع رحمی کرنے والے ہو، اپنے بیوی بچوں کو لے آئے اور باپ کی باقی اولاد کو بے آسرا وہیں چھوڑ آئے، میں نے کہا، اے بہن! بھلی بات کر، خدا کی قسم! مجھے کوئی عذر نہ تھا، بے شک میں نے ایسا ہی کیا جو تم کہہ رہی ہو۔ غرض کچھ دنوں بعد میں نے اس سے مشورہ کیا، تو کہنے لگی، خدا کی قسم! میری رائے یہ ہے کہ تم جلدی ان کے پاس جا پہنچو، اگر تو وہ پیغمبر ہیں تو تمھیں سابقین کی فضیلت ملے گی، اور اگر وہ بادشاہ ہیں تو تم سردار ہو، ان کی مصاحبت میں عزت پاؤ گے۔ میں نے کہا، خدا کی قسم! میری بھی یہی رائے ہے۔

چنانچہ میں نے رخت سفر باندھا اور خدمت نبوی ﷺ میں جا حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: کون ہو؟ عرض کیا، عدی بن حاتم ہوں، آپ ﷺ اٹھ کر مجھے گھر کی طرف لے چلے، راستے میں ایک بڑھیا نے آپ ﷺ کو روکا، آپ ﷺ دیر تک اس کی بات سنتے رہے، یہ منظر دیکھ کر میں نے جی میں کہا، خدا کی قسم! یہ انداز بادشاہوں کا نہیں، اتنے میں آپ ﷺ نے مجھ سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا، اے عدی بن حاتم! تجھے لا الہ الا اللہ کہنے سے کس چیز نے گریزاں کیا؟ کیا اللہ کے سوا کوئی معبود ہے؟ تجھے ''اللہ اکبر'' کہنے سے کس چیز نے گریزاں کیا؟ کیا کوئی چیز اللہ سے بڑی ہے؟ پھر آپ ﷺ مجھے گھر لے چلے، دولت کدہ میں داخل ہو کر کھجور کے پتوں سے بھرا ایک تکیہ میری طرف کر کے ارشاد فرمایا اس پر بیٹھو! میں نے عرض کیا، نہیں آپ ﷺ تشریف رکھیے! آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ تم اس پر بیٹھو، تو میں اس پر بیٹھ گیا جبکہ آپ ﷺ فرش پر تشریف فرما ہو گئے۔

یہ منظر دیکھ کر بھی بے اختیار میں نے جی میں کہا، یہ انداز بھی بادشاہوں کا نہیں۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اے عدی! کیا تم رکوسی [1] نہیں۔

---

[1] رکوسی: جو رکوسیہ مذہب رکھتا ہو، رکوسیہ: نصاریٰ اور صابئین کے عقائد سے ملتا جلتا مذہب اور مسلک رکھنے والا ایک فرقہ، ''القاموس الوحید: ص ۶۶۴''۔

Marfat.com

میں نے کہا کیوں نہیں۔

فرمایا: کیا تم اپنی قوم سے مرباع ❶ نہیں لیتے؟

میں نے کہا: کیوں نہیں۔

فرمایا: مگر تمھارے مذہب میں اس کا لینا جائز نہیں۔

میں نے کہا: خدا کی قسم! یہی بات ہے، یہیں سے میں جان گیا کہ آپ ﷺ خدا کے بھیجے ہوئے پیغمبر ہیں جو نا معلوم باتوں کو جانتے ہیں۔

پھر فرمایا: عدی! شاید تم اس دین میں اس دین کے پیروکاروں کی تنگدستی اور حاجت کو دیکھتے ہوئے داخل نہیں ہو رہے، اللہ کی قسم! عنقریب مال ان لوگوں میں یوں گردش کرے گا کہ (غنا اور ثروت کی وجہ سے) کوئی اس کو لینے والا نہ ملے گا۔

اور شاید اس دین میں داخل ہونے سے تمھیں یہ بات روک رہی ہے کہ تم ان کے دشمنوں کی کثرت اور خود ان کی تعداد کو کم دیکھ رہے ہو، اللہ کی قسم! عنقریب تم ایک عورت کے بارے میں سنو گے جو اپنے اونٹ پر سوار ہو کر قادسیہ سے بیت اللہ کی زیارت کو چلے گی اور اسے کسی کا ڈر نہ ہوگا۔

اور شاید تمھیں اس دین میں داخل ہونے سے یہ بات روک رہی ہے کہ تم سلطنت اور بادشاہی کو دوسروں کے ہاں دیکھ رہے ہو، اللہ کی قسم! تم عنقریب سنو گے کہ بابل کا سفید محل ان کے ہاتھوں فتح ہو گیا۔

عدی کہتے ہیں (نبی کریم ﷺ کی یہ مومنانہ اور یقین سے لبریز گفتگو سن کر) میں مسلمان ہو گیا، اور اللہ کی قسم! میں نے دو باتوں کو ہوتے دیکھ لیا ہے، البتہ تیسری بات رہ گئی ہے، وہ بھی ہو کر رہے گی، میں نے بابل کے سفید محل کو فتح ہوتے دیکھ لیا ہے، اور اس اکیلی عورت کو بھی دیکھ لیا ہے جو نڈر اور بے خوف ہو کر قادسیہ سے بیت اللہ کی زیارت کو چلی اور اس کا حج کیا، اور اللہ کی قسم! تیسری بات بھی ہو کر رہے گی، کہ مال کی اس قدر کثرت ہو گی کہ

❶ مرباع کی تعریف کا گذشتہ حاشیے میں ذکر کیا جا چکا ہے۔

Marfat.com

کوئی اس کو لینے والا نہ ملے گا۔ [1]

صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ عدی بن حاتم کہتے ہیں، اس دوران کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بیٹھا تھا ایک آدمی نے آکر فاقے کی شکایت کی، تھوڑی دیر بعد ہی ایک اور شخص نے آکر رستہ لٹنے کی شکایت کی، اتنے میں آپ ﷺ نے فرمایا: عدی! کیا تم نے حیرہ (مقام) دیکھ رکھا ہے؟

میں نے عرض کیا: دیکھا نہیں البتہ سن رکھا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا ''اگر تیری زندگی لمبی ہوئی تو تم ایک پردہ نشین خاتون کو دیکھو گے جو حیرہ سے چل کر کعبہ کا طواف کرے گی اور (سارے رستے میں) اسے اللہ کے سوا کسی کا ڈر نہ ہوگا۔''

یہ سن کر میں نے جی میں کہا: (وہ عورت خیریت سے کعبہ تک پہنچ جائے) تو میرے قبیلے کے شہروں میں اودھم مچاتے ڈاکو اور لٹیرے کہاں رہ گئے ہوں گے؟

پھر فرمایا: اگر تیری زندگی لمبی ہوئی تو (تو دیکھے گا کہ) کسریٰ کے خزانے فتح ہوں گے۔

میں نے پوچھا: کسریٰ بن ہرمز (کے خزانے؟)۔

فرمایا: (ہاں) میں کسری بن ہرمز کے خزانوں کی ہی بات کر رہا ہوں) اور اگر تیری زندگی لمبی ہوئی تو ایک شخص کو دیکھے گا جو مٹھی بھر سونا یا چاندی لے کر اس شخص کو ڈھونڈنے نکلے گا جو اسے قبول کرلے، مگر اسے وہ سونا یا چاندی لینے والا کوئی شخص نہ ملے گا۔

اور تم میں سے ہر ایک خدا سے اس دن ملے گا جس دن اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی ترجمان نہ ہوگا جو اس کی بات کا ترجمہ کرے (یعنی یا خود ہر شخص عربی میں بات کرے گا، یا جس مرضی زبان میں بات کرے گا مگر اللہ کی بات کو بلا واسطہ خود سمجھے گا)، پس رب تعالیٰ (اسے) ارشاد فرمائیں گے، کیا میں نے تمھاری طرف رسول ﷺ نہ بھیجا جس نے تمھیں (میری بات) پہنچا دی؟ وہ کہے گا ''کیوں نہیں''، پھر فرمائیں گے، کیا میں نے تمھیں مال نہ دیا اور کچھ پر فضل نہ فرمایا؟ وہ عرض کرے گا، کیوں نہیں، پھر وہ آدمی اپنے داہنے دیکھے

---

[1] سيرة ابن هشام: ٤/٢٤٦.

Marfat.com

گا تو جہنم نظر پڑے گی، بائیں دیکھے گا تو بھی جہنم ہی نظر آئے گی۔

عدی کہتے ہیں، پھر میں نے وہ پردہ نشین عورت دیکھ لی جس نے حیرہ سے چل کر کعبہ کا طواف کیا اور اسے اللہ کے سوا کسی کا ڈر نہ تھا، اور (رہ گئی بات) کسری بن ھرمز کے خزانوں (کی تو ان) کو فتح کرنے والوں میں خود شامل تھا۔ اور اگر تم لوگوں کی زندگی رہی تو تم ابو القاسم کی بات ''کہ ایک شخص مٹھی بھر سونا یا چاندی لے کر نکلے گا اور اسے لینے والا نہ ملے گا'' خود دیکھ لو گے۔ ❶

قریب قریب یہی مضمون سنن ترمذی میں بھی ہے، امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن اور غریب کہا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ اثنائے گفتگو میں آپ ﷺ نے یہود کو مغضوب اور نصاریٰ کو گمراہ کہا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ عدی جب نبی کریم ﷺ کی مجلس میں پہنچے تو آپ ﷺ نے اس کا ہاتھ اپنے دست مبارک میں لے لیا، عدی کہتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچ چکی تھی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ ''میں امید کرتا ہوں کہ (ایک نہ ایک دن) اللہ عدی کے ہاتھوں کو میرے ہاتھوں میں دے دے گا۔''

اور ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ عدی گلے میں سونے کی صلیب ڈالے حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا، اے عدی! اپنے گلے سے اس بت کو اتار پھینکو، تو میں نے وہ صلیب گلے سے اتار پھینکی۔

میں نے آپ ﷺ کو سورۂ براءت کی یہ آیت پڑھتے سنا:

﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ (التوبة ۹ : ۳۱)

''انھوں نے اپنے علماء اور مشائخ کو اللہ کے سوا خدا بنا لیا۔''

عدی نے دل میں سوچا اور طبرانی کی روایت میں ہے کہ انھوں نے صراحتاً کہا کہ بھلا وہ اپنے علماء و مشائخ کی عبادت کیوں کر کرتے تھے) تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ ان کی

❶ البخاری: کتاب المناقب بات علامات النبوة فی الاسلام: ۶/ ۶۱۰.

Marfat.com

عبادت نہیں کرتے تھے البتہ جس چیز کو وہ ان کے لیے حلال ٹھہرا لیتے وہ اس کو حلال جانتے اور جس چیز کو وہ ان کے لیے حرام ٹھہراتے وہ اس کو حرام مان لیتے۔''

اور جب نبی کریم ﷺ نے پوچھا کہ کیا وہ ایسا ہی نہیں کرتے تھے؟ انھوں نے کہا، کیوں نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہی ان کی عبادت کرنا ہے۔'' ❶

عدیؓ اپنی بہن کو بے یارو مددگار چھوڑ کر صرف اپنی ریاست وزعامت بچانے کی خاطر شام بھاگا تھا، مگر نبی کریم ﷺ نے اس کی بے آسرا بہن کی اپنی قوم میں اور خود عربوں میں اس کے مقام ومرتبہ کی رعایت کی، اس کا اکرام واعزاز فرمایا، اسے رہا بھی کیا اور انعامات سے نوازکر جہاں اس نے جانا چاہا وہاں روانہ بھی فرمایا، نبی کریم ﷺ کے انھی کریمانہ اخلاق اور تواضع نے عدیؓ کی بہن پر گہرا اثر ڈالا اور وہ اپنے بھائی کی تلاش میں چل پڑی اور اسے کسی عہد اور ذمہ کے بغیر ہی دربار رسالت میں لے آئی، نبی کریم ﷺ کے حسن سلوک کو دیکھ کر اسے اس بات کا کوئی اندیشہ نہ تھا کہ اس کے بھائی کو قید و بند میں ڈال دیا جائے گا یا اس کی سرزنش ہوگی، عتاب ہوگا یا اس سے سوال وجواب ہوں گے، بلکہ وہاں تو اکرام واعزاز قدر، شناسی اور عزت افزائی کے سوا کچھ نہ تھا، عدیؓ کی ذہانت، ذکاوت کو دیکھتے ہوئے نبی کریم ﷺ اسے اپنے دولت کدہ پر لے گئے تا کہ وہ ان مکارم اخلاق کا مشاہدہ نہایت قریب سے کر لے جنھوں نے جزیرۂ عرب کو فتح کر لیا اور ہر طرف سے فتوحات کے مژدے آنے لگے۔ عدی کے لیے سوچ کا مقام پیدا ہو گیا کہ آیا یہ بادشاہوں کا انداز ہے جو صرف دنیا اور اس کی دولت کے بھوکے ہوتے ہیں یا رب تعالیٰ کے برگزیدہ اور منتخب بندوں کے اعلیٰ اخلاق اور ہدایت کی حامل سیرت ہے۔

عدیؓ نے نبی کریم ﷺ کے ہر فعل کو ہوش کی نگاہ سے دیکھا، ہر بات کو توجہ سے سنا، اس نے رومیوں کے شاہی دربار بھی دیکھ رکھے تھے مگر یہ تواضع، انکساری، مہمان نوازی اور مروت بادشاہوں کا انداز اور طریقہ نہیں تھا، یہ تو پیغمبروں کے بلند اخلاق، اور اعلیٰ صفات

---

❶ دیکھیں جامع الترمذی: کتاب التفسیر، تفسیر سورة البراءة، والطبرانی: ۹۲/۱۷.

Marfat.com

تھیں، یہاں کمزوروں پر جبر و استبداد، تگڑوں کی حوصلہ افزائی، بے بسوں پر ظلم اور طاقتوروں کی حمایت نہیں تھی، اور نہ کسی کے جاہ و مرتبہ کی رعایت میں کسی بے انصافی کا ہی وجود تھا، ان ایمان افروز مناظر نے عدیؓ کی آنکھوں سے مادیت کا پردہ اتار دیا، دماغ سے فضول وساوس کو دور کر دیا، پراگندہ خیالات کافور ہو گئے اور قلب و دماغ میں سلامت فکر اور اصابت رائے پیدا ہو گئی، نگاہ میں ہدایت کے چراغ روشن ہو گئے، بلند حوصلگی میں عزم نو بیدار ہوا اور عدیؓ نے نصرانیت سے دست برداری اختیار کر کے دائرہ اسلام میں داخل ہونے کا اعلان کر دیا۔

عدیؓ اپنے اسلام پر نہایت راستی کے ساتھ ثابت قدم رہے، قوم کو بھی ایمان کی دعوت دی، ان کے صدقات لا لا کر دربار رسالت میں پیش کرتے، نبی کریم ﷺ کے اس جہان فانی سے پردہ فرما جانے کے بعد بیشتر قبائل عرب مرتد ہوئے مگر عدی کے پائے استقامت میں لغزش پیدا نہ ہوئی۔

عراق کی فتح میں جرأت کے جوہر دکھلائے، اور کوفہ کے ہو رہے، بعد میں قرقیسیا آباد ہو گئے، خلفائے راشدین آپ ﷺ کے حسن اسلام کی بے حد قدر کرتے تھے۔

بخاری کی روایت میں ہے کہ دور فاروقی میں عدیؓ وفد کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہر ایک کا نام لے کر اسے بلاتے رہے جب ان کی باری آئی تو کہنے لگے، امیر المومنین! کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں، فرمایا: کیوں نہیں، تم اس وقت اسلام لائے جب لوگوں نے کفر اختیار کیا، تم اس وقت اسلام کی طرف متوجہ ہوئے جب لوگ پیٹھ پھیر گئے، جب لوگ عہد شکنی کر رہے تھے تم عہدوں کو نباہ رہے تھے، جب لوگوں نے اسلام کی حقیقت پہچاننے سے انکار کیا تم نے اس حقیقت کو پہچانا۔

یہ سن کر عدیؓ کہنے لگے، پھر مجھے کسی بات کی پروا نہیں۔ ❶

کتب احادیث میں حضرت عدی رضی اللہ عنہ، ان کی سفارت، قبول اسلام، صدق اسلام اور خدمات اسلام متعدد فضائل منقول ہیں جو حضرت عدی رضی اللہ عنہ کے سچے اسلام لے آنے پر شاہد

❶ البخاری: کتاب المغازی باب قصة وفد طئی وحدیث عدی بن حاتم.

Marfat.com

عادل ہیں، آپ جیسے سردار کا قبول اسلام ان لوگوں کے لیے نمونہ ہے جو دخول اسلام کو اپنی حکومت وسلطنت اور امارت وریاست کے لیے خطرہ سمجھتے ہیں۔ اور وہ ہر وقت اس بات سے خائف رہتے ہیں کہ اسلام قبول کرنے سے ان کی دنیاوی وجاہت ختم ہو جائے گی اور انھیں تاج وتخت سے ہاتھ دھونے پڑیں گے، حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے خود کو اسلام کے آگے سرنگوں کر کے ان وسوسوں اور اندیشوں کی کمر توڑی دی۔ ان کے سامنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ یقین اور بھروسہ تھا کہ اسلام بلند کرتا ہے نیچا نہیں دکھاتا، غنی کرتا ہے فقیر نہیں بناتا، سرداری دیتا ہے ذلت ورسوائی نہیں اور دنیا وآخرت کی عزتوں میں اضافہ کرتا ہے۔ کاش دنیا کے آج کے بڑے، بڑے عہدوں کے مالک، بڑے ملکوں کے حاکم حضرت عدی رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام سے سبق حاصل کریں۔

Marfat.com

جارود عبدی اور بنی عبدالقیس کا وفد

بنو عبدالقیس بہت بڑا قبیلہ تھا، یہ بحرین کے باشندے تھے، ان کا وفد دو مرتبہ خدمت اقدس میں حاضر ہوا، پہلی مرتبہ ۵ھ میں فتح مکہ سے پہلے جو تیرہ یا چودہ آدمیوں پر مشتمل تھا، نبی کریم ﷺ نے انھیں ارشاد فرمایا:

مرحبا بالقوم غیر خزایا ولا ندامی.

''مرحبا ہے اس قوم کو جو نہ رسوا ہوئے اور نہ شرمندہ۔''

یعنی خوشی سے مسلمان ہوئے نہ کہ لڑ کر کہ جس سے ان کو ذلت یا ندامت ہوتی ہے۔

وفد نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کے اور ہمارے درمیان قبیلۂ مضر کے مشرک ہیں، ہم حرمت والے ان مہینوں کے سوا جن میں لوٹ مار کو عرب حرام جانتے ہیں، دوسرے مہینوں میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر نہیں ہو سکتے۔ اس لیے آپ ﷺ ہمیں کوئی ایسا جامع اور مختصر عمل بتلا دیجیے جس پر عمل کر کے ہم جنت میں داخل ہو سکیں اور اپنے پیچھے اپنی قوم کے لوگوں کو بھی اس عمل کی دعوت دیں، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ پر ایمان لاؤ اور گواہی دو کہ اللہ ایک ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ اللہ کے لیے ادا کرو'' اور انھیں چار برتنوں میں نبیذ بھگونے سے منع فرما دیا، دباء نقیر، حنتم اور مزفت۔ ❶

یہ صحیح بخاری کی روایت ہے جبکہ مسند احمد اور ابو داؤد کی روایت میں ہے کہ جب یہ وفد مدینہ پہنچا تو نبی کریم ﷺ کی زیارت سے نگاہیں ٹھنڈی کرنے کے شوق میں جلدی سے سواریوں سے کود پڑے اور خدمت اقدس میں حاضر ہو کر دست بوسی کی، اسی وفد میں عبدالقیس

---

❶ دباء کدو کا تونبا، نقیر کھدی ہوئی لکڑی کا برتن، حنتم سبز لاکھی گھڑیا، اور مزفت روغنی برتن کو کہتے ہیں۔

Marfat.com

مبہی اشج بھی تھے جس کا نام منذر ہے، یہ رفقائے وفد میں سب سے کم سن تھے، انھوں نے اوّل سب اونٹ بٹھلائے، سب کا سامان ایک جگہ قرینے سے رکھا، پھر اپنے بقچے سے سفید دھلا ہوا اور اجلا جوڑا نکالا، اسے پہنا اور بڑی متانت سے خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے، مصافحہ کیا اور دست مبارک کو بوسہ دیا۔

نبی کریم ﷺ نے یہ پروقار منظر دیکھ کر ارشاد فرمایا: تم میں دو ایسی خصلتیں ہیں جن کو اللہ اور اس کا رسول ﷺ پسند کرتے ہیں، ایک حلم و بردباری اور دوسرے متانت ووقار۔ ''اشج نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! یہ دونوں خصلتیں مجھ میں فطری ہیں یا بناوٹی؟ فرمایا: بلکہ اللہ نے تمھیں انھی دو خصلتوں پر پیدا فرمایا ہے، یہ سن کر اشج نے کہا، سب تعریفیں اس ذات پاک کی ہیں جس نے مجھے ان دو فطرتوں پر پیدا فرمایا جن کو اللہ اور اس کا رسول ﷺ پسند کرتے ہیں۔''

دوسری مرتبہ ایک وفد ۸ھ میں فتح مکہ کے سال حاضر ہوا نبی کریم ﷺ نے انھیں خط لکھ کر خود بلوایا کہ ان کے بیس آدمی مدینہ حاضر ہوں۔ چنانچہ ان کے بیس یا ابن حبان کی روایت کے مطابق چالیس آدمی دربار رسالت میں حاضر ہوئے جن کو دیکھ کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''کیا ہوا کہ میں تمھاری رنگتیں بدلی ہوئی دیکھتا ہوں'' جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ پہلے بھی آئے تھے۔

اس وفد میں بھی اشج ساتھ تھے، جبکہ ان میں بحرین کا مشہور آدمی ابوغیاث جارود بن معلّٰی عبدی بھی تھا، نبی کریم ﷺ نے انھیں رملہ بنت حارث کے گھر اتارا، خوب مہمان نوازی کی، وفد دس دن تک ٹھہرا رہا، وفد میں مشہور شخص جارود نصرانی تھا، نبی کریم ﷺ نے انھیں اسلام کی دعوت دی اور اسلام کے فضائل ومحاسن اس کے سامنے بیان کیے۔ جارود نے اپنا ایک وسوسہ پیش کیا کہ: اے محمد ﷺ! میں پہلے سے ایک دین پر ہوں، اگر میں اپنے دین کو آپ ﷺ کے دین کی خاطر چھوڑتا ہوں تو کیا آپ ﷺ مجھے اپنے دین کی ضمانت دیتے ہیں؟ (کہ اپنے دین کو چھوڑنے کے بعد آپ ﷺ کا دین میری نجات کا ضامن بنے گا؟)

Marfat.com

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہاں! میں تمھیں اس بات کی ضمانت دیتا ہوں کہ رب تعالیٰ نے تمھیں تیرے دین سے بہتر دین کی ہدایت دی ہے۔

یہ سن کر جارود اور اس کے ساتھی اسلام لے آئے، پھر انھوں نے نبی کریم ﷺ سے سواری کے جانور مانگے تو آپ ﷺ نے فرمایا، اللہ کی قسم! میرے پاس تمھیں سواری کے لیے دینے کو کچھ نہیں۔

جارود رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! ہمارے اور ہمارے علاقوں کے درمیان گم شدہ جانور ہوتے ہیں، کیا ہم ان پر سوار ہو کر اپنے علاقوں تک چلے جایا کریں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

''نہیں! انھیں پکڑنے سے بچو، بے شک وہ آتش جہنم کی سوزش ہیں۔''

جارود پکے مسلمان ثابت ہوئے، فتنۂ ارتداد کا ہنگامہ بھی ان کے اسلام پر زد نہ ڈال سکا، ان کی قوم سے سب سے پہلے مغرور بن منذر بن لغمان مرتد ہوا اور اپنے ساتھ اوروں کو بھی ارتداد کے گڑھے میں لے گرا، جارود نے ایمان کے نشہ سے سرشار تقریر کرتے ہوئے حق کی شہادت دی، مرتدین کو دوبارہ دائرۂ اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دی اور کہا ''لوگو! میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور جو بھی ان دونوں باتوں کی گواہی نہیں دیتا اسے کافر گردانتا ہوں۔'' [1]

جارود رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دامادی کا شرف حاصل ہوا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بحرین بھیجا تو جارودؓ اُن کے ساتھ تھے۔

جارودؓ مرتے دم تک ایمان کی آغوش میں رہے اور جہاد فی سبیل اللہ میں ۲۱ھ میں معرکۂ فارس یا معرکۂ نہاوند میں جام شہادت نوش کیا۔

---

[1] طبقات ابن سعد: ۱/۳۱۵.

Marfat.com

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کا حق کی تلاش میں عیسائی راہبوں اور پادریوں کی طرف سے نائب بن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونا

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے لمبی عمر پائی جو دو صدیوں پر محیط تھی، مجوسیت، آتش پرستی سے لے کر نصرانیت تک روئے زمین پر موجود سب ادیان کے در کھٹکھٹائے، مگر کسی سے صدائے حق سننے کو نہ ملی، ہر زمانے اور ہر جگہ کے علماء صلحاء اور نیکوکاروں کی کفش برداری کی، جس کی حق پرستی کا چرچا سنا اس کے آگے گھٹنے ٹیک دیے، لیل ونہار کی گردش دنوں، مہینوں اور سالوں سے متجاوز ہو کر صدیوں کی حدوں کے پار نکل گئی مگر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کا تلاش حق کا سفر ختم ہونے کو نہ آیا، کاتب ازل نے حق کے اس پروانے کی قسمت میں خاتم المرسلین، سید الاولین والآخرین نبی امی، رسول عربی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری لکھی تھی، اس لیے کائنات کے ذرے ذرے نے ان کی مساعدت کی اور انھیں کشاں کشاں رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں لے آیا۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اپنے ایمان لے آنے کی عبرت آمیز داستان خود سنایا کرتے تھے، آیئے ذیل میں انھی کی زبانی بیان کردہ اختصار کے ساتھ ایمان کے سفر کا یہ قصہ پڑھتے ہیں:

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں اصبہان کے گاؤں ''جی'' کا رہنے والا ایک فارسی دہقان کا بیٹا تھا، میرے باپ کو مجھ سے بے پناہ محبت تھی، ذرا ہوش سنبھالی تو باپ کو آتش پرست پایا اور اسی مذہب پر اس نے میری تربیت بھی شروع کی، اور مجھے کسی کنواری دوشیزہ کی طرح گھر میں بند کر دیا، میں نے مجوسیت میں بڑی محنت کی یہاں تک

Marfat.com

کہ ''قَطَنُ النَّار''❶ بن گیا۔

میرے والد کی زمینیں بھی اچھی خاصی تھیں، ایک دن وہ کسی تعمیر میں مصروف تھے تو کہا آج میں اپنی زمین میں ذرا مصروف ہوں جاؤ اور جا کر آگ دیکھ آؤ، مجھے کچھ کام بھی ذمے لگائے، میں ادھر کو چلا، راستے میں نصاریٰ کے ایک گرجے کے پاس سے گزرا، وہ لوگ اپنی عبادت میں مصروف تھے، میں نے ان کی نمازوں کی آوازیں سنیں، میں نہیں جانتا تھا کہ میرے والد نے مجھے گھر میں کیوں بند رکھا ہوا تھا، خیر آوازیں سن کر میں گرجا میں داخل ہو گیا کہ انھیں عبادت کرتے دیکھوں، مجھے ان کی عبادت کا طریقہ بڑا پسند آیا اور میں ان کی طرف مائل ہونے لگا، میں نے کہا، اللہ کی قسم! یہ ہمارے دین سے بہتر ہے، میں غروب آفتاب تک ان کی عبارت دیکھنے میں محو رہا اور والد کے ذمہ لگائے کام کو بھول گیا، میں نے پوچھا: اس دین کی اصل کہاں ہے؟ لوگوں نے بتلایا ''شام''، میں گھر لوٹا تو ہر طرف میری ڈھنڈیا پڑی ہوئی تھی، والد صاحب سارے کام چھوڑ کر مجھے تلاش کر رہے تھے، پوچھا کہاں رہ گئے تھے اور اس کام کا کیا ہوا جو تیرے ذمے لگایا تھا، میں نے ساری بات من وعن سنا دی، تو والد نے کہا، بیٹے! اس دین میں کوئی خیر نہیں، تیرے باپ دادا کا دین اس سے بہتر ہے، میں نے کہا، ہرگز نہیں اللہ کی قسم! وہ ہمارے دین سے بہتر ہے، میرے خیالات سن کر والد ڈر گئے اور مجھے پابہ زنجیر کر کے گھر میں بند کر دیا، میں نے گرجا کے نصرانیوں کو پیغام بھیجا کہ شام کا کوئی قافلہ آئے تو مجھے خبر کر دینا، پھر شام کے نصرانی تاجروں کا ایک قافلہ آیا، میں نے دوبارہ پیغام بھیجا، جب یہ لوگ خرید و فروخت پوری کر کے واپسی کا قصد کریں تو مجھے بتلا دینا، جب قافلہ کوچ کرنے لگا تو میں زنجیریں توڑ کر ان کے پاس جا پہنچا اور ان کے ساتھ شام روانہ ہو گیا۔

شام پہنچ کر میں نے اس دین کے بزرگ ترین عالم کا پتا پوچھا، اور لوگوں کے بتلانے پر گرجا کے اسقف کے پاس گیا اور کہا مجھے یہ دین پسند آیا ہے، میں آپ کے ساتھ رہ کر کنیسہ

---

❶ قطن النار: مجوسیوں اور آتش پرستوں کی آگ کے اس خادم کو کہتے ہیں جو آتش کدے کا منتظم اور رکھوالا ہو اور وہ آگ کو بجھنے نہ دے بلکہ اس میں ایندھن جھونک جھونک کر اس کو ہر دم جلائے رکھے۔

Marfat.com

کی خدمت کرنا چاہتا ہوں تا کہ آپ سے یہ دین سیکھوں اور آپ کے ساتھ نمازیں پڑھوں، اس اسقف نے گرجا میں رہنے کی اجازت دے دی مگر وہ تو دنیا دار نکلا، صدقے کی ترغیب دیتا اور سارا صدقہ خود ہڑپ کر جاتا، غریبوں مسکینوں کو پھوٹی کوڑی بھی نہ دیتا۔ سات مٹکے سونے چاندی کے جمع کر رکھے تھے، مجھے اس کا یہ کردار دیکھ کر اس سے بے حد نفرت ہوگئی، اتنے میں اس کا انتقال ہوگیا، لوگ اسے دفن کرنے جمع ہوئے تو میں نے اس کا سارکچا چٹھہ کھول کر رکھ دیا، لوگوں نے ثبوت مانگا تو میں نے وہ جگہ دکھلا دی جہاں اس نے سونا چاندی چھپا کر رکھا تھا، خزانہ دیکھ کر لوگ ہکا بھکا رہ گئے اور اسے دفن کرنے سے انکار کر دیا اور اس کی لاش کو سولی دے کر اسے سنگسار کیا۔

لوگوں نے اس گرجا کا دوسرا امام مقرر کیا، وہ بے حد عبادت گزار، درویش منش، فاقہ کش اور زاہد تھا، مجھے اس سے بے حد محبت ہوگئی، ایک مدت تک اس کے ساتھ رہا مگر موت نے ہمیں ایک دوسرے سے جدا کر دیا، اس اسقف کی موت کا وقت قریب آ گیا، میں نے کہا، اے فلاں! میں تیرے ساتھ رہا، تم سے بے حد محبت کی، اب اللہ کا امر نازل ہوا چاہتا ہے (وقت فراق ہے) اب مجھے کس کی وصیت کرتے ہو؟ اور کیا حکم کرتے ہو؟ اس نے کہا ''برخوردار! جس دین پر میں تھا اب اس پر قائم کسی شخص کو میں نہیں جانتا، نیک لوگ چل بسے، بعد والوں نے دین بدل ڈالا، البتہ موصل میں ایک حق پرست ہے، اس کے پاس چلے جاؤ۔''

شامی اسقف کے انتقال کے بعد میں موصل کے راہب کے پاس پہنچا، آنے کی غرض اور سبب بتلایا، انھوں نے اپنے پاس ٹھہرنے کی اجازت دے دی، یہ بھی بڑے نیکوکار بزرگ تھے مگر ان کی عمر کا پیمانہ بھی جلد لبریز ہوگیا، مرتے وقت ان سے بھی پوچھا کہ اب مجھے کن صاحب کے پاس جانے کی وصیت کرتے ہو؟ انھوں نے بھی کہا ''اب کوئی حق پر قائم نہیں بچا البتہ نصیبین میں ایک صاحب ہیں، ان کے پاس چلے جاؤ۔''

ان کی وفات کے بعد نصیبین پہنچا، ان راہب سے ملا، اپنی سرگزشت سنائی، آنے کی غرض اور سبب بیان کیا، میری داستان سن کر اس نے مجھے اپنے پس ٹھہرا لیا، یہ بھی نیکی اور

Marfat.com

صالحیت کے زیور سے آراستہ تھے مگر ان کی زندگی نے بھی وفانہ کی اور وقت اجل آن پہنچا، ان سے بھی آئندہ کا پوچھا کہ کیا اب اور کوئی نیکوکار بزرگ بچا ہے؟ انھوں نے عموریہ کی راہ دکھلائی، یہ روم کا شہر تھا کہ یہاں ایک شخص اس دین پر سچائی کے ساتھ قائم ہے، ان کے پاس چلے جاؤ۔

میں ان کی فہمائش پر عموریہ پہنچا، ان کو اپنا قصہ سنایا، میرے احوال سن کر اس نے بھی مجھے اپنے پاس رہنے کو جگہ دے دی، یہ اپنے پیش رؤوں کی سیرت والا تھا، نیکی اس کا شعار تھی، یہاں میں نے کچھ محنت مزدوری بھی کی اور اب میرے پاس چند گائیں اور نقدی بھی تھی، مگر افسوس کہ ان کا بھی دنیا سے کوچ کا وقت آن پہنچا، میں نے اب تک کی ساری صورت حال بیان کر دی کہ کس کس کے پاس گیا اور ہر ایک نے کہاں کہاں کی راہ دکھائی، اب آپ بھی سفر آخرت کی تیاری کیے بیٹھے ہیں، آپ مجھے کس کے پاس بھیجتے ہو، ان راہب نے کہا: برخوردار! اللہ کی قسم! اب میرے علم میں ایسا کوئی آدمی نہیں جو ہمارے دین پر سچائی سے قائم ہو جس کے پاس چلے جانے کا میں تمھیں حکم دوں البتہ ایک ایسے پیغمبر کا زمانہ آنے کو ہے جو دین ابراہیم کے ساتھ مبعوث ہوں گے، وہ سرزمین عرب میں ظاہر ہوں گے، دو پہاڑیوں والی زمین کی طرف ہجرت کریں گے جن کے بیچ میں کھجوروں کے نخلستان ہوں گے، ان کی نبوت کی علامات خوب ظاہر ہوں گی، ہدیہ قبول کرلیں گے البتہ صدقہ قبول نہ کریں گے، ان کے دونوں کندھوں کے درمیان نبوت کی مہر ہوگی، اگر تم اس سرزمین کو جاسکو تو چلے جاؤ۔

یہ نصیحت ووصیت کر کے وہ بزرگ چل بسے، میں کچھ مدت عموریہ میں رہا، پھر بنو کلب کا ایک تجارتی قافلہ عموریہ سے گزرا، میں نے انھیں اپنے ساتھ سرزمین عرب لے چلنے کو کہا اور معاوضہ میں اپنی گائیں اور نقد رقم پیش کی، انھوں نے اس معاوضے پر ساتھ لے جانے کی حامی بھر لی اور ساتھ لے لیا، لیکن جب وہ لوگ ''وادی القریٰ'' پہنچے تو بدعہدی کر کے مجھے ایک یہودی کے ہاتھوں غلام بنا کر بیچ ڈالا، میں اب اس یہودی کے شکنجے میں تھا، وہاں نخلستان تو مجھے دکھائی دیا لیکن ابھی مجھے اس علاقے کے اسی سرزمین کے ہونے کا یقین نہ تھا جس کی

Marfat.com

بابت مجھے صاحب عموریہ نے بتلایا تھا، اسی دوران ایک دن اس یہودی کا چچا زاد مدینہ کے محلّہ بنی قریظہ سے آیا، اور مجھے اس سے خرید کر مدینہ لے آیا، اللہ کی قسم! میں اس شہر کو دیکھتے ہی پہنچان گیا، یہ بالکل ویسا ہی تھا جیسا کہ صاحب عموریہ نے بتلایا تھا، اب میں مدینہ میں رہنے لگا۔

اتنے میں نبی کریم ﷺ مکہ میں مبعوث ہو گئے، جب تک آپ ﷺ مکہ میں رہے مجھے مدینہ میں کوئی خبر آپ ﷺ کے بارے میں سننے کو نہ ملی، میں اپنی غلامانہ ذمہ داریوں کو ادا کرنے میں مشغول رہا، پھر آپ ﷺ مدینہ ہجرت کر کے تشریف لائے، اللہ کی قسم! اس وقت میں کھجور کی چوٹی پر بیٹھا کام کر رہا تھا جبکہ نیچے میرا آقا بھی بیٹھا تھا کہ اچانک میرے آقا کا چچا زاد آ کر کہنے لگا، او فلانے! اللہ بنی قیلہ (یہ اوس اور خزرج کے قبائل کا نام ہے کیونکہ دونوں قیلہ نامی خاتون کی اولادیں ہیں) کا ستیاناس کرے اللہ کی قسم! وہ قبا میں اس صاحب کے استقبال کے لیے جمع ہیں جو مکہ سے آ رہے ہیں اور وہ خود کو نبی گمان کرتے ہیں۔

یہ سنتے ہی میرا بدن لرزنے لگا اور مجھے یوں لگا کہ میں ابھی اپنے آقا کے اوپر گر پڑوں گا، میں نیچے اترا اور آقا کے چچا زاد سے کہنے لگا، تم کیا کہہ رہے تھے؟ یہ سن کر میرے آقا کو بڑا غصہ آیا اور مجھے زور کا تھپڑ مارا، پھر کہا، تیرا ان سے کیا واسطہ؟ جاؤ جا کر اپنا کام کرو، میں نے جی میں کہا کوئی بات نہیں مگر میں اس بات کی تصدیق ضرور کروں گا۔

میرے پاس کچھ اندوختہ تھا، میں وہ لے کر شام کو خدمت اقدس میں پہنچا، آپ ﷺ اس وقت قباء میں تشریف فرما تھے، میں نے جا کر عرض کیا، مجھے خبر پہنچی ہے کہ آپ ﷺ خدا کے نیک بندے ہیں اور آپ ﷺ کے ساتھ حاجت مند اور بے وطن ساتھی ہیں، یہ میرے پاس صدقہ کے لیے کچھ ہے، میں نے آپ لوگوں کو اس کا دوسروں سے زیادہ مستحق پایا (اس لیے دینے چلا آیا) میں نے وہ مال قریب کیا۔ آپ ﷺ نے خود تو اس میں سے تناول نہ فرمایا البتہ اپنے اصحاب کو فرمایا "لو کھاؤ۔" یہ منظر دیکھ کر میں نے اپنے جی میں کہا، یہ ایک نشانی پوری ہوئی، (کہ آپ ﷺ صدقہ نہیں کھاتے) میں نے لوٹ کر کچھ اور چیزیں اکٹھی کرنی

Marfat.com

شروع کیں، اتنے میں آپ ﷺ بھی قباء میں سے مدینہ تشریف لے آئے، میں وہ چیزیں لے کر خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، پہلے میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ صدقہ تناول نہیں فرماتے، یہ میں آپ ﷺ کے اکرام کے لیے ہدیہ لایا ہوں، آپ ﷺ نے خود بھی اس سے تناول فرمایا اور اپنے اصحاب کو بھی اس میں سے کھلایا، میں نے یہ نظارہ دیکھ کر دوبارہ جی میں کہا یہ دوسری نشانی پوری ہوئی (کہ آپ ﷺ ہدیہ قبول فرماتے ہیں)۔

پھر ایک موقع پر میں سہ بارہ زیارت وملاقات کے لیے گیا، اس وقت آپ ﷺ ایک جنازہ کے ساتھ بقیع الغرقد میں اپنے اصحاب کے جلو میں تشریف فرما تھے، میں سلام کر کے بیٹھ گیا مگر میں نظریں گھما گھما کر جناب والا کی پیٹھ پر اس مہر کو دیکھنے کی کوشش کرنے لگا جس کی بابت صاحب عموریہ نے مجھے بتلایا تھا، نبی کریم ﷺ نے جب مجھے پیچھے دیکھتے محسوس فرمایا تو جان گئے کہ میں کسی چیز کو جاننا چاہتا ہوں جو مجھے بتلائی گئی ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے پیٹھ پر سے کپڑا اٹھا دیا، میں دونوں کندھوں کے درمیان مہر مبارک کو دیکھتے ہی پہچان گیا، میں بے اختیار جھک گیا اور اس کو چومتا جاتا اور روتا جاتا، نبی کریم ﷺ نے مجھے ارشاد فرمایا، (ادھر) مڑو، میں مڑا اور سامنے بیٹھ گیا اور اب تک کی ساری داستان سنا دی۔ نبی کریم ﷺ کو میری داستان سن کر تعجب ہوا۔

بدر اور احد کی معرکۃ الآراء جنگیں ہو گئیں اور میں ابھی تک غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا، پھر ایک دن نبی کریم ﷺ نے مجھے ارشاد فرمایا، اے سلمان! (اپنے آقا کے ساتھ) عقد مکاتبت ❶ کر لو، چنانچہ میں نے اپنے آقا کے ساتھ تین سو کھجوروں کے درخت لگانے اور چالیس اوقیہ چاندی پر معاہدہ کر لیا، نبی کریم ﷺ نے اپنے اصحاب سے میرے لیے اپیل کی کہ ''اپنے بھائی کی مدد کرو'' تو صحابہ نے درخت لگانے میں میری مدد کی، چنانچہ کسی نے تیس پودے دیے تو کسی نے بیس تو کسی نے پندرہ اور کسی نے دس، غرض جس سے جو بن پڑا اس نے

---

❶ مکاتبت: آقا کا غلام کے ساتھ مالی معاہدہ کرنا کہ وہ اسے جب قسط وار مقررہ مال کی مقدار ادا کر دے گا تو آزاد ہو جائے گا۔

Marfat.com

میرے ساتھ کیا، یوں میرے پاس کھجوروں کے تین سو پودے اکٹھے ہو گئے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا، سلمان رضی اللہ عنہ! جاؤ اور ان کے (لگانے کے لیے چھوٹے چھوٹے) گڑھے کھودو، جب کھود چکو تو میرے پاس آنا، میں اپنے ہاتھوں سے پودے لگاؤں گا، میں نے دوستوں کی مدد سے گڑھے کھودے اور نبی کریم ﷺ کو اطلاع دے دی۔ آپ ﷺ اپنے دست مبارک سے لگاتے جاتے، اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں سلمان کی جان ہے، ایک پودا بھی نہ مرا، اب صرف مال کی رقم میرے ذمے رہ گئی تھی، ایک موقع پر مرغی کے انڈے کے برابر سونے کا ایک ڈلا کسی کان سے خدمت اقدس میں پیش ہوا، مجھے بلوا کر فرمایا، سلمان یہ لو اور اپنے ذمے رقم کے بدلے اس کو ادا کرو،'' میں نے عرض کیا'' یا رسول اللہ ﷺ! اس سے میرے ذمے رقم بھلا کہاں ادا ہو گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے لے جاؤ، اللہ کی ذات سے امید ہے کہ وہ اس کے ذریعے تیرے ذمے کی رقم ادا کر دے گا، میں نے وہ سونے کا ڈلا لیا، اس کو تولا، اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں سلمان کی جان ہے! وہ چالیس اوقیہ وزن کے برابر نکلا تو میں نے ان کا حق ادا کر دیا۔

اب میں آزاد تھا، جنگ خندق میں آزاد مردوں کی طرح نبی کریم ﷺ کے ساتھ شریک ہوا، اور اس کے بعد کے کسی غزوہ میں بھی شرکت سے پیچھے نہ رہا۔ ❶

جن کے دل صاف، سینے کینے سے پاک، نفس ہٹ دھرمی اور ضد سے خالی اور فکر میں انصاف، راستی اور سلامتی ہے، ان کے لیے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے اس طویل قصے میں عبرت ونصیحت کا بہت سا سامان ہے۔

بے شک یہ بھی نبوت کی علامات میں سے ہے کہ حق کے متلاشی خود بخود در نبوت پر پہنچ جاتے ہیں، یہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ ہیں جنھیں نصرانی راہبوں، اسقفوں اور پادریوں کا سفیر کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ایک کے بعد ایک انھیں اس بات کی وصیت کرتا رہا کہ عنقریب ایک پیغمبر برحق ﷺ ظاہر ہونے والے ہیں جن کی یہ صفات اور علامات ہوں گی، اگر تمھیں ان کا زمانہ

---

❶ هذا حديث صحيح انظر سيرة ابن هشام: ١/٢٣٣، واللفظ لي، نسيم.

Marfat.com

ملے تو ان کے ہاتھوں میں ہاتھ دینے میں تامل نہ کرنا، اور یہ وہی صفات تھیں جو سیّدنا عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نے اپنے حواریوں کو بتلائیں تھیں جن کو اہل نصرانیت نسل در نسل اپنی کتابوں، صحیفوں اور سینوں میں محفوظ اور اگلوں تک منتقل کرتے چلے آ رہے تھے اور جیسے جیسے نبوت محمدی ﷺ کا زمانہ قریب آتا جا رہا تھا، اس بار امانت کے اٹھانے والے کم ہوتے جا رہے تھے، اور بالآخر ناپید ہی ہو گئے۔ جب صاحب عموریہ نے صاف صاف اقرار کیا کہ اب دین و دیانت کا حامل کوئی نہیں بچا، اب اگر خاتم المرسلین ﷺ کی زیارت تمھیں نصیب ہو جائے تو اس سے بڑھ کر کوئی نعمت و سعادت نہیں۔

اب رُوئے زمین پر دین کی یہ امانت صرف حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے سینے میں ہی تھی اسی لیے انھیں سلمان الخیر کا لقب ملا اور بالآخر نصرانیت کا یہ قاصد صدیوں کی طویل مانت طے کر کے تھکا ہارا، لٹتا پٹتا، ہزاروں غم سہتا، دھوکے کھا کر غلام بنتا، ظالم آقاؤں کے مظالم جھیلتا دربار رسالت پہنچ ہی گیا اور نصرانیت کی وصیت و بشارت کے مصداق کو دیکھتے ہی اسلام کے آگے سرنگوں ہو گیا، نگاہیں اشکبار تھیں، زبان شکر گزار تھی، رواں رواں مسرت سے معمور تھا، دل و دماغ منزل مقصود پانے کی لذت و سرور سے مخمور تھے اور بے خودی کی کیفیت میں مہر نبوت کے بوسے لیے جا رہے ہیں، خالق فطرت کے آخری پیغمبر ﷺ خوب سمجھ رہے ہیں کہ اس شکستہ، آبلہ پا، رنجیدہ اور آزردہ طالب حق کو جذبات پر قابو نہیں رہا، ایک شفقت بھری آواز گویا انھیں ہوش میں لاتی ہے "(سلمان!) ادھر مڑو۔"

واقعی سلمان رضی اللہ عنہ اسلام کے بیٹے تھے، "رضی اللّٰہ عنه وارضاه۔"

معلم اخلاق ﷺ جن کی بعثت کا ایک نمایاں مقصد ہی مکارم اخلاق کی تکمیل تھا، ناممکن تھا کہ وہاں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے بے مثل، بے نظیر اور طویل ترین صبر کی قدر شناسی، حوصلہ افزائی اور تعریف و ستائش نہ ہوتی اور انھیں اکرام نبوی ﷺ اور الطاف مصطفویؐ سے نہ نوازا جاتا، فرزند اسلام، سراپا خیر، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ پر رسولِ خدا کی عنایتوں اور نوازشوں کے بیان میں یہ حدیث بس ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

Marfat.com

''جب سورہ جمعہ نازل ہوئی تو ہم خدمت نبوی ﷺ میں حاضر تھے۔ آپ ﷺ نے (ہمارے سامنے) سورہ تلاوت کی، پس جب اس آیت پر پہنچے ''واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم '' اوران میں سے اورلوگوں کی طرف بھی (ان کو بھیجا ہے) جوابھی ان (مسلمانوں سے پہلے نہیں ملے) تو حاضرین مجلس میں سے ایک نے عرض کیا یہ کون لوگ ہیں جوابھی تک ہم سے نہیں ملے، آپ ﷺ نے کوئی جواب نہ دیا، اس شخص نے تین مرتبہ یہ سوال کیا، حاضرین میں سلمان رضی اللہ عنہ بھی تھے، پس آپ ﷺ نے ان (کے کندھے) پر اپنا دست مبارک رکھ کر ارشاد فرمایا، اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر ایمان ثریا (ستارے) پر بھی ہوتو بھی ان جیسے جویائے حق لوگ اسے لے آئیں گے۔

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں اگر دین ثریا ستارے کے پاس بھی ہوتو فارس کا یا فرزند (فارس کا شخص) جا کر اس کو لے آئے گا۔ ❶

بے شک یہ بشارت حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی طرح کے ان متلاشیان حق کے لیے ہے جو عجمی ہوں گے۔

❶ البخاری: تفسیر سورۃ الجمعۃ.

Marfat.com

وفد بلی

یہ بنو قحطان کی شاخ قضاعہ کا ایک بہت بڑا قبیلہ ہے۔ یہ قبیلہ مدینہ اور وادیٔ القریٰ کے درمیان آباد تھا جس کی حدود ایک طرف بحر احمر سے لے کر تبوک تک جبکہ دوسری طرف جبل سراۃ سے لے کر معان روم اور ایلہ تک پھیلی ہوئی تھیں۔ وفد بلی ربیع الاوّل ۹ھ میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کیا رویفع بن ثابت بلوی اس وفد کی سفارت کے احوال بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''میری قوم کا وفد مدینہ حاضر ہوا، میں نے انھیں بنی جدیلہ میں اپنے گھر اتارا، پھر انھیں خدمت اقدس میں لے گیا، آپ ﷺ اپنے اصحاب میں دولت کدہ پر تشریف فرما تھے، میں نے سلام کیا، لبیک کہا، دریافت فرمایا، یہ لوگ کون ہیں؟ میں نے عرض کیا یہ میری قوم کے ہیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تمھیں اور تیری قوم کو خوش آمدید'' میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! یہ لوگ اسلام قبول کر کے حاضر ہوئے ہیں اور اپنے پیچھے قوم کے ذمہ دار ہیں، فرمایا: اللہ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتا ہے اسے اسلام کی ہدایت دیتا ہے۔''

وفد کا رئیس ابوضبیب تھا، عرض کرنے لگا، یا رسول اللہ ﷺ! ہم حاضر ہوئے ہیں تا کہ آپ ﷺ کی تصدیق کریں اور جو (شریعت، کتاب اور وحی) آپ ﷺ لے کر آئے ہیں اس کے حق ہونے کی شہادت دیں اور ان بتوں کو چھوڑ دیں جن کی ہم اور ہمارے آباء واجداد عبادت کرتے تھے۔

اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''سب تعریفیں اس کی ہیں جس نے تمھیں اسلام کی ہدایت دی، پس جو بھی غیر اسلام پر مرتا ہے وہ دوزخ میں جاتا ہے۔''

اس کے بعد! ابوضبیب کہنے لگا، یا رسول اللہ ﷺ! مجھے مہمان نوازی کا شوق ہے، کیا

Marfat.com

مجھے اس پر اجر ملے گا؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہاں! (اس میں بھی اجر ہے) تم جس پر بھی احسان کرو امیر ہو یا غریب وہ صدقہ ہے۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مہمانی کی مدت کتنی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا تین دن، اس کے بعد صدقہ ہے، اور مہمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ تیرے پاس اتنا ٹھہرے کہ تمھیں تنگی میں ڈال دے۔

ابو ضبیب نے پوچھا، یا رسول اللہ ﷺ! جنگل میں ملنے والی گم شدہ بکری کا حکم بتلایے، آپ ﷺ نے فرمایا "یا تیری ہے، یا تیرے بھائی کی یا پھر بھیڑیے کی ہے۔"

پھر ابو ضبیب نے گم شدہ اونٹ کا پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا تیرا اس سے کیا واسطہ، اسے چھوڑ دو حتیٰ کہ اس کا مالک اسے پالے۔

رویفع کہتے ہیں، وفد نے دین کی اور بھی بہت سی باتیں پوچھیں جن کا آپ ﷺ نے شافی جواب عنایت فرمایا پھر وہ لوگ میرے گھر لوٹ آئے، اتنے میں اچانک جناب رسول اللہ ﷺ خود کھجوروں کا ایک تو بڑا لے کر تشریف لے آئے اور مہمانوں کو ضیافت کے لیے عنایت فرمایا۔

یہ لوگ تین دن ٹھہر کر واپس ہوئے، چلتے وقت جناب رسالت مآب ﷺ نے انھیں زادِ راہ بھی عنایت فرمایا۔ ❶

بلی کی سفارت کا قصہ پڑھ کر معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ نے لوگوں کو مختلف صفات اور اخلاق حمیدہ سے نواز رکھا ہوتا ہے حتیٰ کہ بعض میں ایسی عادات ہوتی ہیں جو دوسروں میں نہیں ہوتیں، ابو ضبیب کو مہمان نوازی کا شوق تھا، نبی کریم ﷺ نے ان کی حوصلہ افزائی بھی فرمائی اور اس نیک عادت پر اجر کا وعدہ بھی فرمایا لیکن ساتھ ہی آداب ضیافت اور اس کی حدود کو بھی بیان فرما دیا جس میں طرفین کی رعایت تھی، اس کی پوری تفصیل کتب سیرت و آداب میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ آپ ﷺ نے مکارم اخلاق کی بھی حوصلہ افزائی فرمائی کہ رب تعالیٰ

❶ طبقات ابن سعد: ۱/ ۳۳۰.

Marfat.com

کی نگاہ میں ہر نیکی کی قدر ہے جس میں کسی کے مقام ومرتبہ کی شرط نہیں، نیکی امیری غریبی، نیک وبد کے امتیاز سے قطع نظر حسن اخلاق کا حصہ ہے جس کا انسانی نفس کی تہذیب وتشکیل میں گہرا اثر اور حصہ ہے۔

خود نبی کریم ﷺ کی مہمان نوازی اور مسافروں اور مہمانوں کی خدمت اس حد تک پہنچی ہوئی تھی کہ آپ ﷺ خود چل کر سامان ضیافت ان تک لے جاتے تھے، صاحب خلق عظیم ﷺ کے اس عمل کو دیکھ کر ابو ضبیب کی خوئے ضیافت بھی شرمندہ ہو کر رہ گئی، نیز واردین وصادرین کو تحائف سے نوازنا، ان کو زاد راہ دینا، حتی المقدور سواریاں دینا آپ ﷺ کی مستقل عادت شریفہ تھی جو آنے والوں کے دلوں پر نبی کریم ﷺ کے اخلاق کا گہرا اثر چھوڑتی تھی۔

وفد بلی کے جناب رسالت مآب ﷺ کے مکالمہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ ﷺ آنے والوں کو مسائل دینیہ کی تعلیم دیتے، انھیں آداب زندگی سکھلاتے اور عقائد سے لے کر معاشرت ومعاملات تک ہر بات کی تعلیم دیتے۔

Marfat.com

وفد غسان

بنو غسان آل جفنہ تھے، جب حمس سے دمشق جانے کا قصد کیا جائے تو جبل عاملہ پار کرتے ہی غسانیوں کی آبادیاں شروع ہو جاتی ہیں، غسانی رومی اور بازنطینی سلاطین کی طرف سے شامی حدود پر متعین تھے تاکہ ایرانیوں اور بنی لخم کی غارت گریوں سے سلطنت روم کی شامی سرحدوں کو یقینی طور پر محفوظ بنایا جائے، غسانیوں کی ولایت منظّم اور مربوط نہ تھی، اور تو اور دارالحکومت بھی متعین نہ تھا، جولان، جابیہ اور جلق اہم شہر تھے، عطروں کے شوقین اور اس عادت میں مشہور تھے، ثرید جو عربی تہذیب وتمدن کی امتیازی علامت تھی، انھی کے ساتھ خاص تھی، روم، یونان اور بنی اسرائیل کے احوال سے باخبر تھے، نصرانیت ان میں پنجے گاڑ چکی تھی، گرجے بنانے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے، خود کو شام کے امراء کہتے، مورخین نے غساسنہ کو بنی عمرو بن مازن بن ازد قرار دیا ہے۔

واقدی غسان کے وفد کا قصہ اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ محمد بن بکیر غسانی اپنی قوم کے بارے میں بیان کرتے ہیں: ''ہم ماہ رمضان المبارک ۱۰ھ میں تین آدمی خدمت اقدسؐ میں مدینہ حاضر ہوئے، ہم رملہ بنت حارث کے گھر اترے، عرب کے آنے والے دوسرے سب وفود آپ ﷺ کی تصدیق کر رہے تھے، ہم آپس میں کہنے لگے کہ (شاید) آپ ﷺ ہمیں عربوں میں سب سے برا سمجھتے ہیں (کہ ہم ابھی تک اسلام نہیں لائے)، چنانچہ ہم نے حاضر ہو کر اسلام قبول کیا، آپ ﷺ کی تصدیق کی اور اس بات کی شہادت دی کہ جو کچھ آپ ﷺ لے کر آئے ہیں وہ حق ہے، اور (یہ بھی عرض کیا کہ) ہم نہیں جانتے کہ ہماری قوم ہمارا اتباع کرے گی یا نہیں، وہ سردار ہیں جو اپنے ملک کی بقا اور (شاہ روم) قیصر کا قرب چاہتے ہیں۔

Marfat.com

نبی کریم ﷺ نے انھیں چلتے وقت زاد راہ اور تحائف عطا فرمائے، وہ وطن واپس لوٹے مگر ان کی قوم نے اسلام قبول نہ کیا اس لیے ان لوگوں نے بھی اپنا سلام لے آنا چھپائے رکھا، یہاں تک کہ ان میں سے دو آدمی تو اسی حال میں وفات پا گئے جبکہ تیسرا آدمی خلافت فاروقی تک زندہ رہا اور جنگ یرموک میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے جا ملا، انھیں اپنے اسلام کی خبر کی تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ان کا بے حد اکرام واعزاز کرتے تھے۔

بے شک متعدد قبائل عرب اور ان کے عقلاء اور اصحاب رائے اپنی قوم کے لیے حق اور خیر کے متلاشی رہے، جبکہ دوسری طرف ملک وریاست کے حریص، جاہ ومنصب کے بھوکے، اوہام ووساوس کی ماری عقلوں کے مالک ہدایت کے بے شمار مواقع پانے کے باوجود قوموں کی قسمت سے کھیل گئے اور اپنی حکومت وسرداری کو بچاتے بچاتے اپنی قوم کو ہلاکت، بربادی اور بتاہی کے گھاٹ لے اترے۔ غسان کے ان تین وافدین کو ہی لے لیجیے، یہ جانتے تھے کہ ہماری قوم حق پر نہ آئے گی اور ملک گیری کی ہوس دربار قیصری میں عزت ومنزلت کی حرص وآز، شاہ روم کی رضا جوئی کی تمنا اور اس کی خوشامد پرستی کی خو انھیں قبیلے کی حمایت پر کھڑا رکھے گی، اور ان مذموم مقاصد کے حصول کے لیے وہ اپنے میں سے کے کسی عقل منداور دین دار کی بات بھی نہ سنیں گے، لیکن اس سب کے باوجود ان مومنوں نے قوم کی ہمدردی اور بھلائی میں کسر نہ چھوڑی، اپنا اسلام چھپائے رکھا تا کہ وہ متنفر نہ ہوں اور کسی بے حد مناسب موقع کی تلاش میں رہے کہ ان کی قوم کے لیے انھیں دعوت اسلام بے حد مفید، موثر اور کارگر ثابت ہو۔ مگر افسوس کہ غسان کی قسمت نے یاوری نہ کی اور انھیں ایسا انمول موقع نہ ملا، اور جن رومیوں کے سہارے اسلام سے روگردانی اور سرتابی پر غرہ تھا، وہی رومی انھیں بے یارومددگار چھوڑ گئے اور یوں منہ موڑ لیا، جیسے انھیں جانتے تک نہیں اور ان سے کبھی سابقہ ہی نہیں پڑا، دور فاروقی میں افواج اسلام کے آگے رومیوں کے قدم اکھڑے، وہ ہزار ذلتوں کو چہروں پر سجائے پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے اور اس گرتی دیوار کے سہارے کھڑے غسانی بھی ہلاکت میں جا گرے اور اپنے ہی قبیلہ کے تین خوش قسمتوں کو ملنے والی عزت ورفعت اور بلندی سے محروم رہے۔

Marfat.com

دارمین کی سفارت

بنو دار بنو قحطان کے قبیلہ لخم کی ایک ذیل شاخ تھے، ان کی مستقل آبادی نہ تھی، رملہ، مصر، جفار، جولان، حوران، بثینہ اور مدینہ نوی میں بکھرے ہوئے تھے، فلسطین اور حدس (شام) میں بھی ان کی آبادی تھی، بنی دار کے بعض خاندان بیت المقدس کی ایک آبادی میں بھی جا آباد ہوئے اور وہ آبادی آج تک انھی کے نام پر ''بیت اللحم'' کہلاتی ہے، ظہور اسلام سے قبل ہی نصرانیت اس قبیلے میں اپنی جگہ بنا چکی تھی۔

غزوۂ تبوک سے واپسی پر دارمین کا دس افراد پر مشتمل وفد خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوا جن میں تمیم بن اوس داری اور ان کا بھائی نعیم بن اوس داری بھی تھے، اور تمیم داریؓ وہی مشہور صحابی ہیں جن کے سمندری سفر کا قصہ حدیث جساسہ کے نام سے مشہور ہے جس میں ان کی دجال کے ساتھ ملاقات ہوئی تھی۔

وفد کے رکن ہانی بن حبیب نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں چند تحائف پیش کیے جن میں چمڑے کا بڑا مشکیزہ، چند گھوڑے اور ایک سونے کی تاروں سے بنی منقش قبا شامل تھی، آپ ﷺ نے گھوڑوں اور قبا کو قبول فرمایا اور یہ قبا عباسؓ بن عبدالمطلب کو دے دی، انھوں نے عرض کیا میں اس کا کیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا سونا اتار کر خواتین کو دے دینا، بعد میں اس ریشمی قبا کو فروخت کر کے اس کی قیمت لے لینا۔ انھوں نے ایسا ہی کیا اور وہ قبا ایک یہودی کو آٹھ ہزار درہم میں فروخت کر دی۔ ❶

مسلم شریف میں فاطمہ بنت قیس کی روایت سے حضرت تمیم داریؓ کا طویل قصہ مذکور ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت تمیمؓ نصرانی تھے اور اسلام قبول کرنے کی غرض سے قبیلہ لخم

---

❶ طبقات: ابن سعد: ۱/۳۴۳.

Marfat.com

اور جذام کے تیس افراد کے ہمراہ مدینہ کے لیے عازم سفر ہوئے۔اس مقصد کے لیے آپ کشتی میں سوار ہوئے،طوفان نے کشتی کا ایک ماہ تک تماشا بنائے رکھا، آخر مغرب کی جانب ایک جزیرہ نظر پڑا جس کو دیکھ کر وہ بہت مسرور ہوئے، چھوٹی کشتیوں کے ذریعے جزیرے پر اترے، سامنے جانور کی شکل کی ایک چیز نظر پڑی جس کے بدن پر اس قدر بال تھے کہ اعضائے مستعدہ تک نظر نہیں آتے تھے،لوگوں نے پوچھا، تیرا ناس ہوتو کیا چیز ہے؟ وہ بولی، میں دجال کی جاسوسنی ہوں، چلو اس گرجے میں چلو وہاں ایک شخص تمھارا منتظر ہے، حضرت تمیم کہتے ہیں اس آدمی کے ذکر سے ہم سب ڈر گئے کہ کہیں وہ کوئی جن نہ ہو ہم لپک کر گرجے میں داخل ہوئے تو ہم نے ایک بڑا قوی ہیکل شخص دیکھا کہ اس سے قبل ہم نے ویسا کوئی شخص نہ دیکھا تھا، اس کے ہاتھ گردن سے ملا کر اور اس کے پیر گھٹنوں سے لے کر ٹخنوں تک لوہے کی زنجیروں سے نہایت مضبوطی سے جکڑے ہوئے تھے، ہم نے اس سے کہا تیرا ناس ہوتو کون ہے؟ وہ بولا، میرے بارے میں تمھیں کچھ نہ کچھ خبر لگ ہی گئی ہے، اب تم بتاؤ تم کون ہو؟ انھوں نے کہا ہم عرب کے باشندے ہیں، آگے یہاں تک پہنچنے کی ساری داستان بتا دی۔ ساری گفتگو سن کر بولا، مجھے بتاؤ کہ شام کی بستی بیسان کی کھجوروں میں پھل آتا ہے یا نہیں؟ ہم نے کہا ہاں آتا ہے، اس نے کہا وہ وقت قریب ہے جب اس میں پھل نہ آئے گا، پھر اس نے پوچھا، بحیرۂ طبریہ کے متعلق بتلاؤ، کیا اس میں پانی ہے یا نہیں؟ ہم نے کہا ''بہت ہے'' وہ بولا، ''وہ زمانہ قریب ہے جب اس میں پانی نہ رہے گا'' پھر اس نے پوچھا، (شام کی بستی) زُغر کے چشمے کے متعلق بتلاؤ اس میں پانی ہے یا نہیں اور اس بستی والے اپنی کھیتیوں کو اس سے پانی دیتے ہیں یا نہیں، ہم نے کہا ''اس میں بھی خوب پانی ہے اور اس بستی والے اپنے کھیتوں کو اس سے پانی بھی دیتے ہیں'' پھر اس نے کہا نبی الامیین ﷺ کا کچھ حال سناؤ، ہم نے کہا وہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ شریف لے آئے ہیں۔ اس نے پوچھا کیا عرب کے لوگوں نے اس کے ساتھ جنگ کی ہے؟ ہم نے کہا ''ہاں'' بولا، اچھا پھر نتیجہ کیا رہا؟ ہم نے کہا ''وہ اپنے گرد ونواح پر تو غالب آچکے ہیں اور لوگ ان کی اطاعت قبول کر چکے

Marfat.com

ہیں'' اس نے کہا، سن لو! ان کے حق میں یہی بہتر تھا کہ وہ ان کی اطاعت قبول کر لیتے اور اب میں تم کو اپنے متعلق بتلاتا ہوں، میں مسیح دجال ہوں اور وہ وقت قریب ہے جب مجھ کو یہاں سے نکلنے کی اجازت مل جائے گی، میں باہر نکل کر تمام زمین پر گھوم جاؤں گا اور چالیس دن کے اندر اندر کوئی بستی ایسی نہ رہ جائے گی جس میں داخل نہ ہوں سوائے مکہ اور طیبہ کے کہ ان دونوں مقامات میں میرا داخلہ ممنوع ہے، جب بھی میں ان دونوں بستیوں میں سے کسی ایک میں داخل ہونے کا ارادہ کروں گا اس وقت ایک فرشتہ ہاتھ میں ننگی تلوار لیے سامنے آ کر مجھ کو داخل ہونے سے روک دے گا، اور ان مقامات (مقدسہ) کے جتنے راستے ہیں ان سب پر فرشتے ہوں گے جو ان کی حفاظت کر رہے ہوں گے۔

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے یہ ساری داستان سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لکڑی منبر پر مار کر تین بار ارشاد فرمایا، وہ طیبہ یہی مدینہ ہے، دیکھو کیا یہی بات میں نے تم سے بیان نہ کی تھی؟ لوگوں نے عرض کیا، جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات (ہمیں) بیان فرمائی تھی، پھر فرمایا: دیکھو وہ (دجال اور اس کا جزیرہ) بحر شام یا بحر یمن میں نہیں ہے بلکہ مشرق کی جانب ہے اور اس کی طرف دست مبارک سے اشارہ فرمایا۔ ❶

بے شک اس حدیث کو حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کے مناقب اور فضائل میں شمار کیا جاتا ہے کہ خود جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہ قصہ سن کر صحابہ کو جمع کر کے سنایا بلکہ بعض روایات میں تو یہاں تک آتا ہے کہ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ نے آ کر مجھے یہ قصہ سنایا تو میں خوشی اور سرور کی وجہ سے دوپہر کو آرام نہ کر سکا اور میں نے چاہا کہ تمھیں اپنے پیغمبر کی خوشی بتلاؤں، اس قصہ اور روایت کو حضرات محدثین نے ''فاضل کی مفضول سے'' اور ''متبوع کی تابع سے روایت'' کا اصطلاحی نام دیا ہے۔ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث کے آخری ٹکڑے پر کلام کیا ہے کہ ابتدا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گمان تھا پھر شک ہوا مگر بالآخر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحقیق سے بیان کر دیا کہ دجال مشرق کی جانب ہی ہے۔

---

❶ اخرجه مسلم فی صحیحة: کتاب الفتن واشراط الساعة باب قصة الجساسة حدیث رقم: ۲۹۴۲.

Marfat.com

خلاصہ یہ ہے کہ پہلے آپ ﷺ کو دجال مذکور کے شام میں ہونے کا گمان ہوا کیونکہ تمیم داری رضی اللہ عنہ بحر شام میں سفر کر رہے تھے، پھر آپ ﷺ کو شک ہوا کہ شاید دجال بحر یمن میں ہو کیونکہ بحر شام اس سمندر سے متصل ہے جو بحر یمن سے متصل ہے، پھر رب تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تحقیق خبر بذریعہ وحی فرمائی کہ وہ مشرق کی جانب ہی ہے۔

یہ حدیث زمانۂ مستقبل میں ہونے والے واقعات کی غیب کی خبروں میں سے ہے کہ بیسان کی کھجوریں خشک ہو جائیں گی، زغر کا چشمہ اتر جائے گا، بحیرۂ طبریہ کا پانی ختم ہو جائے گا، اور نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کی امت فتح پائے گی، اور آپ ﷺ نے یہ اس وقت ارشاد فرمایا جب اسلام سرزمین حجاز سے بھی متجاوز نہ ہوا تھا۔

حدیث میں مذکورہ بعض واقعات کا ظہور ابھی باقی ہے، ایک سچے، اور دانش مند مومن کے لیے اور ایک عاقبت اندیش مسلمان کے لیے نبی کریم ﷺ کے ارشادات کے انکار کی سرمو گنجائش بھی نہیں، کیونکہ آپ ﷺ کا یہ ارشاد زمان ومکان کی بندشوں اور قیود سے ماوراء ہے، اس لیے اس ارشاد کو کسی جگہ کے ساتھ یا کسی زمانہ کے ساتھ خاص کرنا یقیناً فاش غلطی ہے، یہ ارشاد نبوی ﷺ ہے، جو ہو کر رہے گا خواہ کسی کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے مگر ایسا ہوگا ضرور، البتہ کب ہوگا؟ اس کا علم صرف اور صرف رب تعالیٰ کو ہے، ہاں اتنا ضرور ہے کہ ایسا قرب قیامت میں ہوگا۔

یہ حدیث ان نصاریٰ کے لیے بھی سامان عبرت رکھتی ہے جو حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کی طرح اپنے مشائخ اور علماء ورہبان سے مذہبی اور مقدس کتابوں کے حوالے سے نبی کریم ﷺ کی خبروں کو تواتر کے ساتھ سنتے ہیں اور آپ ﷺ کے مبارک تذکرے ان کی سماعتوں سے ٹکراتے ہیں مگر ابھی تک انھوں نے حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ اور ان کے ہمراہیوں بنو جذام اور بنو لخم کی طرح آپ ﷺ کی نبوت ورسالت کی تصدیق کر کے دنیا وآخرت کی سعادتوں کو حاصل نہیں کیا۔

نبی کریم ﷺ نے داریین کے اس وفد کا بے حد اکرام واعزاز فرمایا اور ابن سعد کی

Marfat.com

روایت کے مطابق یہ لوگ نبی کریم ﷺ کے رحلت فرما جانے تک مدینہ منورہ میں ٹھہرے رہے، اور آپ ﷺ نے انھیں سو وسق کھجوریں دینے کا حکم بھی دیا۔

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کی نبی کریم رضی اللہ عنہ نے بے حد ناز برداری فرمائی، ایک موقع پر انھوں نے عرض کیا، ہم رومیوں کے پڑوسی ہیں، ان کی دو بستیاں (ہیں جو مشہور بھی ہیں اور ہمارے قریب بھی) ہیں، ایک نام "جبرین" اور دوسری کا نام "بیت عینون" ہے، اگر اللہ آپ ﷺ کو شام پر فتح عطا فرمادے تو یہ دونوں مجھے ہبہ کر دیجیے (اور ابھی سے میرے نام کا پروانہ جاری فرما دیجیے) نبی کریم ﷺ نے فرمایا، وہ تیری ہوئیں۔

اس ارشاد میں جہاں حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کی دلداری ہے وہیں حضرت تمیم رضی اللہ عنہ کے یقین واذعان اور آپ ﷺ کی سچی پیشین گوئی کا بیان بھی ہے کہ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کو لسان نبوت کی صداقت سے لبریز باتوں کو سننے اور آپ ﷺ کی سیرت اور صحابہ کرام کی جاں نثاری اور فدویت کو دیکھنے کے بعد اس بات کا یقین کا ہو گیا تھا کہ یہ دین پھیل کر رہے گا اور اس سیل رواں کے آگے باطل کا جھاڑ جھنکار اب ٹھہرنے والا نہیں، اور اسلام کا پرچم روم اور شام تک لہرائے گا اور یہ کوئی دور کا قصہ نہیں، مدعیانِ اسلام کے جوش، ولولہ، عزم مصمم، اور حوصلے کو دیکھ کر اندازہ ہو رہا ہے کہ یہ سب کچھ، کچھ ہی دنوں میں بلکہ میری زندگی میں ہی ہونے والا ہے، اس لیے بڑے وثوق کے ساتھ ان دونوں بستیوں کا پروانہ مانگ لیا، آپ ﷺ نے حضرت تمیم رضی اللہ عنہ کی درخواست قبول فرمائی گویا کہ ان کے یقین پر تصدیق کی مہر لگا دی کہ ان علاقوں کو فتح ہوتے تم اپنی آنکھوں سے دیکھو گے اور لو جو خطہ تم نے مانگا وہ تمھارا ہوا کہ یہ سب کچھ کشور کشائی اور مال غنیمت کے لیے نہیں ہوگا بلکہ اسلام کو دنیا کے آخری کنارے تک پہنچانے کے لیے ہوگا۔

چنانچہ دور فاروقی میں جب شام فتح ہوا تو حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ وہ پروانۂ رسالت لے کر دار الخلافہ مدینہ منورہ آئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمان نبوت کی تصدیق کی اور سر اطاعت خم کرتے ہوئے وہ دونوں علاقے انھیں مرحمت کر دیے۔

Marfat.com

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کے نبی کریم ﷺ سے ان علاقوں کا پروانہ مانگنے کا ذکر متعدد روایات میں آتا ہے۔ امام ابوعبید نے ''کتاب الاموال ص ۳۴۹۔۳۵۰'' میں ان سب روایات کو جمع کیا ہے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے ''کتاب الخراج ''۲/۵۴۰'' میں نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کی عبارت کے جو الفاظ نقل کیے ہیں ان کا ترجمہ یہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

یہ پروانہ ہے اللہ کے رسول محمد ﷺ کی طرف سے تمیم بن اوس داری رضی اللہ عنہ کے لیے کہ ''جبرین'' اور ''بیت عینون'' کی بستیاں اس کی ہیں پوری کی پوری، اس کے میدان بھی، پہاڑ بھی، چشمے بھی اور گائے (وغیرہ مویشی جانور) بھی، (اس کے لیے ہیں) اور اس کے بعد اس کی اولاد کے لیے بھی، کوئی ان بستیوں کی بابت اس سے ناحق جھگڑا کرے گا اور نہ کوئی ان پر ظلم کر کے ان میں داخل ہوگا، اور جو ان میں سے کسی پر بھی کچھ بھی ظلم کرے گا اس پر اللہ کی لعنت ہے۔ یہ پروانہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لکھا تھا۔

چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خلافت سنبھالتے ہی دارین کے لیے جاری ہونے والے اس پروانۂ رسالت کی ان الفاظ کے ساتھ تصدیق کی:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

یہ خط ہے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف سے جو رسول اللہ ﷺ کے امین اور ان کے بعد زمین پر خلیفہ ہیں، جو انھوں نے دارین کے لیے لکھا ہے کہ جبرین اور عینون کی بستیوں کی بابت ان کے قلیل و کثیر میں کوئی ان پر ظلم نہ کرے، پس جو اللہ کی بات سنتا اور مانتا ہے وہ ان میں سے کسی چیز کو برباد نہ کرے اور مفسدین کو بھی ان بستیوں سے روکے۔

یہی وجہ ہے کہ سلیمان بن عبدالملک جب اس علاقے سے گزرتا تھا تو خاص ان بستیوں میں داخل نہ ہوتا اور کہتا کہ مجھے ڈر ہے کہ نبی کریم ﷺ کی بددعا مجھے نہ آ لے۔

حبرون یا حبری اس بستی کا نام ہے جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قبر ہے، اور آج

Marfat.com

کل اس بستی کو ''الخلیل'' کہا جاتا ہے، دارمین کے پاس مدتوں تک نبی کریم ﷺ کا یہ پروانہ رہا، حضرات فقہاء نے اس خط کی بنا پر متعدد مسائل واحکام شرعیہ کا استنباط کیا ہے۔

قاضی ابوبکر بن عربی نے اس پروانۂ نبوت کا عجیب قصہ نقل کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ جن دنوں میں شام میں تھا بعض لوگوں نے آل تمیم پر بے جا اعتراضات اٹھا کر ان سے ان زمینوں کو چھیننے کی کوشش کی اور یہ مسئلہ قاضی حامد ہروی کی عدالت میں لے گئے جو بظاہر تو حنفی تھا مگر درون خانہ معتزلی، شیعہ اور ملحد تھا، آل تمیم نے دلیل میں جناب رسالت مآب ﷺ کا خط پیش کیا، جس کو ماننے سے قاضی حامد ہروی نے انکار کر دیا اور کہا یہ خط اس قطعہ کی ملکیت کے لیے لازم نہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ نے تمیم کو زمین کا وہ ٹکڑا دیا جس کے وہ مالک نہ تھے، والی بھی یہ فتویٰ سن کر پریشان ہو گیا، اس نے دوسرے فقہاء سے رجوع کیا، ان دنوں امام غزالی رحمہ اللہ بیت المقدس میں تھے، انھوں نے فتویٰ سنتے ہی قاضی حامد ہروی کو کافر قرار دے دیا اور دلیل یہ پیش کی کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے، میرے لیے ساری زمین کو لپیٹ دیا گیا (یعنی جمع کر دیا گیا)، اور آپ ﷺ کسی کو زمین کا ٹکڑا دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ''فلاں محل فلاں کا ہوا۔'' بے شک نبی کریم ﷺ کا وعدہ سچا ہے اور آپ ﷺ کی دین حق یعنی عطا ہے۔ یہ فتویٰ سنتے ہی قاضی اور والی بے حد شرمندہ ہوئے اور وہ بستیاں آل تمیم کے پاس ہی رہیں۔

Marfat.com

باب سوم:

غزوات وسرایا

تمہید:

نبی کریم ﷺ نے بنفس نفیس متعدد غزوات میں شرکت فرمائی جن کی تعداد میں اختلاف ہے، بعض نے ان کی تعداد چھبیس اور بعض نے ستائیس بتلائی ہے، جبکہ بعض نے اس سے کم یا زیادہ تعداد بھی بتلائی ہے۔ البتہ ان سرایا اور جنگی جھڑپوں کی تعداد بہت زیادہ ہے جن کو آپ ﷺ نے مختصر مشنوں پر بھیجا مگر خود ان میں شرکت نہ فرمائی۔

غزوات ہوں یا سرایا مگر ان سے مقصود دنیا کی طلب، مال جمع کرنا، قوت وشوکت کا مظاہرہ، سلطنت وریاست کی رغبت اور حدود مملکت کی وسعت نہ تھی اور نہ آپ ﷺ نے کسی موقع پر قتال کی ابتداء خود کی، بلکہ ان سب غزوات کا مقصود لوگوں کی ہدایت، عقلوں کی آزادی، ظلم کی بیخ کنی اور عفت وشرافت کے بلند ترین اسلوب اور اعلیٰ ترین نظام حیات کے ذریعے لوگوں کو اپنے پروردگار کے ساتھ جوڑنا تھا، اور انھی بلند ترین مقاصد نے تمام غزوات نبوی کو ملکی اور بین الاقوامی جنگوں کے لیے نمونہ بنا دیا۔

نبی کریم ﷺ کو متعدد مذہب کے پیروکاروں کے ساتھ جنگیں پیش آئیں، جن میں مکہ کے بت پرست مشرک بھی تھے اور یہود ونصاریٰ جیسے اہل کتاب اور گذشتہ پیغمبروں پر ایمان رکھنے والے بھی تھے، جب کہ آپ ﷺ کے ان دہریوں کے ساتھ بھی معرکے ہوئے جو نہ کسی دین کو مانتے تھے اور نہ آخرت کے قائل تھے۔ مگر جناب رسول اللہ ﷺ کا میدان جنگ میں سب کے ساتھ رویہ، سلوک اور غرض وغایت ایک ہی تھی کہ سب لوگ ہدایت پر آجائیں۔

Marfat.com

نصاریٰ کے ساتھ بھی جنگیں ہوئیں ان کی طرف سریے بھی بھیجے گئے، ان کے ساتھ حسن سلوک اور اکرام واعزاز کا معاملہ دوسروں سے کہیں بڑھ کر تھا، موضوع کی مناسبت سے آئندہ اوراق میں ان غزوات وسرایا کا انتخاب کیا گیا ہے جن میں نصاریٰ کے ساتھ بازو آزمائے گئے، ان تمام جنگوں کے بیان میں زمانی ترتیب کو ملحوظ رکھا گیا ہے تاکہ ان کے پس منظر اور پیش منظر کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

Marfat.com

غزوۂ دومۃ الجندل

دومۃ الجندل ❶ ایک مقام کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے پندرہ دن کے راستے پر ہے جبکہ دومۃ الجندل سے دمشق تک صرف پانچ دن کا راستہ ہے۔

ماہ ربیع الاوّل ۵ھ میں آپ ﷺ کو اس بات کی خبر ملی کہ دومۃ الجندل کے لوگوں نے قضاعہ اور غسان کے بے شمار لوگوں کو اکٹھا کر کے ایک جمعیت بنا لی ہے اور ان کا ارادہ مدینہ پر غارت ڈالنے کا ہے، ان لوگوں نے طے کیا کہ تینوں قبائل کی فوج لے کر پہلے مدینہ کے قریب کسی علاقے میں ڈیرے ڈال جائیں تاکہ مدینہ آنے جانے والے مسافروں اور تاجروں کو لوٹ سکیں، اس طرح چند دن ہراساں کرنے کے بعد پھر اچانک مدینہ پر حملہ کر دیں گے۔

نبی کریم ﷺ نے یہ خبر پاتے ہی سباعہ بن عُرفطہ کو مدینہ کا عامل مقرر کیا اور خود ایک ہزار اور بعض روایات کے مطابق دو ہزار صحابہ کی جمعیت لی اور ۲۰ ربیع الاوّل کو دومۃ الجندل کی طرف خروج فرمایا، بنی عذرہ کا ''مذکورہ'' نامی ایک شخص راستہ دکھلاتا جاتا تھا، آپ ﷺ نے معروف راستے سے ہٹ کر چلنا شروع کیا، دن کو کسی گھاٹی میں روپوش رہتے اور رات کے اندھیرے میں سفر کرتے، بالآخر ایک دن آپ ﷺ اچانک ان کی چراگاہوں کے قریب جا پہنچے، جو بستی سے دور تھیں، آپ ﷺ اور صحابہ کرام کی فوج ظفر موج کو یوں اچانک سروں پر دیکھ کر بھگدڑ مچ گئی اور جس کا جدھر منہ ہوا بھاگ کھڑا ہوا، وہ لوگ اس قدر بد حواس ہوئے کہ انھیں اپنے جانوروں کو سنبھالنے کا بھی خیال نہ آیا، پھر کچھ تو گرفتار ہو گئے اور کچھ بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئے، البتہ تلواریں نیاموں میں رہیں۔

---

❶ آج کل دومۃ الجندل مملکت سعودیہ عربیہ کے شمال میں ''جوف'' کے قریب واقع ہے۔

Marfat.com

بھاگنے والوں نے جا کر لشکر اسلام کے سر پر آ جانے کی خبر دی تو سب کی ہمتیں ٹوٹ گئیں، نام نہاد اتحاد کی ہوا اکھڑ گئی اور سب متفرق و منتشر ہو گئے، آپ ﷺ ان کی بستی میں داخل ہوئے تو گلی کوچے سائیں سائیں کر رہے تھے، کوئی آدمی نگاہ نہ پڑتا تھا، آپ ﷺ نے مفرورین کے تعاقب میں فوجی جتھے بھیجے، مگر کوئی ہاتھ نہ آیا، صرف محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ ایک آدمی پکڑ لانے میں کامیاب ہوئے، آپ ﷺ نے اس سے غسان، قضاعہ اور دومۃ الجندل کے لوگوں کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتلایا کہ وہ آپ ﷺ کے آنے کی خبر سنتے ہی بھاگ نکلے، آپ ﷺ نے اس پر اسلام پیش کیا، اس نے بجوشی اسلام قبول کیا، آپ ﷺ تین دن قیام فرما کر قتال وجدال کے بغیر واپس ہو گئے اور بیس ربیع الثانی کو مدینہ پہنچے۔ ❶

اس غزوہ میں بھی آپ ﷺ نے قتال اور جنگ کی ابتدا نہیں کی تھی، اور آپ ﷺ ان کی سرکوبی کے لیے فقط اس لیے روانہ ہوئے تھے کیونکہ انھوں نے راستہ روک لیا تھا، راہ گیروں کو لوٹنے لگے تھے، تجارتی قافلوں کو ہراساں کر کے راستے کے امن کو تباہ و برباد کرنے کی کوشش کی تھی۔ ان لوگوں کی سرزنش اور تادیب اور راستوں کے امن کو بحال کرنا از حد ضروری اور ناگزیر ہو گیا تھا، اطاعت خداوندی سے سرتابی اور فساد فی الارض کی سزا دینا عین حکمت تھا، اور اس مقصد کے حصول کے لیے آپ ﷺ نے ان قبائل کی جنگی طاقت، عددی کثرت، مالی وسائل کی فراوانی اور ہتھیاروں کی بہتات کی مطلق پروانہ کی۔ قضاعہ بہت بڑا قبیلہ تھا جو شحر، نجران، حجاز اور شام میں پھیلا ہوا تھا، شام اور حجاز کے درمیان عراق تک ان کی حکومت تھی، دوسری طرف انھیں ملک روم کی سرکاری سرپرستی بھی حاصل تھی مگر پیغمبر برحق ﷺ کے ایمان کے آگے ان کی قوت و کثرت ریت کی دیوار کی طرح گر گئی، اور وہ لوگ میدان چھوڑ کر بھاگ گئے اور جناب رسول اللہ ﷺ کامیاب و کامران واپس مدینہ تشریف لے آئے۔

یاد رہے کہ دومۃ الجندل کے لوگ رومیوں کے سرحدی علاقوں پر آباد ہونے کی وجہ سے نصرانیت قبول کر چکے تھے۔

---

❶ طبقات ابن سعد: ۲/۶۲.

Marfat.com

دومۃ الجندل کی طرف
حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا سریہ

یہ سریہ شعبان ۶ ھ کو روانہ کیا گیا، اور اس کا سبب یہ ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل دومۃ الجندل کی طرف سے ایک بار پھر سرکشی اور بغاوت کا احساس ہوا، اور اس سے پہلے کہ ان کی طرف سے جنگ کا خطرہ حقیقت کا روپ دھار لیتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خطرے کو اس کی زمین پر کچل دینا ہی مناسب سمجھا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو دومۃ الجندل کی طرف روانہ فرمایا تا کہ انھیں اسلام کی دعوت دی جائے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو بلا کر ارشاد فرمایا کہ ان شاء اللہ میں تمھیں آج یا کل ایک مہم پر بھیجنے والا ہوں، حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ اگلے دن خدمت میں حاضر ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سامنے بٹھلا کر دست مبارک سے ایک سیاہ عمامہ ان کے سر پر باندھا اور چار انگشت شملہ پیچھے چھوڑا اور فرمایا: ''اے ابن عوف رضی اللہ عنہ اسی طرح عمامہ باندھا کرو، اس طرح بہت بھلا معلوم ہوتا ہے۔'' بعد ازاں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ایک جھنڈا لا کر ابن عوف رضی اللہ عنہ کو دیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رب تعالیٰ کی حمد وثنا کی، اپنے اوپر درود پڑھا اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا:

''یہ جھنڈا لے کر اللہ کی راہ میں اللہ کا نام لے کر جہاد کرنے کے لیے جاؤ اور جن لوگوں نے اللہ کے ساتھ کفر کیا ان سے قتال کرو، خیانت اور غدر نہ کرنا، کسی کے کان اور ناک نہ کاٹنا، کسی بچے کو قتل نہ کرنا، یہ اللہ کا عہد ہے اور تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے۔''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں سات سو مجاہدین کے ہمراہ دومۃ الجندل کی مہم پر روانہ فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ ''اگر وہ تمھاری دعوت قبول کر لیں اور اسلام لے آئیں تو وہاں کے رئیس

Marfat.com

کی بیٹی سے نکاح کرنے میں تامل نہ کرنا''، پھر آپ ﷺ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا: اے گروہ مہاجرین! پانچ خصلتیں نہایت خطرناک ہیں، اللہ تم کو ان سے پناہ دے اور تمھیں ان میں مبتلا ہونے سے بچائے رکھے (اور وہ پانچ خصلتیں یہ ہیں):

- جس قوم میں بھی بے حیائی کھلم کھلا پھیل جائے اس قوم میں طاعون اور وہ بیماریاں پھیلتی ہیں جو ان سے پہلوں میں کبھی ظاہر نہ ہوئی تھیں۔
- جو قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے وہ قحط سالی اور مشقتوں میں مبتلا ہو جاتی ہے اور ان پر ظالم بادشاہ مسلّط کر دیا جاتا ہے۔
- جو قوم اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں دیتی، ان پر سے بارش روک لی جاتی ہے اور اگر جانور نہ ہوتے تو بارش سے بالکل ہی محروم کر دیے جاتے۔
- اور جو قوم اللہ جل جلالہ اور اس کے پیغمبر کے عہد کو توڑتی ہے اللہ تعالیٰ ان پر اجنبی دشمنوں کو مسلط کر دیتا ہے اور غیر قوم کے وہ لوگ ان سے سب کچھ چھین لیتے ہیں۔
- اور جب پیشوا اور امام لوگ کتاب اللہ کے خلاف فیصلے کرنے لگیں اور متکبر اور سرکش ہو جائیں تو رب تعالیٰ ان میں آپس میں پھوٹ ڈال دیتے ہیں۔

ان ارشادات نبوی ﷺ کو اپنے پلے باندھ کر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ مجاہدین اسلام کے ہمراہ دومۃ الجندل روانہ ہو گئے، وہاں تین دن قیام کیا، لوگوں کو اسلام کی دعوت دی، تیسرے دن دومۃ الجندل کے رئیس اصبغ عمر نے جو مذہباً عیسائی تھا، اسلام قبول کر لیا، اس کے اسلام میں داخل ہوتے ہی قوم کے متعدد افراد نے بھی اسلام قبول کر لیا جب کہ بعض لوگوں نے جزیہ دینا قبول کیا اور عیسائیت پر جمے رہے۔

نبی کریم ﷺ کی پیشین گوئی کے مطابق حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اصبغ کی بیٹی تماضر سے نکاح کیا اور انھیں اپنے ساتھ مدینہ لے آئے۔ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن جن کا شمار کبار تابعین اور حفاظ حدیث میں ہوتا ہے انھی کے بطن سے پیدا ہوئے۔ ❶

❶ طبقات ابن سعد: ۸۹/۲.

Marfat.com

فساد فی الارض کی بیخ کنی اور فتنوں کی سرکوبی اسلام کے اوّلین مقاصد میں شامل ہے، نبی کریم ﷺ نے قتال کے لیے روانہ ہونے والوں کو جن بلند اخلاق اور اعلیٰ اقدار کی تعلیم دی، آج کی مہذب دنیا اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے، نبی کریم ﷺ نے جنگ کو بھی امن کا گہوارہ، انسانیت کا قدر شناس اور کمزوروں، بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کا رکھوالا بنا دیا۔ ''حقوق انسانی'' کا ڈھونڈورا پیٹنے والوں کے لیے لاشوں کا انبار لگانا، لاشوں کی بے حرمتی کرنا، بے دریغ خون بہا کر محض ''غلطی ہوگئی'' کہنا اور طاقت کے نشے میں بے تحاشا خون جس قدر آج آسان ہے، اتنا کبھی نہ تھا، اور چور کے ہاتھ میں چراغ کے بمصداق بڑے دبنگ لہجے میں اسلام کو تلوار کا مذہب بھی کہا جا رہا ہے۔

ذرا اس معمولی سی مہم میں بھی جناب رسول اللہ ﷺ کی وصایا اور نصائح کو غور سے پڑھیے، یہاں جنگ کا مقصد زمین کو امن کی جگہ بنانا ہے، ہر چھوٹے بڑے تک نبوت کا پیغام پہنچانا ہے، جنگ ہے تو صرف خدا کے منکر سے، زمین میں فساد مچانے والے سے، راستوں کا امن برباد کرنے والے سے اور کمزوروں پر ظلم ڈھانے والوں سے ہے۔ اسی طرح غدر و خیانت، ظلم و اعتداء، جبر و تشدد، سفاکی، خون ریزی، غارت گری، اور لوٹ فساد کی مطلق گنجائش نہیں۔ یہاں کھوپڑیوں کے انبار لگانے اور مینار بنانے اور خون کی ندیاں بہانے کا سوچا بھی نہیں جا سکتا، تہذیب و تمدن، تعلیم و شائستگی کے بڑھ چڑھ کر دعوی کرنے والے کیا اتنا حوصلہ رکھتے ہیں کہ وہ نبی کریم ﷺ کے تربیت یافتہ اور اسلام کے پروانوں کے میدانِ کار زار کے معرکوں کے آگے اپنی جنگوں کو پیش کر سکیں۔

Marfat.com

سریہ ذات اطلاح ❶

ذاتِ اطلاح شام کی جانب وادیٔ قری سے ورے ایک جگہ ہے جہاں قضاعہ قبیلہ کی آبادی تھی، یہ ایک بہت بڑا قبیلہ تھا جو بازنطینی حکومت کے زیر اثر نصرانیت قبول کر چکا تھا، نبی کریم ﷺ نے حضرت کعب بن عمیر غفاری کو پندرہ افراد کے ہمراہ ان کی طرف بھیجا، یہ لوگ چل کر ذات اطلاح پہنچے تو وہاں ان کی بڑی تعداد جمع تھی۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے ان کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی مگر انھوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا اور ساتھ ہی ان پر تیر برسانے شروع کر دیے، یہ صورت حال دیکھ کر حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے بھی ان پر حملہ کر دیا، شدید جنگ ہوئی، دشمنوں کی تعداد بے حد زیادہ تھی، یہ مٹھی بھر مجاہد بڑی بے جگری سے لڑے اور ایک کے بعد ایک جام شہادت نوش کرتے گئے، ان میں سے ایک مجاہد زخمی ہو کر گر پڑا جسے اہل قضاعہ نے مردہ سمجھ کر چھوڑ دیا، وہ رات پڑنے کا انتظار کرنے لگا، جیسے ہی رات نے اپنے پردے ڈالے وہ اٹھ کر چل پڑے اور جیسے تیسے گرتے پڑتے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں جا پہنچے اور آپ ﷺ کو اس سریہ کی ساری کارگزاری گوش گزار کر دی، شہیدوں کا حال بتلایا اور اپنے بچ جانے کا ذکر بھی کیا۔

نبی کریم ﷺ نے ان سرکشوں کی سرکوبی کے لیے ایک اور مہم روانہ کرنے کا ارادہ فرمایا مگر آپ ﷺ کو یہ اطلاع آ پہنچی کہ وہ اس جگہ کو چھوڑ کر کہیں اور چلے گئے ہیں تو آپ ﷺ نے اپنا ارادہ ترک فرما دیا۔ ❷

اور حارث بن فضل کی روایت میں ہے کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ دن کو چھپے رہتے اور رات کو سفر کرتے اور ان کے سروں پر جا پہنچے، ان کے جاسوس نے چپکے سے دیکھ کر قبیلے والوں کو

---

❶ فلسطین میں وادی عربہ میں "وادیٔ الطلاح" نامی ایک جگہ ہے، راجح یہ ہے کہ سریہ ذات اطلاح اسی جگہ واقع ہوا۔

❷ دیکھیں: الواقدی کتاب المغازی: ۲/۷۵۲.

Marfat.com

اطلاع کر دی، وہ لوگ گھوڑوں پر سوار آئے، سب سے آگے ان کا مشہور، شہسوار ''سدوس'' تھا۔ ان لوگوں نے نبی کریم ﷺ کے سب مجاہدین کو گھیر کر شہید کر ڈالا البتہ صرف ایک شخص بچ رہا، بعض روایات کے مطابق وہ اس مہم کے امیر کعب رضی اللہ عنہ بن عمیر تھے۔

یہ سریہ ربیع الاوّل ۸ھ میں بھیجا گیا تھا، ممکن ہے کہ یہ سریہ غزوۂ موتہ کا اور بعد میں غزوہ تبوک کا پیش خیمہ ثابت ہوا ہو۔

قبیلۂ قضاعہ نے اپنی کثرت پر غرور کیا، حق بات کے سننے سے سینے تنگ اور کان بند رکھے، صرف چودہ آدمیوں پر جرأت کے جوہر دکھلائے جن کا ارادہ جنگ کا ہرگز نہ تھا وگرنہ وہ بھی اپنی کثرت لے کر آتے، مگر افسوس کہ اہل کتاب ہونے کے باوجود آخرت اور حساب کا ذرا خیال نہ رکھا؟ بے شک قوموں کی دینی، تمدنی اور تہذیبی ترقی کا راز غور و فکر، حق کی جستجو، اور حق کے آگے سرنگوں ہونے میں ہے!!!

Marfat.com

غزوۂ موتہ

''موتہ'' کو واؤ کے ہمزہ کے ساتھ بھی اور ہمزہ کے بغیر بھی پڑھتے ہیں، موتہ شام کے علاقہ بلقاء میں واقع ہے، آج کل موتہ شرق اردن کے شہر ''کرک'' کے جنوب میں بارہ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے، موتہ اور مدینہ کا فاصلہ تقریباً گیارہ سو کلومیٹر ہے، اس فاصلے کو مسلمانوں نے اونٹوں اور گھوڑوں پر اس طرح طے کیا مرکز سے اس کا سلسلہ منقطع اور خبر رسانی کا انتظام مفقود ہو چکا تھا اور یہ پورا سفر گویا کہ دشمنوں کے جبڑوں کے درمیان تھا۔

یہ غزوہ دراصل مسلمانوں کے سفیر کے قتل کا شاخسانہ تھا جس کا پس منظر کتب سیرت میں مفصل بیان کیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جب سلاطین وامراء کے نام خطوط روانہ فرمائے تو حارث رضی اللہ عنہ بن عمیر ازدی کو اپنے مکتوب گرامی کے ساتھ بصریٰ کے حاکم شرحبیل بن عمرو غسانی کے پاس بھیجا جو قیصر روم کی طرف سے شام کا امیر اور رومی سلطنت کے تابع تھا، حارث جب نبی کریم ﷺ کا مکتوب گرامی لے کر موتہ پہنچے تو شرحبیل نے انھیں باندھ دینے کا حکم دیا، چنانچہ ان کی مشکیں باندھ دی گئیں، پھر شرحبیل نے انھیں دربار میں بلوا کر نہایت بے بسی کے حالت میں شہید کر دیا، سفراء اور قاصدوں کے قتل کرنے کا دستور نہ تھا خواہ اختلاف کتنا ہی شدید یا خط کا مضمون کتنا ہی ناگوار ہو، جناب رسول اللہ ﷺ کے قاصدوں میں سے ان کے سوا اور کسی کو قتل نہ کیا گیا تھا، یہ واقعہ ایسا نہ تھا جس سے چشم پوشی کر لی جاتی، یقیناً یہ بات بری اہمیت کی مالک تھی، اس میں عام قاصدوں اور سفیروں کے لیے خطرے کی بات اور مکتوب اور صاحب مکتوب دونوں کی اہانت تھی، اس لیے اس طرح کی گستاخی کرنے والے کی سرکوبی اور مظلوم کا بدلہ ضروری تھا تاکہ آئندہ کسی کو ایسی بات کی جرأت نہ ہو سکے، سفراء کا خون یوں ارزاں نہ ہو اور نہ اس قسم کا الم ناک اور شرم ناک واقعہ

Marfat.com

دوبارہ پیش آئے۔

نبی کریم ﷺ کو جب اس دلخراش واقعے کی خبر پہنچی تو آپ ﷺ بے حد رنجیدہ ہوئے، آپ ﷺ نے غم وغصہ کی حالت میں لوگوں کو جمع کر کے حارث رضی اللہ عنہ بن عمیر ازدی کی مظلومانہ شہادت کی خبر دی۔ ❶

مظلوم شہید کا بدلہ لینے کے لیے آپ ﷺ نے تین ہزار مجاہدین پر مشتمل ایک لشکر بصریٰ روانہ کرنے کا ارادہ فرمایا، یہ واقعہ جمادی الاولیٰ ۸ھ کا ہے۔

جہاد کا اعلان سنتے ہی لوگ سر ہتھیلیوں پر لیے جانیں فدا کرنے خدمت اقدس ﷺ میں حاضر ہونے لگے، لوگوں نے بڑھ چڑھ کر نام پیش کیے، مہم کی اہمیت کے پیشِ نظر جلیل القدر صحابہ کا انتخاب ہوا۔ عالی مرتبہ انصار ومہاجرین نے صف میں جگہ پائی، جب امیر طے کرنے کی نوبت آئی تو آپ ﷺ نے زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ آزاد کردہ غلام کو امیر بنایا اور ساتھ ہی یہ وصیت بھی کر دی کہ اگر زید شہید یا زخمی ہو جائیں تو پھر جعفر رضی اللہ عنہ بن ابی طالب امیر ہوں گے، اگر وہ بھی جان فدا کر دیں تو عبداللہ رضی اللہ عنہ بن رواحہ کو امیر مقرر کیا جائے۔ اور اگر وہ بھی راہ وفا کے شہید ہو جائیں تو مسلمان جس کو چاہیں اپنا امیر بنالیں۔ ❷

نعمان بن فنحص نامی یہودی نبی کریم ﷺ کی اس وصیت کو سن رہا تھا، اس نے نبی کریم ﷺ سے کہا، اے ابو القاسم! اگر تو آپ ﷺ خدا کے سچے پیغمبر ہیں تو جن جن کا آپ ﷺ نے نام لیا ہے، وہ ضرور شہید ہوں گے خواہ وہ زیادہ ہیں یا کم، بے شک انبیائے بنی اسرائیل جب کسی کو کسی لشکر کا عامل (اور امیر) مقرر کرتے تھے اور پھر یہ کہتے کہ ''اگر فلاں شہید ہو گیا'' تو اگر وہ سو بندوں کا بھی نام لیتے تو وہ (سو کے سو) ضرور شہید ہوتے۔ اس کے بعد اس یہودی نے زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا، ''جان لے کہ اگر تو محمد ﷺ (خدا کے سچے) نبی ہیں تو تم (آج کے بعد) ان کی طرف لوٹ کر کبھی نہ آؤ گے'' یہودی کی

---

❶ طبقات ابن سعد: ۱۲۸/۲.

❷ البخاری: ۵۱۰/۷ کتاب المغازی باب غزوة موتة من ارض الشام.

Marfat.com

بات سن کر حضرت زید رضی اللہ عنہ نے ایمان بھرے لہجے میں کہا تو گواہ رہ (اور میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ) وہ خدا کے سچے اور نیکوکار نبی ہیں۔ ❶

چونکہ اس غزوہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین افراد کو باری باری امیر بنایا تھا، اسی لیے اس غزوہ کو ''غزوہ جیش الامراء'' کہتے ہیں۔ ❷

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو ایک سفید جھنڈا عنایت فرمایا، لوگوں نے ایک دوسرے کو الوداع کہا، جب وقت رخصت قریب آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقررہ امراء کو اپنا سلام پیش کیا، ان کے سامنے ایک طویل اور پر مشقت سفر تھا اور ایک ایسے دشمن سے واسطہ تھا جس کو اس زمانے کی سب سے بڑی فوجی قوت کی مالک سلطنت کی پشت پناہی حاصل تھی، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دعائیں فرمائیں اور مسلمانوں نے بھی دعائیں دیں کہ اللہ دشمنوں کو تم سے دور رکھے اور تمھیں خیر وعافیت سے لوٹائے۔ ❸

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت:

اس موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر اسلام کو بے حد قیمتی وصیتوں سے نوازا، واقدی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کو روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امراء جیش سے فرمایا:

''میں تمھیں اللہ کے تقویٰ کی اور اپنے ساتھی مسلمانوں کے ساتھ خیر کی وصیت کرتا ہوں، بسم اللہ پڑھ کر جہاد شروع کرنا، خدا سے کفر کرنے والوں سے لڑنا، غدر و خیانت سے بچنا، (معصوم) بچوں کو تلواروں کے گھاٹ نہ اتارنا، جب دشمن سامنے آجائے تو اسے تین باتوں میں سے ایک کی دعوت دینا، وہ تینوں میں سے جو بات بھی مان لیں اس کو تسلیم کر لینا، پھر ان سے دستکش ہو جانا، پہلے انھیں اس بات کی دعوت دینا کہ وہ اپنا وطن چھوڑ کر مسلمان ہو کر دارالمہاجرین (یعنی مدینہ) چلے آئیں۔ اگر وہ اس بات کو مان لیں تو انھیں بتلانا کہ جو حقوق مہاجرین کو حاصل ہیں، وہ تمھیں بھی حاصل ہوں گے اور جو بات ان پر واجب ہے تم پر

---

❶ البداية و النهاية: ٢٤١/٤.
❷ فتح الباری: ٣٩٣/٧.
❸ الواقدی: کتاب المغازی: ٧٦٥/٢.

Marfat.com

واجب ہوگی، اور اگر وہ اسلام میں داخل ہوں اور اپنے علاقہ میں رہنا پسند کریں تو انھیں بتلانا کہ وہ مسلمان اعرابیوں کے حکم میں ہوں گے جن پر اللہ کا حکم جاری ہوگا اور ان کا غنیمت اور فے میں کوئی حصہ نہ ہوگا، ہاں جب وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر جہاد کریں (تو انھیں بھی فے اور غنیمت میں سے حصہ ملے گا)۔ اور اگر وہ اس بات کو بھی نہ مانیں تو انھیں جزیہ دینے کی دعوت دینا، اگر وہ اس پر آمادہ ہو جائیں تو ان سے جزیہ قبول کر لینا اور ان سے درگزر کرنا اور وہ اس بات سے بھی انکار کریں تو رب ذوالجلال سے اعانت اور امداد کی درخواست کر کے ان سے جہاد وقتال کرنا۔

اور اگر تم کسی قلعہ کا محاصرہ کر لو اور قلعہ والے یہ چاہیں کہ تم انھیں اللہ کے حکم پر اتارو تو ایسا ہرگز نہ کرنا بلکہ انھیں اپنے حکم پر اتارنا، کیونکہ تم نہیں جانتے کہ تم ان میں اللہ کے حکم کو پالو گے یا نہیں۔ اسی طرح کسی شہر کے محاصرہ پر شہر والے تم سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ذمہ مانگیں تو مت دینا بلکہ انھیں اپنے ذمہ اپنے باپ کا ذمہ اور اپنے ساتھیوں کے ذمہ میں لینا، کیونکہ ان کا تمھارا، تمھارے آباء اور اصحاب کا ذمہ توڑنا، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ذمہ کو توڑنے سے بہتر ہے، اور ملک شام میں اللہ اور اپنے دشمنوں سے قتال کرو، وہاں تمھیں کنیسوں میں بند لوگوں سے کنارہ کش عبادت گزار لوگ بھی ملیں گے، ان کے درپے نہ ہونا، اور چند دوسرے لوگ بھی ملیں گے جن کے سروں میں (گویا کہ) شیاطین کے لیے سنگ خوار ہوں گے، ان کی گردنیں تلواروں سے اڑا دینا، کسی عورت، بچے اور بوڑھے کو ہرگز قتل نہ کرنا، کھجوروں کو مت جلانا، درختوں کو مت کاٹنا، اور کسی گھر کو ہرگز منہدم نہ کرنا۔ ❶

یہ وصیتیں آپ ﷺ نے لشکر کو ثنیۃ الوداع پر فرمائیں، انھیں رخصت کرنے کے لیے آپ ﷺ نے بنفس نفیس یہاں تک ان کی مشایعت فرمائی تھی۔

لشکر اسلام کی روانگی کا دن اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا رونا:

یہ لشکر جمعہ کے دن روانہ ہوا، مسند احمد وغیرہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت

❶ الواقدی: کتاب المغازی: ۲/۷۲۵.

Marfat.com

ہے کہ حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ ﷺ کے پیچھے جمعہ پڑھنے کی غرض سے ٹھہر گئے جبکہ ان کے اصحاب روانہ ہو گئے۔ نماز جمعہ میں نبی کریم ﷺ نے جب انھیں دیکھا تو پوچھا، کیا بات ہے تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ صبح کو روانہ کیوں نہ ہوئے؟ عرض کیا، میرا ارادہ یہ تھا کہ آپ ﷺ کے پیچھے جمعہ پڑھ کر ساتھیوں سے جاملوں گا، نبی کریم ﷺ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا ''اگر تم اپنے پاس موجود سب کچھ بھی (راہ خدا میں) خرچ کر دو تو بھی اپنے ساتھیوں کے صبح کے چلنے (کے اجر وثواب) کو نہ پا سکو گے۔'' ❶

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ غزوۂ موتہ کے لیے لشکر بروز جمعہ روانہ ہوا تھا۔ لوگ جب لشکر کو الوداع کہنے لگے تو ابن رواحہ رضی اللہ عنہ رونے لگے، لوگوں نے رونے کا سبب پوچھا تو کہا اللہ کی قسم! مجھے نہ تو دنیا سے محبت ہے اور نہ تم سے شیفتگی، لیکن میں نے نبی کریم ﷺ کو کتاب اللہ کی یہ آیت پڑھتے سنا ہے جس میں جہنم کا ذکر ہے:

﴿وَ اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ۝﴾

(مریم ۱۹ : ۷۱)

''اور تم میں سے کوئی شخص نہیں مگر اسے اس (جہنم) پر سے گزرنا ہوگا، یہ تمھارے پروردگار پر لازم اور مقرر ہے۔''

پس مجھے نہیں معلوم کہ جہنم پر سے ورود کے بعد واپسی کیوں کر ہوگی؟ (اس لیے روتا ہوں) یہ سن کر مسلمانوں نے پکار کر کہا: اللہ تم کو صحیح وسالم اور کامیاب واپس لائے، اس پر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار پڑھے:

لكنى اسئل الرحمن مغفرة وضربة ذات فرغ تقذف الزبدا

''میں واپسی نہیں چاہتا بلکہ رب رحمٰن کی بخشش کا امیدوار اور اس کی راہ میں ایسے گہرے زخم کا خواہش مند ہوں جو (خون کی) جھاگ (یعنی خون کے فوارے) پھینکتا ہو۔''

او طعنة بيدى حران مجهزة بحربة تنفذ الاحشاء والكبدا

---

❶ الترمذى: كتاب الجمعة.

Marfat.com

''یا ایسا کاری زخم ہو جو تیز ہو اور ایسے نیزے سے لگے جو میری انتڑیوں اور جگر کے پار ہو جائے۔''

حتی یقال اذا مرّوا علی جدثی ارشده اللّٰه من غاز وقد رشدا

''یہاں تک کہ لوگ جب میری قبر کے پاس سے گزریں تو یہ کہا جائے، واہ جی واہ! کیا غازی تھا جو (راہ خدا میں جان دے کر) کیسا کامیاب ہوا۔''

زید رضی اللہ عنہ بن ارقم جو حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کی زیر تربیت یتیم تھے اور اس سفر میں ساتھ تھے، راوی ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن رواحہ سفر میں بڑی مستی اور جوش کے ساتھ ساری ساری رات شہادت کی دعائیں مانگتے تھے۔ ایک رات ان کی شہادت کی سچی آرزو دیکھ کر میری آنکھیں بھر آئیں تو کہنے لگے، برخوردار! تیرا اس میں کیا جاتا ہے کہ رب تعالیٰ مجھے شہادت دے کر دنیا اور اس کی مصیبتوں، مشقتوں، تکلیفوں اور جھمیلوں سے راحت دے دے اور تو گھر سلامتی سے لوٹے؟

لشکر کی روانگی، رومی قلمرو میں پہلی اسلامی فوج کا داخلہ، دشمن کے مقابلے کی تیاری اور جنگی حکمت عملی کا مشورہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر کو اسی جگہ جا پہنچنے کا حکم دیا جہاں قاصد رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حارث رضی اللہ عنہ بن عمیر کو شہید کیا گیا تھا۔ اسلامی فوج روانہ ہوئی اور آگے بڑھ کر مقام ''معان'' پر پڑاؤ ڈالا، ابھی یہ لوگ مقتل حارث رضی اللہ عنہ نہ پہنچے تھے کہ شرحبیل کو ان کی روانگی کا علم ہو گیا۔ مقام معان پر مسلمانوں کو علم ہوا کہ ہرقل شرحبیل کی مدد کے لیے ایک لاکھ رومی فوج کے ہمراہ بلقاء میں مقیم ہے جبکہ عرب قبائل لخم، جذام، بلقین، بہراء وائل، بکر اور بلی کی بھی بڑی تعداد اس کے ساتھ آن ملی تھی، ادھر شرحبیل نے بھی ایک لاکھ سے زیادہ فوج مسلمانوں کے لیے جمع کر لی تھی۔ اب دو لاکھ سے زائد سپاہیوں کا لشکر جرار تین ہزار مجاہدین اسلام کے اقرم کے لیے جمع تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ میں جنگ موتہ میں شریک تھا، جب مشرک قریب

Marfat.com

آئے تو حد نگاہ تک لوگ ہی لوگ تھے اور ہتھیاروں اور زرق برق لباسوں کی چمک تھی کہ میری نگاہیں خیرہ ہوگئیں، اس پر ثابت بن اقرم نے مجھے کہا، اے ابو ہریرہؓ! شاید تم ان فوجوں کو بے شمار سمجھ رہے ہو؟ میں نے کہا "ہاں" تو ثابت بن اقرم نے (مجھے) کہا (اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ!) تم بدر میں ہمارے ساتھ نہ تھے (اس لیے اتنی فوجیں اور اتنی ملت دیکھ کر تردد میں ہو یاد رکھو کہ) ہم کثرت کی بنا پر فتح نہیں پایا کرتے۔ ❶

مسلمان میدان جہاد میں قوت اور کثرت کی بنیاد پر نہیں اترتے:

مسلمانوں نے مقام معان پر دو راتیں گزار دیں اور صورت حال پر غور کرتے رہے، باہمی مشاورت کے بعد یہ طے ہوا کہ خدمت اقدس ﷺ میں خط روانہ کیا جائے اور دشمن کی تعداد کی اطلاع دی جائے پھر یا تو آپ ﷺ امداد کے لیے اور کمک روانہ فرمائیں گے یا اس حال میں دشمن سے بھڑ جانے کا حکم ارشاد ہوگا، تو اس کی تعمیل کی جائے گی۔ ❷

ادھر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو اس مشاورت کا علم ہوا تو تشریف لائے، مسلمانوں کی حوصلہ افزائی کی، انھیں ہمت دلائی اور بڑی ایمان افروز تقریر کی اور کہا، خدا کی قسم! آج تم اس چیز کو ناگوار اور تلخ محسوس کر رہے ہو جس کے لیے تم نکلے تھے اور جو تمھاری دلی مراد تھی اور وہ شہادت ہے، ہم دشمن کا مقابلہ تعداد اور قوت کی کثرت کی بنا پر نہیں کرتے، ہم تو دشمن کا مقابلہ اس دین کی طاقت کی بنیاد پر کرتے تھے جس سے اللہ نے ہم کو عزت بخشی، اس لیے اٹھو اور کمر ہمت باندھ لو، یاد رکھو کہ دونوں صورتوں میں نفع ہمارا ہی ہے، جیت ہو تب بھی اور شہید ہو گئے تب بھی، یہ سنتے ہی سب جوش میں آ گئے اور دشمنوں سے ٹکرانے کے لیے ہتھیار باندھ لیے اور روانہ ہو گئے۔

سرفروشان اسلام میدان جہاد میں:

خدا کے پرستاروں اور جانبازوں کی یہ تین ہزار کی جمعیت دو لاکھ سے زائد دشمنانِ اسلام سے ٹکرانے کے لیے موتہ کی طرف گامزن ہو گئے، بلقاء کے قریب پہنچے تو رومیوں اور

❶ دلائل النبوة للبيهقي: ٤/٣٦٢. ❷ زاد المعاد: ١/٤١٥.

Marfat.com

عربوں کا لشکر جرار سامنے تھا جو ''مشارف'' کے مقام پر تعینات تھا، مسلمانوں کو آتا دیکھ کر اور قریب ہوا تو مسلمانوں نے ''موتہ'' نامی بستی میں مورچہ سنبھال لیا اور جنگ شروع ہوگئی۔ ❶

اب دونوں فوجیں آمنے سامنے تھیں، سب سے پہلے حضرت زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ پاپیادہ آگے بڑھے جنھوں نے ہاتھ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عطا فرمودہ سفید جھنڈا تھاما ہوا تھا، بڑی بے جگری سے لڑے، ان کی تلوار دشمنوں کی صفیں الٹتی رہی، ان کے جسموں کے چیتھڑے اڑاتی رہی، نیزوں اور تلواروں کے جھرمٹ میں خدا کا شیر شجاعت کے جوہر دکھاتا رہا، بالآخر زخموں کی کثرت کے آگے جسم ناتواں ثابت قدم نہ رہ سکا اور چھلنی ہو کر گر پڑے، یہ دیکھ کر سیّدنا جعفر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے، پرچم اسلام ہاتھ میں لیا، اس کو بلند کیا، اور دشمنوں کو للکارتے، دھاڑتے ان پر برق ناگہاں کی طرح ٹوٹ پڑے، ان کی تلوار پر نگاہ ٹکتی نہ تھی، دشمنوں کے بخیے ادھڑتے رہے کہ ہزاروں کے نرغے میں آ گئے، گھوڑا زخمی ہو گیا تو اس پر سے اتر آئے اور اس کو نچیں کاٹ ڈالیں تاکہ ایسا سدھایا ہوا طاقتور گھوڑا دشمنوں کے کام نہ آ سکے۔ اور یہ اشعار پڑھتے ہوئے ان کے سروں پر تلوار چلانے لگے:

یا حبذا الجنة واقترابها طيبة وبارد شرابها

''جنت اور اس کا قرب کیا ہی پاکیزہ اور پسندیدہ ہے اور اس کا پانی کیا خوب ٹھنڈا ہے۔''

والروم روم قد دنا عذابها كافرة بعيدة انسابها

''اور رومیوں کا عذاب قریب آچکا ہے جو کافر ہیں اور ان کا نسب (ہم سے) بہت دور ہے (کہ ہم میں اور ان میں کوئی قرابت اور رشتہ داری نہیں)

علی ان لاقيتها ضرابها

''اور اگر میرا اور ان کا آمنا سامنا ہو جائے تو ان کی گردنیں اڑانا مجھ پر لازم ہے۔''

سیرت ابن ہشام میں ہے کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے پرچم اسلام داہنے ہاتھ میں تھاما ہوا تھا، لڑتے لڑتے دایاں ہاتھ کٹ گیا تو جھنڈا بائیں ہاتھ میں سنبھال لیا مگر گرنے نہ دیا، جب

❶ سيرت ابن هشام: ۲/۳٦٦۔ ۳۷۸.

Marfat.com

وہ ہاتھ بھی کٹ گیا تو جھنڈا گود میں لے لیا مگر زمین پر گرنے نہ دیا، پھر ایک رومی نے تلوار کا وار کر کے ان کے ٹکڑے کر دیے اور وہ شہید ہو گئے، اس وقت آپ کی عمر تینتیس (۳۳) سال تھی۔ ❶

ان کے سینے اور بازوؤں کے درمیان اور سامنے کے حصے میں نوے (۹۰) زخم آئے جن میں سے کوئی زخم پشت پر نہ تھا، یہ سب زخم تلواروں، تیروں اور نیزوں کے تھے۔ ❷ غرض جنت کا مشتاق یہ باہمت، جرأت مند دلیر اور شیر دل نوجوان دشمنوں کی کثرت تعداد، قوت وشوکت، کرّوفر، جنگی ہتھیاروں اور دنیوی زیب وزینت کو پائے حقارت سے ٹھکراتا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خلد بریں کو سدھار گیا رضی اللہ عنه وارضاہ، رب تعالیٰ نے انھیں اس قربانی کا یہ صلہ دیا کہ انھیں کٹے بازوؤں کے بدلے جنت میں دو ایسے بازو عطا فرمائے جن سے جنت میں فرشتوں کے ساتھ اڑتے پھرتے ہیں۔ اسی دن سے انھیں ''طیار'' اور ''ذی الجناحین'' کا لقب بھی دیا گیا ہے۔ ❸

حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر پرچم اسلام لیا اور دشمنوں کی طرف بڑھے، گھوڑے پر سوار تھے کہ جی کا ذرا تردد ہوا تو خود سے مخاطب ہو کر یہ اشعار پڑھے:

اقسمت یا نفس لتنزلنه ــ کارهة او لتطاوعنه

''اے نفس! تجھ کو قسم ہے، تو گھوڑے سے ضرور اترے گا (اور اللہ کے دشمنوں سے لڑے گا) برا لگے چاہے اچھا لگے۔''

ان اجلب الناس وشدو لالرنّة ــ مالی اراك تكرهين الجنّة

''اگر لوگ چیخ وپکار کرتے ہجوم کر آئے اور گھسان کا رن ڈال دیا تو کیا وجہ ہے کہ میں تمھیں دیکھ رہا ہوں کہ تو جنت کو ناپسند کر رہا ہے۔''

❶ سیرة ابن هشام: ۳/۴۳۳ـ۴۳۴.

❷ البخاری: کتاب المغازی باب غزوة موتة: ۷/۵۱۱.

❸ یشهد لها روایة فی الصحیح البخاری وغیره.

Marfat.com

لطالما قد كنت مطمئنة هل انت الا نفطة فی شنّه

''تو نے بڑا زمانہ اطمینان کے ساتھ گزارا ہے، (پر اب کیا ہوا) تیری حقیقت اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ تو رحم مادر میں پانی کی ایک بوند تھا (تجھے دربار خداوندی میں پیش کرنا بھی کیا پیش کرنا ہے، تو پھر یہ تردد کیسا؟)

اور ازاں بعد یہ کہا:

یا نفس! الا تقتلی تموتی هذا حمام الموت صلیت

''اے نفس! اگر تو قتل نہ ہوا تو اپنی موت آپ تو مرے گا ہی، یہ موت کا فیصلہ ہے جس میں تم کو مبتلا ہونا ہی ہے۔''

وما تمنیت فقد اعطیت ان تفعلی فعلهما هدیت

''تو نے جس چیز کی تمنا کی تھی وہ تمھیں مل گئی (یعنی راہ خدا میں شہادت کہ وہ سامنے کھڑی ہے)، اگر تو نے ان دونوں (یعنی زید رضی اللہ عنہ اور جعفر رضی اللہ عنہ) جیسا کام کیا تو ہدایت پا گیا۔''

یہ کہہ کر گھوڑے سے اترے، اتنے میں ان کا چچا زاد بھائی ایک ہڈی لایا جس میں تھوڑا سا گوشت لگا تھا اور کہا کہ اسے چوس لو تا کہ کچھ قوت ملے اور دشمنوں سے لڑ سکو، تم نے کئی روز سے کچھ نہیں کھایا، انھوں نے ہڈی ہاتھ میں لی اور اس کو ایک بار چوسا، اتنے میں ایک طرف سے حملے کی آواز آئی تو فوراً ہڈی پھینک دی اور کہا، اے نفس! لوگ جہاد میں لگے ہیں اور تو دنیا میں مشغول ہے۔

اور تلوار ہاتھ میں لی، آگے بڑھے اور اتنا لڑے کہ جان دے کر ہی لوٹے۔ ❶

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن رواحہ کی شہادت کے بعد جھنڈا گر گیا اور ایک تو مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے، بھگدڑ مچ گئی، مشرکوں نے مجاہدین کی صفوں پر دباؤ ڈال دیا، اتنے میں قطبہ بن عامر نے پکار کر کہا، مجاہدو! سینہ سپر ہو کر لڑنا پیٹھ دے کر بھاگنے سے بہتر ہے، اور ثابت رضی اللہ عنہ

❶ سیرة ابن هشام: ۳/۴۳۵.

Marfat.com

بن اقرم نے جھپٹ کر جھنڈا اٹھا لیا اور چیخ چیخ کر مسلمانوں کو اپنی طرف بلانے لگے، ان کی پکار سنتے ہی چاروں طرف سے مسلمان ان پر ٹوٹ کر گرنے لگے، اور جمع ہونے لگے، ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا، مسلمانو! کسی کو اپنا امیر چن لو، لوگوں نے انھیں ہی تجویز کیا تو انھوں نے یہ کہہ کر جھنڈا حضرت خالدؓ بن ولید کو تھما دیا کہ ''آپ جنگی امور سے خوب واقف ہیں''، ذرا سے تردد کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے امارت قبول کر لی اور جھنڈا تھام لیا اور آگے بڑھ کر اعدائے اسلام کے چھکّے چھڑا دیے۔ بخاری شریف کی روایت کے مطابق اس دن حضرت خالد رضی اللہ عنہ اس قدر بے جگری سے لڑے کہ ان کے ہاتھوں سے نو تلواریں ٹوٹیں، صرف ایک یمنی تلوار باقی رہی۔

اگرچہ اس دن حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مسلمان ان کے نرغے سے نکل آئے اور ان کے اکھڑتے قدم جم گئے مگر وہ محسوس کر رہے تھے کہ دشمنوں کی تعداد بے حد زیادہ ہے اور ان کے مقابلے کی ان کی حیثیت گویا کہ دریا میں قطرے کی مانند ہے، اس بات نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ جیسے عبقری دماغ کو گہری سوچ میں ڈال دیا۔

رات بھر سوچتے رہے کہ کیا تدبیر ہو، بالآخر ایک انوکھی جنگی تدبیر سوجھی، چنانچہ صبح ہوتے ہی پورے لشکر کی ہیت تبدیل کر ڈالی، اگلوں کو پیچھے، پچھلوں کو آگے، داہنے بازو کو بائیں اور بائیں بازو کو دائیں کر دیا، دشمن لشکر کی یہ نئی اور تبدیل شدہ صورت دیکھتے ہی مرعوب ہو گیا کہ شاید مزید کمک آ گئی، اب ان کے حوصلے ٹوٹنے لگے جب کہ مسلمان نئے جوش اور ولولے کے ساتھ میدان میں اترے تھے، مسلمانوں نے زور کا حملہ کیا جس نے ان کی ہوا اکھیڑ دی، ایک بدحواسی پھیل گئی، گھبرائے دلوں سے تھامی ہوئی ان کی تلواریں کوئی کارنامہ نہ دکھا سکیں اور رومیوں کے کُشتوں کے پُشتے لگ گئے، گرتی لاشوں اور ان کے بنتے انباروں نے جلتی پر تیل کا کام دیا اور چند ساعتوں میں جنگ کا فیصلہ ہو گیا، مٹھی بھر مجاہدین نے دو لاکھ سے زائد فوج کو کھیت کر کے رکھ دیا اور تاریخ کی بدترین شکست رومیوں کے افسردہ اور شرمندہ چہروں پر لکھ دی گئی اور مسلمان فتح سے شاد کام اور کام ران ہوئے۔

Marfat.com

حاکم کی روایت میں ہے کہ غنیمت کا کچھ سامان بھی ملا، حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے رومیوں کی بدترین پسپائی کے بعد بھاگنے والوں کا تعاقب مناسب نہ سمجھا اور اپنی قلیل جماعت لے کر سالم وغانم اور باکرامت مدینہ منورہ واپس آ گئے۔ ❶

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر مبارک پر شہداء کی شہادت کے حادثۂ جانکاہ کی خبر دینا:

جس روز اور جس وقت مقام موتہ میں غازیانِ اسلام کی شہادت کا یہ واقعہ پیش آ رہا تھا، حق تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے سرزمین شام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کر دیا اور مدینہ تک کے تمام حجابات اٹھا دیے، اب میدان کارزار اور اس کی ساری نقل وحرکت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منادی کرا دی اور سب صحابہ کو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع کر لیا، منبر مبارک پر تشریف فرما ہوئے، میدان کارزار نگاہ اقدس کے سامنے تھا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو جنگ کا آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''(سن لو!) زید رضی اللہ عنہ اسلام کا پرچم پکڑے آگے بڑھے تو شیطان وسوسے ڈالنے آ گیا، اس نے ان کے سامنے زندگی کو محبوب اور موت کو ناگوار بنا کر پیش کیا، اور دنیا کو محبوب بنا کر دکھایا، مگر زید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا تو اب دنیا کو محبوب بنانے آیا ہے جبکہ ایمان مومنوں کے دل میں مستحکم ہو چکا؟ یہ کہہ کر زید رضی اللہ عنہ گے بڑھا اور شہید ہو گیا۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعائے مغفرت کی، پھر فرمایا: ''اس کے لیے مغفرت کی دعا مانگو وہ دوڑتا ہوا جنت میں داخل ہو گیا، پھر جعفر رضی اللہ عنہ نے جھنڈا پکڑ لیا، (شیطان انھیں بھی بہکانے کی کوشش میں ہوا اور ان دونوں کے درمیان بھی وہی مکالمہ ہوا) پھر جعفر رضی اللہ عنہ آگے بڑھا اور شہید ہو گیا۔''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعائے مغفرت کی اور فرمایا اپنے بھائی کے لیے مغفرت کی دعا کرو، وہ شہید ہوا اور جنت میں داخل ہوا اور (اب) وہ یاقوت کے دو پروں کے ساتھ جنت میں جہاں چاہے اڑتا پھرتا ہے۔

❶ المستدرك للحاكم: ٣/٤٢.

Marfat.com

پھر جھنڈا عبداللہ رضی اللہ عنہ بن رواحہ نے لے لیا اور وہ شہید ہوا اور جنت میں کچھ رکتے رکتے داخل ہوا۔ یہ بات انصار پر بڑی گراں گزری (انھیں اس کا بے حد رنج ہوا)، کسی نے اس کا سبب دریافت کیا تو فرمایا: ''انھیں زخم لگا جس کی بنا پر (بمقتضائے بشریت کچھ دیر کے لیے) وہ سست ہو گئے (اور پیش قدمی میں پس وپیش کرنے لگے) پھر اپنے نفس کو ملامت کی اور ہمت وشجاعت سے کام لیا اور شہادت سے سرخ رُو ہوئے اور جنت میں داخل ہوئے۔'' یہ سن کر انصار کی پریشانی دور ہوئی۔ ❶

یہاں سارا قصہ سناتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں اشک بار تھیں، پھر ان تینوں کی شہادت کی خبر دینے کے بعد فرمایا: پھر جھنڈا خالد رضی اللہ عنہ بن ولید نے لیا، انھیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رخصت کرتے وقت امیر نہیں بنایا تھا، مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلی بلند کر کے ارشاد فرمایا: اے اللہ! خالد رضی اللہ عنہ تیری تلواروں میں سے ایک تلوار ہے، اس کو فتح یاب کر، بس اس دن سے خالد رضی اللہ عنہ ''سیف اللہ'' (یعنی اللہ کی تلوار) کے نام سے مشہور ہو گئے۔ ❷

موسیٰ بن عقبہ اپنی مغازی میں لکھتے ہیں کہ حضرت یعلی بن امیہ اہل موتہ کی خبر لے کر مدینہ پہنچے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چاہو تو تم مجھے بتلا دو اور چاہو تو میں تمھیں بتلا دیتا ہوں، انھوں نے نبوت کی صداقت کا مشاہدہ کرنے کے لیے لسان نبوت سے اہل موتہ کی خبر سننے کی درخواست کر دی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جملہ احوال من وعن سنا دیے جن کو سن کر یعلیٰ بے اختیار کہہ اٹھے، اس ذات کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے احوال میں سے ایک لفظ بھی ذکر کرنے سے نہیں چھوڑا، بے شک ان کے احوال یونہی ہیں (جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائے ہیں) اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، رب تعالیٰ نے میرے لیے زمین (کے حجابات) کو اٹھا دیا یہاں تک کہ میں نے ان کا معرکہ اپنی نگاہوں سے دیکھا۔ ❸

---

❶ الواقدی: کتاب المغازی: ۲/۷۶۱.
❷ دلائل النبوة للبیهقی: ۴/۳۶۷.
❸ دلائل النبوة للبیهقی: ۴/۳۶۵.

Marfat.com

حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے اہل وعیال سے جناب رسول اللہ ﷺ کی تعزیت:

نبی کریم ﷺ یہ حادثۂ فاجعہ بیان فرما کر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے گھر تعزیت کے لیے تشریف لے گئے، فاطمہ بنت عمیس خود بیان کرتی ہیں کہ میں گھر کے کام کاج سے فارغ ہو کر اور بچوں کو نہلا دھلا کر بیٹھی تھی کہ آپ ﷺ تشریف لے آئے اور جعفر رضی اللہ عنہ کے بچوں کو بلایا، میں نے بچوں کو بھیج دیا، آپ ﷺ نے اشکبار نگاہوں کے ساتھ بچوں کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا، میں سمجھ گئی کہ کوئی بات پیش آئی ہے، میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان! جناب والا کے رونے کا سبب کیا ہے؟ کیا جعفر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے بارے کوئی اطلاع پہنچی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''وہ آج شہید ہو گئے ہیں''، یہ سنتے ہی میری چیخ نکل گئی اور عورتیں میرے پاس جمع ہو گئیں، نبی کریم ﷺ اپنے دولت کدہ پر تشریف لے گئے اور فرمایا: ''آج آلِ جعفر رضی اللہ عنہ کے گھر کھانا پکا کر بھیجنا نہ بھولنا، آج وہ اپنے صدمے میں مشغول ہیں۔'' ❶

خود نبی کریم ﷺ کی طبیعت پر بھی اس حادثے کا بے حد اثر تھا اور اسی غم میں تین دن تک مسجد میں تشریف فرما رہے۔

لشکر اسلام کی واپسی اور ان کا غیر معمولی استقبال:

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو اندیشہ تھا کہ کفار دوبارہ جتھہ بندی کر کے پہلے سے زیادہ نفری کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ آور نہ ہو جائیں، اس لیے غنیمت یہی ہے کہ مجاہدین کو سلامتی کے ساتھ واپس لے چلیں، چنانچہ انھوں نے واپس جانا طے کر لیا اور لشکر نے مدینہ کی طرف کوچ کر دیا، مدینہ کے قریب پہنچے تو خود جناب رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کے ساتھ استقبال کے لیے موجود تھے۔ بچوں کی بھی ایک بڑی تعداد تھی جو بڑی بے قراری سے اپنے اپنے باپوں کو ڈھونڈ رہے تھے، یہ منظر دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا، بچوں کو اپنے ساتھ سواریوں پر بٹھا لو اور جعفر رضی اللہ عنہ کے بچے میرے ساتھ کر دو، بعض لوگوں نے لشکر کی واپسی پر برہمی کا اظہار بھی کیا

---

❶ سيرة ابن هشام: ٣/٣٤٦.

Marfat.com

اور کہا: اور اللہ کی راہ سے بھاگنے والو! مگر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''یہ بھاگے نہیں بلکہ ان شاء اللہ پلٹ کر حملہ آور ہوں گے۔'' ❶

مسلمانوں کی ناراضی کی وجہ یہ تھی کہ مجاہدین کو سلطنت روم کی اینٹ سے اینٹ بجا دینی چاہیے تھی، صرف میدان جنگ کی فوج کو زیر و زبر کرنے کا چنداں فائدہ نہ تھا، اس لیے اتنی شاندار اور عظیم فتح کو بھی ایک عرصہ تک پذیرائی کی نگاہوں سے دیکھا جاتا رہا، مگر نبی کریم ﷺ نے اس کو رب تعالیٰ کی مشیّت قرار دے کر ان کے کارنامہ کو ناقابل فراموش اور بے حد قابل ستائش قرار دیا، اور اس غزوہ میں شہادت پانے والوں کا بے حد غم بھی فرمایا۔

شہدائے موتہ:

باوجود یہ کہ میدان جنگ میں گھمسان کا رن پڑا، دشمنوں کی تعداد دو لاکھ سے متجاوز تھی، چاروں طرف تیروں، تلواروں اور نیزوں کی چمک تھی، سرتن سے جدا ہوتے رہے، جسموں کے چیتھڑے اڑتے رہے مگر مسلمانوں میں سے صرف بارہ آدمی ہی شہادت سے سرفراز ہو سکے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اتنی عظیم فوج دیکھ کر بھی مسلمانوں کے دلوں میں خوف کا شائبہ تک نہ تھا اور اتنی کثرت کے باوجود رومیوں کے اوسان اپنی جگہ نہ تھے، وہ اپنی تلواروں کو مردانہ شجاعت اور سپہ گرانہ مہارت کے ساتھ تھام ہی نہ سکے، اس لیے ابن سعد ابو عامر سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے رومیوں پر حملہ کیا تو اُنھیں ایسی فاش شکست دی کہ ایسی شکست کبھی نہیں دیکھی۔ مسلمان جس کی گردن پر چاہتے تھے اپنی تلواریں رکھتے تھے۔

کسی بھی فوج کے قدم تب اکھڑتے ہیں جب اس کا اکثر حصہ مارا جائے پھر زمین ان کا ساتھ نہیں دیتی، اتنی بڑی فوج کا مٹھی بھر مجاہدین کے ہاتھوں گاجر مولی کی طرح کٹنا تاریخ کا نہایت غیر معمولی واقعہ ہے، اسی لیے تمام مورخین نے اس جنگ کو بڑے وقیع، پرہیبت، وزنی اور عقیدت بھرے الفاظ کے ساتھ یاد کیا ہے۔

مناسب ہے کہ اس جنگ میں شہادت سے سرخ رُو ہونے والوں کے اسمائے گرامی بھی

---

❶ الواقدی: کتاب المغازی: ۲/۷۶۵.

Marfat.com

قارئین کے پیش نظر کر دیے جائیں:

(۱) زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ (۲) جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

(۳) عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ (۴) مسعود بن اوس رضی اللہ عنہ

(۵) عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ (۶) عباد بن قیس رضی اللہ عنہ

(۷) حارث بن نعمان رضی اللہ عنہ (۸) سراقہ بن عمر رضی اللہ عنہ

(۹) ابوکلیب رضی اللہ عنہ (۱۰) جابر رضی اللہ عنہ (پسران عمرو بن زید)

(۱۱) عمرو رضی اللہ عنہ (۱۲) عامر رضی اللہ عنہ (پسران سعد بن عباد بن سعد) ❶

غزوۂ موتہ کی حیثیت کے بارے میں علماء کا اختلاف:

غزوۂ موتہ فتح تھی یا نجات یا فرار؟ اس بابت علماء میں اختلاف ہے، بعض نے اسے فرار اور بعض نے فتح قرار دیا ہے کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے مدینہ لوٹنے کے اعتبار سے اسے فرار جبکہ مشرکوں پر فتح پانے کے اعتبار سے اسے فتح کہا جاتا ہے۔

بخاری اور مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ ہیں:

''پھر جھنڈا خالد رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ میں لے لیا جو اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں، پس رب تعالیٰ نے (خالد رضی اللہ عنہ کو) مشرکوں پر فتح دی۔ ❷

بہر حال درست یہی ہے کہ جنگ موتہ فتح تھی البتہ اس میں دشمنوں پر حتمی فتح حاصل نہ ہو سکی، وہ صرف پسپا ہو کر میدان چھوڑ کر بھاگے تھے، چنانچہ نہ تو ان کے بھاگتوں کو گرفتار کیا گیا اور نہ پورا مال غنیمت ہی اکٹھا کیا گیا، البتہ اس فتح کو نجات اور رومیوں کے ساتھ ہونے والی اگلی جنگوں کی تمہید کہا جا سکتا ہے جیسے غزوۂ تبوک جیسے فیصلہ کن معرکے اور غزوہ ذات السلاسل جیسے جزوی معرکے، جن کا بیان آگے آرہا ہے۔

---

❶ دیکھیں: سیرۃ ابن ھشام: ۳/۴۴۱ اور الواقدی کتاب المغازی: ۲/۷۶۹.

❷ البخاری: ۷/۵۱۲ کتاب المغازی باب غزوۃ موتۃ من ارض الشام.

Marfat.com

اسلام ظلم وعدوان کو مٹاتا ہے:

غزوۂ موتہ کا سبب رومی سلطنت کے ایک غلام شرحبیل بن عمرو غسانی کا ایسا ظلم تھا جس کا اس سے قبل رواج نہ تھا، اور نہ کسی قوم یا قبیلہ کے لوگ ایسی زیادتی کے مرتکب ہوئے تھے بلکہ لوگوں نے کبھی سنا بھی نہ تھا کہ سفیروں کو بھی قتل کیا جاتا ہے؟

یقیناً یہ ایسی بربریت اور سفاکی کا ارتکاب تھا جس کا یوں نظر انداز کر دینا کسی طور پر بھی درست نہ تھا۔ اور اس جرم کی شناعت وقباحت اس وقت اور بھی بڑھ گئی جب اس کا ارتکاب ایک حلیف پڑوسی ملک نے کیا تھا، لہٰذا اس فعل شنیع پر عتاب اور سرزنش ضروری تھی تاکہ آئندہ کسی کو سفراء کا خون ارزاں کرنے کی جرأت نہ ہو، چاہے وہ کوئی بھی ہو، اور کسی سر زمین پر ہو۔ شرحبیل اور اس کے زلہ خواروں پر لشکر کشی کا مقصد ظلم کو مٹانا اور مظلوم کی دادرسی کرنا تھا۔

اس عظیم مقصد نے اس غزوہ کی اہمیت بے حد زیادہ کر دی، اسی لیے مجاہدین نے اس غزوہ میں جرأت کی فقید المثال داستانیں رقم کیں، اور جناب رسول اللہ ﷺ نے غیب سے اطلاع پانے کے باوجود اہل اسلام کے جگر کے ٹکڑے معرکۂ موتہ کی بھٹی میں جھونک دیے اور اشراف واخیار کی اولادوں کو بارگاہ الٰہی میں قربانی کے لیے اور شہادت سے سرخرو ہونے کے لیے پیش کر دیا، اسی لیے مسلمانوں نے لوٹ کر آنے والوں کو پسندیدگی کی نگاہ سے نہ دیکھا کہ وہ تو کٹ مرنے کو بھیجے گئے تھے اور دشمنوں کی طاقت کے تار و پود بکھیرنے کو بھیجے گئے تھے اور جملہ حلیف قبائل سمیت رومیوں کے دلوں کو دہلانے کے لیے بھیجے گئے تھے تاکہ آئندہ کسی کو شرحبیل کی طرح کسی طاقت پر انحصار کر کے عہد وفا کو پامال کرنے کی بے جا جرأت نہ ہو، نہ کہ انھیں بچ کر بھاگنے کا موقع دینے کے لیے اور خود بحفاظت دار الخلافہ آ پہنچنے کے لیے!!!!

اے غزوۂ موتہ! تو نے اسلام کے تین اعلیٰ ترین، تربیت یافتہ، بے حد بہادروں کی جان کی قربانی لے کر خاتم الانبیاء والمرسلین ﷺ اور سب مسلمانوں کی آنکھوں کو پرنم کر دیا، اسلام اور دنیا بھر کی انصاف پسند عقلیں تجھے کبھی نہ بھلا سکیں گی!!!!!

Marfat.com

سریہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بسوئے ذات السلاسل

ذات السلاسل وادیٔ قریٰ کے پیچھے ایک آبادی ہے جو مدینہ منورہ سے دس دن کی مسافت پر واقع ہے، یہ سریہ جمادی الآخر ۸ھ میں پیش آیا، جب نبی کریم ﷺ کو یہ خبر پہنچی کہ قبیلہ قضاعہ کی ایک جماعت بلی، لخم، جذام، عذرہ اور بنوقین کی فوجی قوت کو ساتھ ملا کر مدینہ منورہ پر حملہ کرنا چاہتی ہے۔ اس لیے آپ ﷺ نے ان کی سرکوبی کے لیے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو منتخب فرمایا، انھیں بلوایا اور ہتھیار بند ہونے کا حکم دیا۔ پھر ارشاد فرمایا اے عمرو رضی اللہ عنہ! میں تمھیں ایک جنگ پر بھیجنا چاہتا ہوں اللہ تمھیں اس میں غنائم بھی دے گا اور سلامت بھی رکھے گا، عمرو رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں نے مال کی خاطر اسلام قبول نہیں کیا تھا، فرمایا: نیک آدمی کے لیے پاکیزہ مال کیا ہی نعمت ہے، پھر انھیں سفید جھنڈا عنایت فرمایا اور انصار ومہاجرین کے سرداروں میں سے سو آدمی اور تیس گھڑ سوار ساتھ کیے۔

چونکہ بلاد بلی حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے ننھیال تھے، اس لیے وصیت فرمائی کہ ان کے پاس سے گزرو تو انھیں اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کرنا۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ ساری جمعیت لے کر روانہ ہوئے، دن کو چھپے رہتے اور رات کو سفر کرتے، دشمنوں کے قریب پہنچ کر معلوم ہوا کہ ان کی تعداد بہت زیادہ ہے، یہ لوگ رات کو پہنچے اور سردی بھی غضب کی تھی، سردی کی شدت سے بچنے کے لیے آگ جلانا چاہی تو عمرو رضی اللہ عنہ نے جنگی حکمت عملی کے پیش نظر منع کر دیا، بعض مہاجرین کو ناگوار گزرا تو سمجھایا کہ تمھیں امیر کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ اس جگہ کا نام ''السلاسل'' تھا جو قبیلۂ جذام کے ایک چشمے پر تھی، عمرو رضی اللہ عنہ نے دشمنوں کی کثرت دیکھ کر توقف کیا اور رافع رضی اللہ عنہ بن مکیث کو جناب رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں صورت حال عرض کرنے اور مزید کمک بھیجنے کی درخواست دے کر بھیجا۔

Marfat.com

نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو جھنڈا دے کر دوسو جلیل القدر صحابہ کے ہمراہ جن میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی تھے، حضرت عمرو کی امداد کے لیے روانہ فرمایا اور تاکید فرمائی کہ عمرو رضی اللہ عنہ سے جاملو اور آپس میں متفق رہنا، اختلاف نہ کرنا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ لشکر اسلام سے جاملے، اتنے میں نماز کا وقت آ گیا، انھوں نے امامت کے لیے آگے بڑھنا چاہا تو عمرو رضی اللہ عنہ نے روک دیا کہ امیر لشکر تو میں ہوں جبکہ آپ فقط میری مدد کے لیے بھیجے گئے ہیں، ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بڑے نرم خو، بردبار اور حلیم المزاج تھے، چنانچہ یہ کہہ کر پیچھے ہٹ آئے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے چلتے وقت مجھے آخری وصیت فرمائی تھی کہ جب میں اپنے ساتھی کے پاس پہنچوں تو ایک دوسرے کا کہنا مانوں اور اس سے اختلاف نہ کروں۔ ❶

چنانچہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اقتداء کرتے اور حضرت عمرو رضی اللہ عنہ امامت کرتے رہے، اب مجاہدین کی کل تعداد پانچ سو تھی، سب نے مل کر قضاعہ پر یلغار کی، مجاہدین اسلام جہاں بھی پہنچتے تو یہ منظر دیکھنے کو ملتا کہ دشمنان اسلام مجاہدین کے آنے کی خبر سن کر منتشر ہو جاتے۔ چلتے چلتے بلاد بلی، عذرہ اور بلقین کے آخر تک جا پہنچے، وہاں کوئی قابل ذکر جمعیت نہ تھی۔ تیروں کے معمولی تبادلے کے بعد مسلمانوں نے حملہ کر دیا اور یہ آخری جتھہ بھی شکست کھا کر بھاگ کھڑا ہوا، حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے وہاں چند دن قیام کیا، جب کہیں سے بھی دشمنوں کی نقل وحرکت اور حملے کے ارادے کی خبر نہ ملی تو لوٹنے کا ارادہ کیا۔

دشمنوں کی خبر لینے کے لیے جانے والے سوار مختلف علاقوں سے اونٹ اور بکریاں بطور مال غنیمت پکڑ لاتے جن کو پکا پکا کر مسلمان کھاتے، بالآخر حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے عوف رضی اللہ عنہ بن مالک اشجعی کو اپنی واپسی کی خبر دے کر تیز رفتار سواری پر مدینہ روانہ کیا۔ ❷

علامہ بلاذری کے بقول اس سریہ میں قضاعہ، عاملہ، لخم اور جذام کے بہت سے لوگ

---

❶ عزاه فی کنز العمال حاشیة المسند: ۱۷۷/٤ الی محمد بن عائذ فی مغازیه عن الولید بن مسلم عن ابن لهیعة عن ابی الاسود عن عروه، وعنه اخذه ابن عساکر. ❷ طبقات ابن سعد: ۱۳۱/۲.

Marfat.com

مارے گئے۔ ❶ اس غزوہ میں یہ قصہ بھی پیش آیا کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو سردی کی شدت میں احتلام ہو گیا، اس لیے انھوں نے صرف تیمّم پر اکتفاء کر کے نماز فجر پڑھا دی، واپسی پر لوگوں نے یہ قصہ خدمت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں گوش گزار کیا، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے استفسار فرمایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تیمّم کرنے کا سبب بیان کرنے کے بعد عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے ربّ تعالیٰ کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے:

﴿وَ لَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا﴾ (النساء ٤ : ٢٩)

''اور اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو، کچھ شک نہیں کہ خدا تم پر مہربان ہے۔''

(یہ سن کر) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے اور کچھ نہ کہا۔ ❷

حضرات تابعین اور بعد کے مصنّفین نے اس غزوہ کو بے حد اہمیت دی ہے کیونکہ اس میں بے حد اہم امور پیش آئے، جیسے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن عاص کا امیر بنایا جانا کیونکہ عمرو قدیم الاسلام ہونے کے ساتھ ساتھ عربوں کے سرداروں میں شمار ہوتے تھے، علم و عقل کے زیور سے آراستہ اور فنون حربیہ میں طاق تھے، اسی طرح حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کا سردی کی شدت سے بجائے غسل کرنے کے تیمّم کر کے نماز پڑھانا، اور دشمنوں کی سرکوبی کے لیے ان کے سب علاقوں میں مزید چھوٹی چھوٹی مہمیں بھیجنا اور انھیں کہیں بھی قدم جمانے کا موقع نہ دینا وغیرہ وغیرہ۔

اس جنگ کا سبب بھی واضح ہے کہ ابتداء خود دشمنوں کی طرف سے ہوئی جنھوں نے جتھہ بندی کر کے مدینہ منورہ پر بلاوجہ حملہ کرنے کا ناپاک منصوبہ بنایا، یقیناً یہ فساد فی الارض کے مصداق تھا، اس لیے ان کی سرکوبی کے لیے اتنی طاقت کا روانہ کرنا ضروری تھا جو ان کی قوت و جمعیت کو منتشر کر کے ختم کر دے تا کہ امت مسلمہ کو قرار و استحکام نصیب ہو اور اسے دنیا میں توحید کا انقلاب برپا کرنے کے لیے پر امن فضا اور با اطمینان ماحول میسر آ سکے، انھی عظیم مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے سریہ یا ذات السلاسل نے نمایاں کردار ادا کیا۔

---

❶ البلاذری: انساب الاشراف: ١/٣٨٠.

❷ ابو داؤد: کتاب الطهارة باب اذا خاف الجنب البرد يتيمم حديث رقم: ٣٣٤.

Marfat.com

غزوۂ تبوک

اسلام کے مستقبل کے بارے میں متردد دماغوں پر غزوۂ تبوک کے بھی وہی اثرات مرتب ہوئے جو فتح مکہ کے تھے اور انھیں اپنے دلوں سے اس خیال کو جھٹکنا پڑا کہ یہ شعلہ بجھنے کو ہے، اور یہ بادل چھٹنے والے ہیں، یقیناً یہ غزوہ اس زمانے کی سب سے بڑی طاقت سے ٹکرانے کے مترادف تھا، رومی اہل کتاب تھے، مزید لطف کی بات یہ ہے کہ اس وقت کا بادشاہ قیصر (ہرقل) خود بھی صاحب علم تھا، اس لیے مکتوب گرامی کے دربار میں پہنچنے پر اس کے ساتھ بے حد عزت واحترام کا معاملہ کیا جس منظر کو دیکھ کر ابوسفیان بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے کہ ''محمد ﷺ کا معاملہ اتنا زور پکڑ گیا ہے کہ اب شاہ روم بھی آپ ﷺ سے خائف رہتا ہے۔'' اگرچہ اس زمانے میں نہ تو عرب خود کو رومی شہنشاہیت کے ساتھ ٹکرا جانے کا اہل سمجھتے تھے اور نہ انھیں خود پر کسی غیر طاقت کے حملہ کر دینے کا اندیشہ تھا، زیادہ سے زیادہ ڈر تھا تو رومیوں کے ماتحت غسان کی عیسائی عرب ریاست کے حملہ آور ہونے کا تھا جس کا تذکرہ بعض روایات میں آتا ہے کہ ایک موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک انصاری دوست نے دروازہ کھٹکھٹایا، اور کہا دروازہ کھولو! یہ ۸ھ کا قصہ ہے جب لوگ غسان کے بادشاہ کے حملہ کر دینے سے خوف زدہ رہتے تھے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے منہ سے بے اختیار نکل گیا، کیا غسانیوں نے حملہ کر دیا۔ ❶

روم ان دنوں ترقی کے آسمان کو چھو رہا تھا، اس نے اپنی مدمقابل قوت ''ایران'' کی اینٹ سے اینٹ بجا دی جس کا شکریہ ادا کرنے کے لیے قیصر نے حمص سے ایلیاء تک کا شاہانہ سفر کیا۔ اس عظیم فتح کو دو سال بھی نہ ہوئے تھے کہ خاتم الانبیاء والمرسلین ﷺ نے

---

❶ البخاری: تفسیر سورة التحریم.

Marfat.com

رومیوں کے مقابلہ کے لیے سفر شروع کیا اور تبوک جا پہنچے، تبوک کی عظیم الشان فتح نے آئندہ چل کر شام کی فتح کا راستہ بھی ہموار کر دیا، اس ناقابل فراموش فتح کا ہر ایک کے دل پر گہرا اثر ہونا لازمی تھا۔

غزوۂ تبوک ❶ کے اسباب:

یہ غزوہ ماہ رجب ۹ھ فتح مکہ کے بعد پیش آیا، اس کو نبی کریم ﷺ کے غزوات کا ''خاتمہ'' بھی کہہ سکتے ہیں کہ اس کے بعد جناب رسول اللہ ﷺ نے بنفس نفیس کسی غزوہ میں شرکت نہ فرمائی، یہ بڑی سخت آزمائش اور ابتلاء والا غزوہ تھا جو بے حد تنگدستی کے زمانے میں پیش آیا، اسی لیے اس کو ''غزوۃ العسرۃ'' بھی کہتے ہیں۔

مورخین نے بیان کیا ہے کہ اس غزوہ کا سبب یہ ہوا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کو مختلف جوانب سے یہ خبریں پہنچیں کہ رومیوں نے عرب کی شمالی سرحدوں پر حملہ کی تیاری کر لی ہے، معجم طبرانی میں ہے کہ نصارائے عرب نے ہرقل کو نبی کریم ﷺ کی وفات کی جھوٹی خبر لکھ بھیجی اور بتلایا کہ وہاں کے لوگ قحط زدہ ہو کر بھوکوں مر رہے ہیں، عربوں پر حملہ کرنے کا یہ موقع نہایت مناسب ہے، ہرقل نے بھی آؤ دیکھا نہ تاؤ، اور چالیس ہزار رومیوں کا لشکر جرار تیار کر کے اندھا دھند مدینہ پر حملہ آور ہونے چل پڑا۔ ❷

واقدی اور ابن سعد کی روایت میں ہے کہ شام کے نبطی سوداگر زیتون کا تیل بیچنے مدینہ منورہ آیا کرتے تھے، ان کے ذریعے نبی کریم ﷺ کو ہرقل کے ارادوں کا علم ہوا کہ وہ مدینہ پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے اور اس نے فوج میں سال بھر کی تنخواہیں بھی تقسیم کر دی ہیں جس

---

❶ تبوک مدینہ منورہ اور دمشق کے درمیان ہے اور ایلہ کے جنوب مشرق میں واقع ہے، یاقوت حموی نے ''معجم البلدان'' میں ابو زید کے حوالے سے لکھا ہے کہ ''تبوک حجر اور شام کی سرحد کے درمیان حجر سے چار منزل کے فاصلے پر ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ''اصحاب الایکہ'' جن کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے یہیں پر آباد تھے۔'' تبوک بحر قلزم سے چھ منزل کے فاصلے پر ''جسمی'' اور ''شروی'' دو پہاڑوں کے درمیان واقع ہے (از دائرۃ المعارف للبستانی مختصراً)۔ آج کل تبوک ایک اہم سعودی چھاؤنی ہے جو مدینہ کی انتظامیہ کے ماتحت ہے جس کا فاصلہ مدینہ سے سات سو کلومیٹر ہے۔ (رسول رحمت ﷺ، ص: ۴۷۱)

❷ مجمع الزوائد : ۱۹۱/۶.

Marfat.com

کا مقدمۃ الجیش بلقاء تک آ پہنچا ہے، اس فوج میں لخم، جذام، عاملہ اور غسان کے قبائل بھی شامل ہیں۔ ❶

بعض روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ یہود نے جناب رسول اللہ ﷺ کو طعنہ دیا کہ اگر آپ ﷺ سچے نبی ہیں تو شام جایئے جو زمین محشر ہے (کہ وہیں قیامت برپا ہوگی)۔ ❷

بقول علامہ ندوی رحمۃ اللہ علیہ جنگ تبوک کا ایک سبب یہ بھی قرار دیا جا سکتا ہے کہ وہ پڑوسی ممالک جو مرکز اسلام اور اسلام کی بڑھتی ہوئی دعوت اور اس کی روز افزوں قوت وطاقت کو نقصان پہنچانے کی سوچ رکھتے تھے انھیں خوف زدہ کر دیا جائے اور انھیں آگاہ کر دیا جائے کہ وہ سرزمین اسلام پر حملہ کرنے کی جرأت بھی نہ کریں، مسلمان لقمہ تر یا مال مفت نہیں، روم جیسی عظیم طاقت پر حملہ کرنے والے لوگ معمولی نہیں۔ اور یہی وہ مقصد تھا جو اس غزوہ سے پورا ہوا، چنانچہ رومیوں نے اس کا جواب کسی جوابی حملہ، پیش قدمی یا فوجی نقل وحرکت اور سرگرمی سے نہیں دیا بلکہ اس کھلے چیلنج کے مقابلے میں ایک طرح کی پسپائی اور خاموشی اختیار کی اور انھیں اس نوزائیدہ طاقت کا جتنا اندازہ اس وقت ہوا اتنا پہلے کبھی نہ ہوا۔

دوسرا بڑا فائدہ اس جرأت مندانہ غزوہ سے یہ حاصل ہوا کہ جزیرۃ العرب کے قبائل مسلمانوں سے مرعوب ہو گئے اور انھیں اسلام کے بارے میں سنجیدگی سے سوچنے کا موقع مل گیا اور انھوں نے محسوس کر لیا کہ اسلام کوئی پانی کا بلبلہ نہیں جو وقتی طور پر سطح آب پر ابھر کر اپنا وجود کھو دیتا ہے۔ اسلام کا مستقبل روشن اور تابناک ہے اور ان کے لیے اپنی ہی سرزمین پر ابھرنے والے دین حق میں داخل ہونے کا اب بہترین موقع ہے۔

تیسرے غزوۂ موتہ سے جن کی ابھی تک تسلی وتشفی نہ ہوئی تھی جس میں ہر فریق نے سلامتی واپسی کو ہی غنیمت سمجھا تھا، جنگ تبوک ان کی سوچ کی راہیں متعین کرنے میں فیصلہ کن ثابت ہوئی۔

غرض اس غزوہ کی سیرت نبوی ﷺ اور دعوت اسلامی کی تاریخ میں خصوصی اہمیت ہے

---

❶ الزرقانی علی المواهب: ۳/٦۳۔ ٦٤. ❷ دلائل النبوة: ٥/٢٥٤.

Marfat.com

جس سے عربوں کے حق میں دور رس نتائج برآمد ہوئے جن کا تاریخ اسلام کے تسلسل اورآئندہ پیش آنے والے واقعات پر گہرا اثر ہے۔ ❶

نفیر عام، وقت جنگ اور منافقین کی منافقت:

یہ غزوہ ماہ رجب میں پیش آیا جب زوروں کی گرمی پڑ رہی تھی، سائے خوشگوار لگتے تھے، شدید بے سروسامانی اور فقر و فاقہ میں کھجوریں بھی پک چکی تھیں، جو گزران کا واحد ذریعہ اور آئندہ سال بھر کا اندوختہ اور توشہ تھیں، اس پر مستزاد بعید مسافت اور راستہ کی بے پناہ مشقت تھی، طول طویل بے آب وگیاہ میدانوں کو عبور کر کے تبوک پہنچنا تھا، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ دشمن بے حد سخت اور اس کی جمعیت بہت زیادہ تھی۔

آپ ﷺ نے نفیر عام کا حکم دیا، سفر کے شدائد سے سب کو آگاہ کیا، مکہ والوں کو نکلنے کو کہا، قرب وجوار کی بستیوں سے اپیل کی، سرفروشان اسلام کو طلب کیا، چنانچہ قبیلہ اسلم کی طرف بریدہ بن حصیب کو، ابورھم غفاری کو قبیلہ غفار کی طرف، واقد لیثی کو اپنی قوم کی طرف، جعد ضمری کو سمندر کنارے آباد اُن کی قوم کی طرف، قبیلہ اشجع کی طرف نعیم بن مسعود اشجعی وغیرہ کو بھیجا، بنی سلیم اور جہینہ سے بھی میدان جہاد میں نکلنے کو کہا۔

جہاد کا یہ حکم بڑے نازک وقت میں دیا گیا تھا، وقت اور حالات کی نزاکت اور شدت نے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیا، اور منافقین کے لیے ملمع کی باتوں کی گنجائش نہ چھوڑی، نہ سینوں میں اتنا ایمان تھا اور نہ گردوں میں اتنی جان، اب جان چھڑانے کے لیے عذر تراشیوں اور حیلہ سازیوں کے سوا کچھ نہ بچا تھا۔ منافقین گھبرا اٹھے کہ اب پردہ فاش ہونے کو ہے، خود کو چھپانے کے لیے دوسروں کی اوٹ لینا مجبوری بن گیا، اس لیے طرح طرح کی باتوں سے دوسروں کو بھی روکنے کی کوشش میں لگ گئے، چنانچہ کسی نے گرمی کا بہانہ بنایا تو کسی نے گھر کے بے پردہ ہونے کا اور ایک نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ میں عورتوں کا رسیا ہوں، ڈرتا ہوں کہ رومیوں کی پری جمال نازنینیں مجھے فتنہ میں مبتلا نہ کر دیں۔

---

❶ رسول رحمت ﷺ : ص ۴۷۹۔ ۴۸۲ مختصراً.

Marfat.com

غرض دشمن کی خطرناکی، راستہ کی صعوبتوں، موسم کی سختیوں، فقر و فاقہ کے اندیشوں اور خود جہاد سے بے رغبتی اور اسلام کے بارے میں بیمار قلب وذہن اور شکوک وشبہات کے زہر سے مسموم سوچوں نے انھیں نبی آخر الزماں ﷺ کی رفاقت وہم رکابی سے محروم رکھا، قرآن کریم نے صاف صاف لفظوں میں ان خیالات وجذبات پر شدید ناراضی کا اظہار کیا اوران بہانہ جولوگوں کوامت مسلمہ کا نہایت ناپسندیدہ طبقہ قرار دیا۔

اہل ایمان کا جذبۂ جہاد اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا ذوق وشوق:

اہل ایمان کی طرف سے صرف ''سمعاً وطاعۃ'' کے نعرہائے مستانہ بلند ہو رہے تھے کہ انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں اور بارگاہ الٰہی میں سرخ رُو ہونے کا موقع آ گیا، اہل ثروت سے خرچ کرنے کا مطالبہ کیا گیا تو اللہ تعالیٰ کی خاطر سب کچھ لٹا دینے کے ایسے ایسے مناظر دیکھنے میں آئے جو چشم فلک نے اس سے پہلے کبھی دیکھے نہ تھے۔ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ گھر میں سوائے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نام کے گھر کا تنکا تنکا اٹھا لائے، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ گھر کا آدھا سامان لے آئے، عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن عوف جیسے صاحب ثروت نے دوسو اوقیہ چاندی پیش خدمت کی، عاصم رضی اللہ عنہ بن عدی نے ستر وسق کھجوریں نذر کیں۔

جناب عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے تین سو اونٹ مع ساز وسامان کے اور ایک ہزار دینار لا کر بارگاہِ نبوی ﷺ میں پیش کیے جنھیں دیکھ کر آپ ﷺ کی مسرت کی انتہا نہ رہی۔ آپ ﷺ بار بار ان کو ہاتھوں میں اچھالتے اور یہ فرماتے جاتے کہ اس عمل صالح کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ کو کوئی عمل ضرر نہ پہنچا سکے گا، اے اللہ! میں عثمان رضی اللہ عنہ راضی ہوں، تو بھی اس سے راضی ہو جا۔ ❶

یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد لشکر اسلام پر سب سے زیادہ خرچ کرنے والے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں۔ عورتیں بھی کسی طرح پیچھے نہ رہیں اور اپنے زیورات کو خدمت اقدس ﷺ میں پیش کیا، اگرچہ ہر ایک نے اپنی اپنی حیثیت کے مطابق اس مہم میں حصہ لیا مگر پھر بھی مجاہدین کی سواریوں اور زاد راہ کا خاطر خواہ انتظام نہ ہو سکا، متعدد

❶ فتح الباری لابن حجر: ۷/٤٤.

Marfat.com

بے آسرا صحابہ نے اپنی ناداری اور بے سروسامانی کی شکایت کی اور سواری میسر نہ ہونے کے رنج کا اظہار کیا، جبکہ خود جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس بھی ان مخلصین کو دینے کے لیے کچھ نہ تھا، اس لیے یہ لوگ روتے ہوئے واپس ہوئے، قرآن کریم نے اس دل گرفتہ طبقے کے حزن وملال، گریہ زاری اور حسرت وافسوس کو قدر کی نگاہ سے دیکھا اور ان کے جذبات کی نہایت بلند الفاظ میں ترجمانی کی اور ان کی بے سروسامانی اور دل کی پاکیزگی کے پیش نظر ان پر سے فریضۂ جہاد کو ساقط کر دیا۔ ❶ اس موقع پر طعنہ زنی کے عادی بعض آبرو باختہ منافقین نے نہایت دل آزار زبان استعمال کی اور معمولی مقدار میں صدقے لانے والوں کا مذاق اڑایا اور کہا ''خدا کو بھلا اس صدقہ کی کہاں ضرورت تھی، اس مال کے زیادہ ضرورت مند تو یہ خود ہیں۔'' رب تعالیٰ نے ان لوگوں پر شدید عتاب فرمایا اور عذاب الیم کی دھمکی دی۔

لشکر کی روانگی کا وقت قریب آ گیا، تیس ہزار کی جمعیت تیار تھی، اس سے پہلے کسی غزوہ میں اتنی فوج نے شرکت نہ کی تھی، نبی کریم ﷺ نے محمد ﷺ بن مسلمہ کو اپنا قائم مقام اور مدینہ کا والی مقرر کیا جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اہل وعیال کو حفاظت ونگہداشت کے لیے مدینہ منورہ میں چھوڑا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جانے کی بابت منافقین کی ہرزہ سرائیوں اور چہ میگوئیوں کو عرض کیا تو فرمایا کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تجھ کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام سے تھی مگر بات یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ ❷

اس موقع پر منافقین نے خود فریبی اور عذر تراشیوں کی انتہا کر دی جس کا اجمالی تذکرہ ہو چکا ہے، عبداللہ بن ابی اور جد بن قیس جیسے لوگ اس میدان میں سب سے آگے رہے، ان کی دیکھا دیکھی بے شمار اعراب بھی عذر کرنے دربار رسالت میں آ پہنچے، آپ ﷺ نے سب کے اعذار سنے اور انھیں اور ان کی سچائی کو خدا کے حوالے کر کے ظاہر کو قبول فرمایا اور جہاد میں نہ جانے کی اجازت دے دی۔

---

❶ مورخین نے ان مومنین کی تعداد سات سے متجاوز بتلائی ہے جن میں نابینا میں شامل تھے، دیکھیں "سیرة ابن هشام: ٤/١٧٢" اور "طبقات ابن سعد: ٢/١٦٥".

❷ البخاری: کتاب المناقب، باب مناقب علی: ١/٥٢٦.

Marfat.com

البتہ کچھ مسلمان وہ بھی تھے جنھیں کسی شبہ یا تردد کے بغیر صرف ارادہ کرنے میں دیر لگی اور وہ اس غزوہ میں شریک نہ ہو سکے۔

لشکر اسلام تبوک روانہ ہوتا ہے:

غرض آپ ﷺ تیس ہزار کی فوج لے کر بروز جمعرات تبوک روانہ ہوئے جس میں دس ہزار گھوڑے تھے۔ ❶

سب سے بڑا جھنڈا جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دیا، اس کے بعد والا جھنڈا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو، اوس کا پرچم اسید رضی اللہ عنہ بن حضیر کو اور خزرج کا جھنڈا ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمایا، مال غنیمت کے لالچ میں بعض منافقین بھی ساتھ ہو لیے تھے، مگر ہوا میں بکھرے دل کے ساتھ سفر کی مشقتیں کہاں جھیلی جاتی ہیں۔ چنانچہ کوئی کہیں رہ گیا تو کوئی کہیں، اور جب لوگ اس کے بارے میں عرض کرتے تو آپ ﷺ فرماتے، اسے چھوڑ دو! اگر اس میں کوئی نیکی ہوئی تو اللہ تعالیٰ اس کو ہمارے ساتھ ملا دے گا اور اگر بات دوسری نکلی تو میں ان کے بارے میں اللہ کا حکم دیکھوں گا۔

راستہ دکھانے کے لیے علقمہ بن فغواء خزاعی کو ساتھ لیا، راستے میں جہاں بھی پڑاؤ ڈالتے مسجد تعمیر فرماتے اور اس میں نمازیں ادا فرماتے۔ یوں آپ ﷺ نے اپنے اس سفر میں کل پندرہ مساجد تعمیر فرمائیں۔

اللہ کی قسم! یہ انصاف نہیں:

ابو خیثمہ عبداللہ بن خیثمہ سالمی ان لوگوں میں سے تھے جو محض ''آج کل'' کا شکار ہو کر لشکر اسلام کے ساتھ روانہ نہ ہو سکے، ہر روز روانہ ہونے کا عزم ''امروز و فردا'' پہ ٹلتا رہا۔ ایک سخت گرم دن اپنی دو بیویوں کے پاس گئے جو اپنی اپنی انگور کی بیلوں کی چھپریوں کے سائے میں خورد و نوش کا سامان لیے آرام کر رہی تھیں۔ چھپریوں کے سامنے پہنچے، ٹھنڈی ہوا کے جھونکے لگے تو ایک دم چونک اٹھے اور کہا، سبحان اللہ! رسول خدا ﷺ جن کے اگلے پچھلے

❶ الزرقانی شرح المواهب: ۳/۷۳.

Marfat.com

سب گناہ معاف ہیں، وہ تو تپتی لو میں اسلحہ کندھے پر اٹھائے جا رہے ہوں اور ابو خیثمہ رضی اللہ عنہ اپنے مال اور باغیچے کی ٹھنڈی چھاؤں میں حسین بیویوں کے پہلو میں بیٹھ کر کھانے پینے کے مزے اڑائے، اللہ کی قسم! یہ انصاف کی بات نہیں۔ پھر کہا، اللہ کی قسم! جب تک رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ جا ملوں تم میں سے کسی کی چھپری میں داخل نہ ہوں گا، گھر لوٹے، سواری تیار کی اور اللہ کا نام لے کر تبوک روانہ ہو گئے، دونوں بیویاں ہزار سمجھاتی رہیں مگر کسی کی نہ مانی، راستہ میں وادیٔ القریٰ کے مقام پر عمیر بن وہب جمحی بھی مل گئے جو تبوک کے ارادہ سے نکلے تھے، ان کی رفاقت خوب رہی، تبوک پہنچے تو ابو خیثمہ رضی اللہ عنہ نے پہلے حاضر ہونے کی خواہش کا اظہار کیا کہ میرے ذمے کئی گناہ ہیں، اگر تم میرے بعد چلے آؤ تو کیا مضائقہ ہے۔ عمیر رضی اللہ عنہ نے اجازت دے دی، چنانچہ ابو خیثمہ رضی اللہ عنہ لشکر کی طرف چل پڑے، مجاہدین نے دور سے دیکھا تو خدمت اقدس میں عرض کیا، کوئی سوار آتا دکھائی دے رہا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''خدا کرے ابو خیثمہ ہو'' قریب آنے پر لوگوں نے عرض کیا کہ ابو خیثمہ ہی ہیں، سواری بٹھلانے کے بعد سلام عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ابو خیثمہ تیرا بھلا نہ ہو، اس پر انھوں نے اپنی روداد سنائی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں خیر کی بات کہی اور دعاؤں سے نوازا۔ ❶

نافرمانوں کی بستی سے گزر:

راستے میں وہ عبرت ناک مقام بھی آیا جہاں قوم ثمود پر اللہ کا عذاب آیا تھا، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت اس مقام کو دیکھ کر اس قدر متاثر ہوئی کہ رُوئے انور پر کپڑا لٹکا لیا اور اونٹنی تیز کر دی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو تاکید کی کہ نہ تو یہاں کے کسی گھر میں داخل ہونا اور نہ یہاں کا پانی پینا اور نہ وضو ہی کرنا اور فرمایا، یہ ان بدنصیبوں کی سرزمین ہے جن پر عذاب نازل ہوا ہے اور جب ان لوگوں کے مکانات میں جنھوں نے اپنے اوپر ظلم کیا، داخل ہو تو روتے ہوئے داخل ہو، اس ڈر سے کہ کہیں تم پر بھی وہ مصیبت نہ آ جائے جو اُن پر آئی تھی، ❷ کچھ لوگوں نے لاعلمی سے وہاں کے پانی سے آٹا گوندھ لیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ آٹا اونٹوں کو

❶ سيرة ابن هشام: ٤/١٧٥.
❷ زاد المعاد: ٢/٤٠٣.

Marfat.com

کھلا دینے کا حکم دیا اور حکم دیا کہ خود اس میں سے کچھ بھی نہ کھاؤ۔ ❶

جب پانی کی بہت تنگی ہوئی تو باری تعالیٰ کے حضور سید کونین ﷺ نے دعا فرمائی، آپ ﷺ کی دعا پر رب تعالیٰ نے اس قدر بارش برسائی کہ لوگ سیراب ہو گئے اور پانی بھی ذخیرہ کر لیا۔ ❷

آپ ﷺ نے مقام حجر میں یہ بھی تاکید فرمائی کہ کوئی اکیلا کہیں نہ نکلے، مگر بنی ساعدہ کے دو آدمیوں سے ایسا ہو گیا کہ ایک اپنے اونٹ کی تلاش میں جبکہ دوسرا حاجت کے لیے نکلا، انجام یہ ہوا کہ ایک کا جو حاجت کے لیے نکلا تھا دم گھٹ گیا جس کو نبی کریم ﷺ کے دم کرنے سے افاقہ ہوا، جبکہ دوسرے کو جو اپنے اونٹ کی تلاش میں نکلا تھا ہوا نے جبل طے میں جا پھینکا جو ایک مدت بعد تب مدینہ منورہ پہنچنے میں کامیاب ہوا جب نبی کریم ﷺ مدینہ واپس تشریف لا چکے تھے۔ جیسے جیسے تبوک نزدیک آتا جا رہا تھا بچے کھچے منافقوں کی منافقت بھی طشت از بام ہوتی جا رہی تھی، چنانچہ منافقین جناب رسول اللہ ﷺ کی طرف اشارے کر کر کے ایک دوسرے سے کہتے کہ کیا تم سمجھتے ہو کہ بنی الاصفر یعنی رومیوں سے جنگ اتنی آسان ہے جتنی کہ اپنے ملک کے عرب قبائل سے، اللہ کی قسم! ہم دیکھ رہے ہیں کہ کل یہ سب کے سب رسیوں سے جکڑے ہوں گے۔ ❸

راستے میں آپ ﷺ کی اونٹنی گم ہو گئی تو اب بھی منافقین کو زبان طعن دراز کرنے کا سنہری موقع ہاتھ آ گیا کہ آپ ﷺ تو آسمان کی خبریں بیان کرتے ہیں مگر اپنی اونٹنی کی خبر نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: میں صرف وہی بات جانتا ہوں جو اللہ مجھے بتلائے اور اب اللہ نے الہام سے مجھے بتلا دیا ہے کہ میری اونٹنی فلاں وادی میں ہے جس کی نکیل ایک درخت میں اٹک گئی ہے جس سے وہ رکی ہوئی ہے، چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے وہاں جا کر اونٹنی کو اسی حال میں پایا اور لے آئے۔ ❹

---

❶ فتح الباری لا بن حجر: ٦/٢٦٨۔
❷ سیرت ابن هشام: ٢/٥٢٢۔
❸ سیرة ابن هشام: ٢/٥٢٤۔ ٥٢٦۔
❹ الزرقانی: شرح المواهب: ٣/٧٣۔

Marfat.com

لشکر اسلام وادیٔ تبوک میں:

تبوک پہنچنے سے ایک روز قبل ارشاد فرمایا کہ کل ان شاء اللہ چاشت کے وقت تم تبوک کے چشمے پر پہنچو گے اور جب تک میں نہ پہنچوں تم میں سے کوئی اس چشمے سے پانی نہ لے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بن جبل کہتے ہیں کہ اگلے دن ہم چشمے پر پہنچے تو دو آدمی پہلے سے اس پر پہنچ چکے تھے، چشمہ تسمے کے بقدر باریک تھا (اور قطرہ قطرہ رس رہا تھا) دریافت فرمایا کہ کسی نے اسے چھوا تو نہیں۔ وہ دونوں بولے، جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں ڈانٹا اور جو کہا سو کہا، پھر سب نے بدقت تمام اسے ایک برتن میں اکٹھا کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اپنا ہاتھ اور منہ دھو کر دوبارہ چشمے میں ڈال دیا، پانی کا ڈالنا تھا کہ وہ چشمہ فوارے کی طرح ابلنے لگا جس سے تمام لشکر سیراب ہو گیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا:

اے معاذ! اگر تم زندہ رہے تو تم اس خطے کو باغات سے سرسبز اور شاداب دیکھو گے۔ ❶

ابن اسحاق کی روایت ہے کہ پھر ایسا ہی ہوا اور وہ فوارہ آج تک جاری ہے جس کی آواز دور سے سنائی دیتی ہے، وصلی اللّٰہ علی سیّدنا رسول اللّٰہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک میں بیس دن قیام فرمایا، آگے نہ بڑھے، ادھر دشمن بھی مقابلے پر نہ آیا۔ تاہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنی دور چل کر آنا بے فائدہ نہ رہا، دشمن مرعوب ہو گئے۔ اس دوران ہرقل نے ایک غسانی کو بھیجا جس کی گفتگو سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اندازہ ہوا کہ ہرقل کی بابت پہنچنے والی خبریں درست نہ تھیں۔ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش قدمی کا حکم ملا ہے تو سر آنکھوں پر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اگر مجھے حکم ملا ہوتا تو مشورہ نہ کرتا۔'' اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، رومیوں کی فوج بے حد زیادہ ہے، یہاں کوئی مسلمان بھی نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے بہت قریب بھی آ چکے جس سے وہ خوف زدہ ہیں، اگر مناسب سمجھیں تو اس سال لوٹ چلیے وگرنہ جو خدا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر کرے کیجیے!

---

❶ صحیح مسلم: کتاب الفضائل باب معجزات النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیث رقم: ۷۰۶.

Marfat.com

لشکر اسلام کے سر پر آ پہنچنے سے دشمن اپنی بے پناہ جمعیت کے باوجود خوف زدہ ہو چکا تھا، چنانچہ ایلہ کا حاکم یوحنہ بن روبہ جو سرحدی علاقوں کے حکام میں سے تھا، صلح کی درخواست لے کر حاضر ہوا اور جزیے پر صلح کر لی، جرباء اور اذرح ❶ کے لوگوں نے بھی آ کر صلح کی بات چیت کی، آپ ﷺ نے انھیں امان کی تحریر لکھوا دی، جس میں حدود کی ذمہ داری، پانی اور بری اور بحری راستوں کی حفاظت اور فریقین کی سلامتی کی ضمانت دی گئی تھی۔ آپ ﷺ نے ان کا بے حد اکرام بھی فرمایا۔ ❷

نبی کریم ﷺ کی مدینہ منورہ واپسی:

ایک عظیم الشان سلطنت کے یوں سر پر آ موجود ہونا اور اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھنا نہایت غیر معمولی بات تھی جس نے ہر طرف دولت اسلامیہ کی دھاک بٹھا دی، بڑے بڑوں کی اکڑ نکل گئی اور قرب وجوار کی چھوٹی چھوڑ یہودی اور نصرانی ریاستیں تو اپنی چوکڑیاں بھول گئی تھیں، نبی کریم ﷺ کو رومیوں کی پسپائی کی اطلاع مل چکی تھی اور یہ بھی علم ہو گیا کہ اب وہ سرحد پار کر کے حملہ کرنے کی جرأت نہیں رکھتے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے بھی سرحد پار کر کے ان کی ولایت میں گھس کر ان کا تعاقب کرنا مناسب نہ سمجھا کہ تبوک تک لشکر کشی کا مقصود حاصل ہو چکا تھا، اس لیے آپ ﷺ نے واپسی کا ارادہ فرمایا۔ مدینہ کے قریب پہنچے تو جبل احد پر نگاہ پڑی، بے اختیار فرمایا، یہ مدینہ طیبہ ہے اور یہ پہاڑ ہم کو محبوب رکھتا ہے اور ہم اس کو محبوب رکھتے ہیں۔ ❸

پھر مسلمانوں کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا، بے شک مدینہ میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں کہ تم جہاں بھی چلے اور جس وادی کو بھی قطع کیا وہ (تمھارے ساتھ نہ ہونے کے باوجود) تمھارے ساتھ تھے، لوگوں نے عرض کیا، حالانکہ وہ مدینہ میں تھے؟ فرمایا (ہاں!) حالانکہ وہ مدینہ میں تھے (کیونکہ) انھیں عذر نے روک رکھا تھا۔

---

❶ ایلہ، جرباء اور اذرح تینوں شام کے علاقے ہیں۔ ❷ سیرة ابن هشام: ۳/۵۲۵۔۲۶
❸ اخرجه البخاری فی الصحیح: ۷/۱۲۶.

Marfat.com

وہیں پر آپ ﷺ کی ملاقات ان مردوں، عورتوں اور بچوں سے ہوئی جو آفتاب نبوت اور ماہتاب رسالت کی زیارت کے مشتاق تھے اور استقبال کے لیے مدینہ سے باہر تک نکل آئے تھے، ہر ایک کا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا اور لڑکیاں اور بچے فرط مسرت سے یہ اشعار گاتے تھے:

طلع البدر علينا من ثنية الوداع
وجب الشكر علينا ما دعا لله داع
ايها المبعوث فينا جئت بالا مر المطاع

''ہم پر وداع کی گھاٹیوں سے چودھویں کا چاند نکل آیا، ہم پر اس کا شکر ادا کرنا واجب ہے (اور ہم) اس وقت تک (اس نعمت عظمیٰ کا شکر ادا کرتے رہیں گے) جب تک اللہ کے حضور دعا کرنے والے دعا کرتے رہیں گے، اے ہمارے درمیان مبعوث ہونے والے (اللہ کے آخری پیغمبر ﷺ) آپ ﷺ ہمارے پاس وہ امر لائے ہیں جس کی اطاعت کیا جانا فرض ہے۔'' ❶

یہ اخیر شعبان یا شروع رمضان کی بات تھی جب آپ ﷺ مظفر و منصور سلامت با کرامت مدینہ منورہ میں داخل ہوئے، اوّل مسجد نبوی ﷺ میں جا کر دوگانہ ادا فرمایا کہ اسفار سے لوٹنے کے بعد یہی معمول اور دستور تھا، پھر لوگوں کے لیے تشریف فرما ہو گئے، ملاقات و زیارت کا سلسلہ ختم ہوا تو دولت کدہ پر استراحت فرمانے چلے گئے۔ اس دوران مختلف لوگوں نے آ کر عذر معذرتیں کیں، جن میں منافقین بھی تھے اور مخلصین نیکوکار بھی، آپ ﷺ ہر ایک سے اس کا ظاہری عذر قبول فرما کر اس کے باطن اور نہاں خانۂ دل کو رب تعالیٰ کے سپرد کرتے رہے۔

غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ جانے والے مومنین مخلصین جیسے کعب رضی اللہ عنہ بن مالک اور ان کے رفقاء کی توبہ کا حال:

اس غزوہ میں شرکت کرنے سے بعض وہ لوگ بھی پیچھے رہ گئے جنھیں نفاق کا روگ یا

❶ دلائل النبوة للبيهقي: ٥/٢٦٦.

Marfat.com

کوئی وسوسہ اور خدشہ نہ تھا، یہ چند مومنین مخلصین تھے، جن میں سے بعض کو عذر تھا جبکہ بعض کا رہ جانا بمقتضائے بشریت محض سہل انگاری، ارادہ کی سستی، اسباب ووسائل پر از حد اعتماد اور جنگ کی اہمیت کو پوری سنجیدگی اور غور وفکر کے ساتھ نہ لینے کا نتیجہ تھا۔

ان میں کعب بن مالک رضی اللہ عنہ، مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہ اور ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ جیسے سابقین اولین فی الاسلام کے جلیل القدر اور با اعتماد نام آتے ہیں، جن کے نام کے ساتھ اوائل اسلام کے سخت ابتلاء آت، امتحانات، آزمائشیں، اور نا قابل فراموش قربانیاں اور کارنامے جڑے ہوئے ہیں، اسلام کی خاطر بے پناہ قربانیاں اور عظیم جنگوں میں شرکت ان کی سیرت وسوانح کا جزو لاینفک ہیں، غزوات کی پکار پر فرار اُن بزرگوں کا شیوہ نہ تھا، ایسی صاحب ایمان شخصیتوں کے پیچھے رہ جانے کو مشیت خداوندی کے سوا اور کسی بات سے تعبیر کیا جانا ممکن نہیں کہ حکمت الٰہی تھی تا کہ ان کا امتحان ہو، نفس کا تزکیہ ہو جبکہ قیامت تک کے لیے سب اہل ایمان کے لیے عبرت اور نمونہ ہو۔

ایمان واخلاص سے لبریز قلب ودماغ بھی بسا اوقات محض سہولت پسندی یا حالات وواقعات کا گہرا مطالعہ نہ کرنے کے نتیجے میں نقصان اٹھا بیٹھتے ہیں، آیئے ذیل کے اوراق میں ان مومنین صالحین کے احوال کو بالا ختصار بیان کرتے ہیں۔

❀ انھی صاحب ایمان بزرگوں میں ایک حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ بھی ہیں، ان کا اونٹ بے حد دبلا اور لاغر تھا، یہ سوچ کر چند دن کو رک گئے کہ اسے کھلا پلا کر فربہ کرلوں پھر پیچھے جا ملوں گا، مگر اونٹ نے تندرست ہو کے نہ دیا تو زاد راہ پیٹھ پر لاد کر پاپیادہ تن تنہا ہی تبوک کو چل دیے، انھیں اکیلا آتے دیکھ کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ ابوذر رضی اللہ عنہ پر رحم کرے! اکیلا چلا آتا ہے، اکیلا ہی مرے گا اور اکیلا ہی (میدان محشر میں) اٹھایا جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، ربذہ میں تنہا جان جان آفریں کے سپرد کی حتیٰ کہ تجہیز وتکفین کے لیے بھی کوئی صاحب میسر نہ تھے، اتفاقاً حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ وہاں سے گزرے، اور اس غریب الوطنی کی موت پر شدید رنج وغم کا اظہار کیا اور نہلا کفنا کر نماز

Marfat.com

جنازہ پڑھی اور سپرد خاک کر دیا۔ ❶

❀ حضرت ابوخیثمہ کا قصہ تفصیلاً گذشتہ اوراق میں بیان کر دیا گیا ہے۔

❀ کعب بن مالک، مرارہ بن ربیع اور ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہم کے پیچھے رہ جانے کا قصہ خود حضرت کعب رضی اللہ عنہ بڑی تفصیل سے سنایا کرتے کرتے تھے، وہ فرماتے ہیں:

''میں روزانہ گھر سے اس ارادے کے ساتھ نکلتا کہ سامان سفر کر کے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہو جاؤں مگر کچھ تیاری کیے بغیر لوٹ آتا، اس پر دل میں خیال آتا کہ کوئی بات نہیں میرے پاس اسباب میسر ہیں، میں ایک دو روز میں تیاری کر لوں گا، میں اسی خیال میں تھا کہ قافلہ روانہ ہو گیا، اب مدینہ میں سوائے معذورین اور منافقین کے اور کوئی نہ تھا، یہ منظر دیکھ کر کڑھ کر رہ جاتا، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانے کے بعد بھی میرا ارادہ آج کل پر ٹلتا رہا مگر سامان سفر نہ ہو سکا، اتنے میں مجھے لشکر کے تبوک پہنچنے کی خبر ملی، اب تو ارادہ کر ہی لیا کہ لشکر سے جا ملوں گا، مگر کاش کہ میں ایسا کر پاتا، افسوس کہ مجھے اس کی توفیق نہ ہوئی۔

پھر مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واپس آنے کی اطلاع ملی، میں پریشان رہنے لگا کہ کیا عذر پیش کروں، جھوٹ بول کر آج بچ سکتا ہوں مگر کل (روز قیامت) کیا کروں گا۔ اپنے گھر والوں سے مشورے کرتا رہا، بالآخر میں نے سچ سچ سب کچھ بیان کر دینے کا پختہ ارادہ کر لیا کہ ایسا ہرگز نہ کروں گا کہ غزوہ سے پیچھے بھی رہوں اور کذب بیانی سے بھی کام لوں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے، حسب عادت سیدھے مسجد جا کر دو رکعت نماز ادا فرمائی اور لوگوں کے لیے تشریف فرما ہو گئے، اب پیچھے رہ جانے والے جن کی تعداد اس سے کچھ زیادہ تھی آ آ کر عذر کرنے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ظاہری عذر قبول فرماتے اور بیعت فرما کر مغفرت کی دعا دیتے اور ان کے باطن کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر کے رخصت کر دیتے۔

میں بھی اپنی باری پر حاضر ہوا، سلام عرض کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خفگی کی مسکراہٹ کے ساتھ استقبال کیا اور فرمایا: ''آؤ'' میں آگے بڑھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا، ارشاد فرمایا،

---

❶ الزرقانی: شرح المواهب: ۳/۷۱.

Marfat.com

پیچھے رہ جانے کی وجہ کیا تھی؟ کیا تم نے سواری نہیں خرید رکھی تھی؟ میں نے عرض کیا، کیوں نہیں، اللہ کی قسم! اس وقت اگر میں کسی دنیا دار کے سامنے بیٹھا ہوتا تو میں سمجھتا کہ عذر معذرت کر کے اس کی ناراضی سے نکل جاؤں گا کہ مجھے بات کرنے کا بھی اور اس کو منوانے کا بھی سلیقہ ہے، لیکن اللہ کی قسم! مجھے یقین ہے کہ آج اگر جھوٹ بول کر میں آپ ﷺ کو راضی کرلوں گا تو قریب ہے کہ (کل قیامت کے دن) اللہ آپ ﷺ کو مجھ سے ناراض کر دے گا اور اگر سچ بول کر آپ کو کسی قدر ناراض بھی کردوں تو اس میں مجھے رب تعالیٰ سے معافی کی امید ہے۔ اللہ کی قسم! مجھے کوئی عذر نہ تھا، میں قصور وار ہوں اور جس وقت میں پیچھے رہ گیا تھا، اس سے زیادہ تندرست اور خوشحال میں پہلے کبھی نہ تھا۔

آپ ﷺ نے فرمایا، اس شخص نے سچ سچ بتلادیا، اچھا اب تو جاؤ یہاں تک کہ اللہ تمھارے بارے میں کوئی حکم نازل کرے، ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا۔ آپ ﷺ نے حکم دے دیا کہ ان تینوں سے کوئی بات نہ کرے تو سب نے ہم سے سلام وکلام قطع کر دیا، دوست احباب، خویش اقارب، عزیز رشتہ دار سب ہم سے یوں بیگانہ ہو گئے جیسے ہمیں جانتے تک نہ ہوں، میرے دوسرے دو ساتھی تو ضعیفی کی وجہ سے گھر بیٹھ رہے اور دن رات روتے رہتے، میں جوان تھا اس لیے باہر چلتا پھرتا، لوگوں میں آتا جاتا اور جماعت کی نماز میں بھی حاضر ہوتا، اس پریشانی میں پچاس دن گزر گئے، لوگوں کی جفا اور جناب رسول اللہ ﷺ کی بے التفاتی مجھ پر بے حد شاق گزرتی، سلام کر کے کن اکھیوں سے جائزہ لیتا کہ لب مبارک ہلے ہیں یا نہیں، میں دیکھتا تو اعراض فرماتے اور جب دوسری طرف منہ کرتا تو میری طرف نظر عنایت فرماتے، پریشانی بڑھتی گئی، اللہ کی زمین مجھ پر بے حد تنگ ہو گئی، سب سے زیادہ پریشانی اس بات کی تھی کہ اگر اس عرصے میں موت آ گئی تو مسلمان میرا جنازہ تک نہ پڑھیں گے۔

اس دوران میں ایک مرتبہ تنگدل ہو کر اپنے چچا زاد ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے احاطے میں اس کی دیوار پھاند کر گیا، سلام کیا، مگر اس نے جواب تک نہ دیا، میں نے اللہ کا واسطہ دے کر پوچھا

Marfat.com

کہ تم جانتے ہو کہ مجھے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت ہے، مگر اس نے پھر بھی جواب نہ دیا، میں نے دوبارہ واسطہ دیا تو اس نے فقط اتنا کہنے پر اکتفاء کیا، اللہ اور اس کا رسول ﷺ زیادہ جانتے ہیں۔ یہ سنتے ہی میری آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے اور میں دیوار پھاند کر لوٹ گیا، پھر اس سے بھی زیادہ تکلیف دہ بات یہ پیش آئی کہ غسان کے بادشاہ نے خط دے کر اپنا قاصد میرے پاس بھیجا جس کا مضمون یہ تھا: ''میرے علم میں یہ بات آئی ہے کہ تمھارا آقا تم پر عتاب کر رہا ہے، اللہ تمھیں ضائع اور بے قیمت نہ کرے ہمارے پاس چلے آؤ ہم تمھارے ساتھ اچھا سلوک کریں گے۔''

میں نے خط پڑھتے ہی کہا ''یہ نئی مصیبت آئی'' اور وہ خط تنور میں ڈال دیا۔ اس دوران نبی کریم ﷺ نے مجھے بیوی سے بھی علیحدہ رہنے کا حکم دے دیا، جس سے میری تکلیف اور امتحان اور بڑھ گیا، میں نے بیوی کو میکے بھیج دیا، پھر پچاس دن بعد یکا یک جبل سلع سے مژدۂ جاں فزا سنائی دیا کہ، اے کعب رضی اللہ عنہ بن مالک! تم کو مبارک ہو۔ یہ سنتے ہی میں سجدہ میں گر پڑا اور سمجھ گیا کہ مشکل ٹل گئی، جناب رسول اللہ ﷺ نے ہماری توبہ کے قبول ہونے کا اعلان فرما دیا، اب کیا تھا کہ چاروں طرف سے لوگ ہم تینوں کو مبارک باد دینے کو دوڑنے لگے، اور کہتے کہ ''اللہ کا تیری توبہ قبول کرنا تمھیں مبارک ہو۔'' میں نے خوشخبری لانے والے کو تن کا جوڑا اتار کر دیا، پھر خدمت اقدس میں حاضر ہونے مسجد میں گیا، داخل ہوتے ہی طلحہ رضی اللہ عنہ بن عبید نے دوڑ کر مجھ سے مصافحہ کیا اور مبارک دی، اللہ کی قسم! حاضرین میں سے اور کوئی نہ اٹھا تھا، میں طلحہ کا یہ احسان کبھی فراموش نہ کر سکوں گا، آگے دیکھا کہ سرورِ کونین ﷺ کا رخ مبارک مسرت سے تمتما رہا ہے، میں نے سلام عرض کیا تو ارشا فرمایا: ''تجھے وہ دن مبارک ہو جو تمام دنوں سے بہتر ہے جب سے تیری ماں نے تجھے جنا ہے۔'' میں نے توبہ قبول ہونے کی خوشی میں تمام مال راہ خدا میں صدقہ کرنا چاہا مگر نبی کریم ﷺ نے ایسا کرنے سے منع فرما دیا اور فرمایا، کچھ اپنے پاس بھی رہنے دو۔ چنانچہ میں نے خیبر کا حصہ رکھ کر باقی سب خیرات کر دیا، پھر عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! مجھے راست گوئی نے

Marfat.com

نجات دی، اب میری توبہ کی تکمیل یہ ہے کہ تاحیات جھوٹ نہ بولوں، رب تعالیٰ نے ان الفاظ کے ساتھ ہماری قبولیت کا اعلان فرمایا:

﴿لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ٥ وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ٥ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ٥﴾ (التوبة ۹ : ۱۱۷۔۱۱۹)

''بے شک اللہ نے پیغمبر ﷺ پر مہربانی کی، اور مہاجرین وانصار پر بھی، جو باوجود اس کے کہ ان میں سے بعض کے دل جلد پھر جانے کو تھے، مشکل کی گھڑی میں پیغمبر ﷺ کے ساتھ رہے، پھر اللہ نے ان پر مہربانی فرمائی، بے شک وہ ان پر نہایت شفقت کرنے والا اور مہربان ہے۔ اور ان تینوں پر بھی جن کا معاملہ ملتوی کیا گیا تھا یہاں تک کہ جب زمین باوجود فراخی کے ان پر تنگ ہو گئی تھی اور ان کی جانیں بھی ان پر دوبھر ہو گئیں، اور انھوں نے جان لیا کہ اللہ (کے ہاتھ) سے خود اس کے سوا کوئی پناہ نہیں، پھر اللہ نے ان پر مہربانی کی تاکہ توبہ کریں، بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے، اے اہل ایمان! خدا سے ڈرتے رہو اور راست بازوں کے ساتھ رہو۔''

تاریخ اسلام میں غزوۂ تبوک کی بے حد اہمیت ہے، رب تعالیٰ نے ایک پوری سورت یعنی توبہ صرف اس غزوہ کے داخلی اور خارجی احکامات وتفصیلات کی بابت نازل فرمائی، اس کے تمام پہلوؤں پر سیر حاصل گفتگو کی اس مختصر رسالہ میں گنجائش نہیں البتہ اس کے بعض اہم نکات پر روشنی ڈالنا بے حد ضروری ہے:

Marfat.com

- اس غزوہ میں نبی کریم ﷺ نے اہل ایمان کا زبردست امتحان لیا، ان کی خوب جانچ پڑتال کی تاکہ اہل ایمان کی صفوں میں گھسے اہل نفاق کی اندرونی کیفیت، اسلام، مسلمانوں اور خود اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ان کی محبت ویگانگت کی قلعی سب کے سامنے کھلے۔
- اہل ایمان کے ذکر کو بقائے دوام حاصل ہو، اس لیے رب تعالیٰ نے اہل ایمان کی صفات کو صاف صاف بیان کیا۔
- امت مسلمہ کی ابدالآباد تک نصیحت وعبرت کے لیے بعض اہل ایمان کا سخت ترین امتحان لیا جس میں انھوں نے اپنے حسن اسلام اور قوت ایمانی کا پورا پورا ثبوت دیا، جو قیامت تک ہر ایک کی زبان پر جاری رہے گا جبکہ اہل نفاق کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رسوا کر دیا گیا۔
- کعب رضی اللہ عنہ بن مالک جیسے بہادر اور غیرت مند مسلمانوں کا پختہ ایمان بھی سب کے سامنے آ گیا جنھوں نے عشق ووفا اور استقامت وثابت قدمی کے تاریک ترین لمحات میں بھی اپنے پاؤں جادۂ حق سے ہٹنے نہ دیے اور نبی کریم ﷺ کے ساتھ ان کے محبت وتعلق کو وقت کا بادشاہ بھی نہ خرید سکا، اور اس کے مصاحب وندیم بننے کی بجائے اس کی پیش کش کو ایک مصیبت قرار دیا، اور دین وعقیدے کی سودے بازی کی دعوت پر مبنی اس دعوت نامے کو تنور میں جھونک کر نذر آتش کر دیا، حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی دینی غیرت وحمیت نے شاہ وقت کی اس عنایت کو عزت واکرام سمجھنے کی بجائے اپنی اہانت اور ذلت شمار کیا اور فرمان شاہی کو پامال کر کے ثابت کر دیا کہ عزت وسربلندی صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے آگے سر جھکانے میں ہی ہے۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا یہ ایمان افروز موقف قیامت تک مثال بن کر زندہ رہے گا رضی اللہ عنہ وارضاہ۔ رب تعالیٰ نے اس جنگ میں نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کو یہود ونصاریٰ کے مقابلے میں کھلی فتح سے سرفراز فرمایا اور کفار ومشرکین باوجود اتنی کثرت کے کسی

Marfat.com

قسم کی عذر وخیانت کا ارتکاب نہ کر سکے، نبی کریم ﷺ نے بھی ان کے ساتھ قرآنی معاملہ فرمایا کہ ایسی عبرتناک شکست دینے کے باوجود انھیں اسلام میں داخل ہونے پر مجبور نہ کیا، اور ان سے جزیہ قبول فرما کر انھیں امن سے اپنے علاقوں میں رہنے دیا، البتہ جن لوگوں نے بغاوت کی انھیں اس کی قرار واقعی سزا دے کر دوسروں کے لیے عبرت کونمونہ بنا دیا۔

مشقتوں اور تکلیفوں سے لبریز یہ غزوہ بے شمار ایمانی، روحانی اور دنیاوی فوائد کو اپنے ساتھ لے کر آیا۔ سب سے بڑا فائدہ تو یہ ہوا کہ مدنی معاشرہ ظاہر و باطن ہر لحاظ سے پاک اور شفاف ہو گیا کہ جن کا نفاق اب تک پردۂ خفا میں تھا وہ طشت از بام ہو گیا، جبکہ خارجی اعتبار سے مدینہ کے قرب وجوار کے علاقوں بالخصوص مکہ پر اس نوزائیدہ اسلامی مملکت کی دھاک بیٹھ گئی، اور ساتھ ہی وقت کی عظیم قوتوں کو بھی یہ سوچنا پڑ گیا کہ یہ محض ایک تحریک، چند لوگوں کے دماغوں کا خلل یا بعض طبیعتوں کا وقتی جنون نہیں بلکہ یہ ایمان کی ایک پختہ دعوت ہے جو دنیا وآخرت کی عزت وسربلندی اور زندگی کے ہر شعبے کی ترقی ونجات کی ضامن ہے، دعوت ایمان کی اس تحریک نے انسانوں کو خون کی ارزانی اور بے عزتی وبے آبروئی سے بچایا اور جزیرۃ العرب کے اطراف میں امن واطمینان کی وہ فضا قائم کر دی کہ ایک عورت حیرہ سے چل کر کعبہ کا طواف کر جاتی مگر اسے اپنی عزت، جان یا مال کے متعلق کسی بات کا اندیشہ اور ڈر نہ ہوتا۔ اسی بنا پر غزوۂ تبوک کو مآخذ اسلامیہ خصوصاً قرآن اور حدیث میں امتیازی مقام حاصل رہا ہے، اور علمائے سیرت وفقہائے کرام نے خاص اس غزوہ سے بے شمار احکام کا استنباط کیا ہے جو بے شمار تمدنی اور معاشرتی مسائل میں مشعل راہ ہیں۔

یقیناً غزوۂ تبوک متلاشیان حق اور جویان ایمان ویقین کے لیے حکمت وہدایت کا چشمۂ صافی ہے!!!

یہی وہ غزوۂ تبوک ہے جس کو نبی کریم ﷺ نے علامات قیامت میں سے شمار کیا، یہی غزوہ بعد میں بلاد روم کی فتح اور ہرقل کے پایہ تخت پر مجاہدین کے قبضہ کر لینے اور اس کی عظیم الشان وسیع وعریض سلطنت پر پرچم ایمان وتوحید کے لہرانے کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔

Marfat.com

سریۂ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بسوئے فلسطین وحدود شام

نبی کریم ﷺ کو غزوۂ موتہ ہمیشہ یاد رہا اور آپ ﷺ کے قلب مبارک پر حضرت زید بن حارثہ، جعفر طیار اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کی شہادت کا گہرا اثر تھا اور قلب مبارک مغموم رہتا تھا، چنانچہ آپ ﷺ نے ۲۶ صفر المظفر بروز سوموار ۱۱ھ کو رومیوں کے مقابلے میں مقام ''ابنیٰ'' کی طرف لشکر کشی کا حکم دیا، اور یہی وہ مقام ہے جہاں غزوۂ موتہ واقع ہوا اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے والد زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ شہید ہوئے۔

نبی کریم ﷺ کے امر مبارک سے بھیجی گئی یہ آخری فوج اور آپ ﷺ کے حکم سے ہونے والا آخری غزوہ تھا۔ آپ ﷺ نے حضرت اسامہ کو لشکر کا امیر مقرر کر کے مہاجرین اوّلین میں سے بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم کو ان کی امارت میں سفر کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے لشکر تیار کرنے کے بعد حکم دیا کہ ان کے گھوڑے ''بلقاء'' اور ''داروم'' کی سرزمین تک ضرور جائیں جو ارض فلسطین کا حصہ ہے۔ ❶

چنانچہ لشکر کو تیاری کا حکم دینے کے بعد اگلے دن آپ ﷺ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو طلب فرما کر ارشاد فرمایا، اے اسامہ رضی اللہ عنہ! اللہ کا نام لے کر اس کی برکت سے چلو اور اپنے باپ کی جائے شہادت تک پہنچو اور ان پر چڑھائی کرو، میں نے تمھیں لشکر کا امیر بنایا، اور اہل ابنیٰ پر صبح سویرے غارت ڈالنا، اور ان تک خبر پہنچنے سے پہلے ان تک جا پہنچنا، اگر اللہ تمھیں فتح دے تو ان میں زیادہ دنوں تک نہ ٹھہرنا، راستے کی خبر رکھنے والوں کو اپنے ساتھ رکھنا اور فوج کے ہر اول دستے کو اپنے آگے رکھنا۔ ان وصایا ونصائح کے بعد آپ ﷺ نے اسامہ رضی اللہ عنہ کو اپنے دست مبارک سے جھنڈا عطا فرمایا اور ساتھ ہی آداب جنگ سکھلاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

---

❶ سيرة ابن هشام: ٢/٦٤٢.

Marfat.com

اے اسامہ! اللہ کا نام لے کر جہاد شروع کرنا، خدا سے کفر کرنے والوں کے ساتھ لڑنا، تم نہیں جانتے کہ شاید تمھیں ان کے ذریعے آزمایا جائے، اور یہ دعا مانگنا، اے اللہ! تو ان کے مقابلے میں ہمارے لیے کافی ہو جا اور ان کی سختی (حملے کی شدت اور قوت) کو ہم سے دور کردے اور دشمن سے مڈبھیڑ کے وقت جب وہ خوب شوروغل کر رہے ہوں تم سکینہ اور وقار اور خاموشی کو لازم پکڑنا، باہم مت جھگڑنا وگرنہ کمزور پڑ جاؤ گے اور تمھاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ اور (خدائے ذوالجلال سے) یہ دعا مانگنا، ''اے اللہ! ہم بھی تیرے بندے ہیں اور وہ بھی تیرے بندے ہیں، ہماری اور ان کی پیشانیاں تیرے قبضے میں ہیں اور بے شک تو ان پر غالب (وقاہر) ہے۔ اور جان رکھو کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔''

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ لشکر لے کر مدینہ سے ایک کوس باہر مقام ''جرف'' پر خیمہ زن ہو گئے۔ لوگ جیش اسامہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں گفتگوئیں کر رہے تھے کہ ایک انیس سالہ نوعمر جوان ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما جیسے چیدہ و برگزیدہ اصحاب پر امیر ہو؟ اور اسے مہاجرین اوّلین پر امیر مقرر کر دیا گیا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس ناگفتنی کی خبر ہوئی تو شدید غصے میں علالت کی حالت میں سر پر پٹی باندھے باہر تشریف لائے، منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور رب تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد ارشاد فرمایا ''لوگو! (جیش اسامہ کو روانہ کرو) میرے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو امیر بنانے کے بارے میں تم لوگوں کی یہ کیسی باتیں مجھ تک پہنچ رہی ہیں؟ اگر تم آج ان کی امارت کے بارے میں چہ میگوئیاں کرتے ہو تو کل تم نے ان کے والد کی امارت کے بارے میں بھی اعتراض کیا تھا، اللہ کی قسم! وہ امارت کے لائق اور مستحق ہیں جیسے ان کے والد مستحق تھے، بے شک ان کے والد مجھے سب سے زیادہ محبوب تھے اور ان کے بیٹے بھی مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں، بے شک یہ دونوں ہر خیر کے لائق ہیں تم بھی ان کے ساتھ خیر کا معاملہ کرو، بے شک یہ تمھارے اخیار واشراف میں سے ہیں۔

یہ فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو منبر سے اتر آئے جبکہ لوگ جہاد میں روانہ ہونے کی تیاری کرنے لگے، لوگ حاضر ہو کر رخصت ہوتے رہے جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی علالت میں شدت

Marfat.com

آ گئی، اس لیے لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ روانہ ہونے کے باوجود مدینہ سے باہر چند میل کے فاصلے پر رک گیا تاکہ جو لوگ آ ملنا چاہیں آ ملیں اور یہ بھی معلوم ہو جائے کہ دیکھیے رب تعالیٰ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا منظور ہے۔ ❶

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علالت کی اس شدت میں بھی مسلمانوں کو یہ وصیت فرمائی کہ وہ اس لشکر کو اسی طرح روانہ کریں جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود روانہ فرمایا کرتے تھے اور یہ کہ جزیرۃ العرب میں دو مذہب باقی نہ چھوڑیں اور مشرکوں کو یہاں سے نکال دیں۔ ❷

پھر سوموار کا وہ دن آیا جب اس کائنات نے اپنے سینے پر سب سے بڑے صدمے کا بوجھ اٹھایا اور یہ خبر قیامت اثر کانوں میں پہنچی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصال فرما کر رفیق اعلیٰ سے جا ملے ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مدینہ میں تہلکہ مچ گیا، قیامت کا سماں تھا، اور ادھر "جرف" پر ٹھہرا لشکرِ اسامہ رضی اللہ عنہ اُفتاں وخیزاں مدینہ لوٹ آیا، بریدہ رضی اللہ عنہ بن حصیب اسلمی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نشان جو انھیں اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لینے کے بعد حوالے کیا تھا، لاکر دارِ اقدس پر نصب کر دیا۔

جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خلافت سنبھالنے کے بعد سب سے پہلا کام یہ کیا کہ بریدہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ جھنڈا لے کر اسامہ رضی اللہ عنہ کے گھر کے آگے نصب کر دیں اور جب تک یہ لشکر روانہ نہیں ہو جاتا اس کو نہ کھولیں، اور خود اس کی روانگی کا اس قدر اہتمام فرمایا کہ مقام جرف تک خود اس کی مشایعت کی، اور لوگوں کے لاکھ سمجھانے کے باوجود کہ حالات نہایت دگرگوں ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر سن کر متعدد قبائل مرتد ہو چکے ہیں، پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ رضی اللہ عنہ کو وصیت کی کہ یہ لشکر لے کر ادھر کو روانہ ہو جاؤ جدھر تمھیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روانہ فرمایا تھا۔

اکابر مہاجرین پر جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یہ فیصلہ اور عزم مصمم نہایت گراں گزرا، چند

---

❶ سيرة ابن هشام: ٢/٦٥٠. ❷ البخاري: باب مرض النبي ﷺ ووفاته.

Marfat.com

لوگوں نے آ کر گفتگو کی کہ اے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ! عرب چاروں طرف سے ٹوٹے پڑ رہے ہیں، آپ اس لشکر کو مرتدین کی قوت پارہ پارہ کرنے کے لیے استعمال کیجیے! ہمیں مدینہ پر غارت پڑنے کی بابت اطمینان نہیں جبکہ یہاں عورتیں اور بچے ہیں۔ اگر آپ جنگ روم کو کچھ دیر کے لیے ملتوی کر دیں تا کہ مرتدین یا تو دوبارہ دائرۂ اسلام میں داخل ہو جائیں یا تلواریں ان کا قصہ تمام کر دیں، جبکہ ابھی ہمیں رومیوں کے حملہ کا اندیشہ بھی نہیں۔

جب گفتگو تمام ہو چکی تو جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، کیا کسی کو اور کچھ کہنا ہے؟ وہ بولے ہماری بات (پوری ہوئی جو) آپ نے سن لی ہے، تو آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! اگر مجھے یقین ہو کہ درندے مجھے مدینہ میں پھاڑ کھائیں گے تو بھی میں اس لشکر کو روانہ کر کے رہوں گا کیونکہ نبی کریم ﷺ نے جن پر وحی نازل ہوا کرتی تھی یہ فرمایا تھا کہ جیش اسامہ رضی اللہ عنہ کو روانہ کرو، البتہ میں اسامہ رضی اللہ عنہ سے عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بات کروں گا کہ انھیں مدینہ میں میری معاونت کے لیے چھوڑ دیں، اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ اسامہ رضی اللہ عنہ اس کی اجازت دیں گے بھی یا نہیں۔

اس گفتگو سے لوگوں کو خوب اندازہ ہو گیا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ارادہ کو متزلزل کرنا ممکن نہیں ہے، پھر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے خود جا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بات کی جسے انھوں نے منظور کیا، اس کے بعد آپ نے ان سب کو سختی کے ساتھ لشکر کے ساتھ بھیجا جو اس بابت گفتگو کرنے آئے تھے، حتی کہ ان میں سے ایک بھی مدینہ میں نہ رہ گیا۔ لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ تین ہزار مجاہدین پر مشتمل تھا جن میں سات سو مہاجرین تھے، لشکر میں گھوڑوں کی تعداد ایک ہزار تھی۔ پھر لشکر کو نبی کریم ﷺ کی وصایا کا اہتمام کرنے کی وصیت کی، جیش اسامہ رضی اللہ عنہ برق رفتاری سے روانہ ہوا، جہینہ، قضاعہ وغیرہ کے راستے سے، جو اسلام پر مضبوطی سے ڈٹے ہوئے تھے وادیٔ القریٰ پہنچا، وہاں سے بنی عذرہ کے ایک شخص کو پرسش احوال کے لیے اپنی بھیجا، وہ حالات کا جائزہ لے کر بڑی سرعت کے ساتھ لوٹ آیا، اور بتلایا کہ ابھی لوگ متفرق ہیں، اسامہ رضی اللہ عنہ نے فوراً اعلان کر دیا کہ ان کے مجتمع ہونے سے پہلے

Marfat.com

پہلے ان پر غارت ڈال دو۔

دشمنوں کے سروں پر پہنچ کر وصیت کی کہ متفرق نہ ہونا، اکٹھے رہنا، آوازیں پست رکھنا، دلوں میں خدا کی یاد تازہ رکھو، تلواریں بے نیام رکھو، جو سامنے آئے کھیت ہو کر رہے، پھر زبردست حملہ کیا، جو سامنے آیا کٹ کر گرا اور جس نے سر اٹھایا، اس کا سر اڑا دیا گیا، اسامہ رضی اللہ عنہ نے باپ کے قاتل کو ڈھونڈ کر تہہ تیغ کیا اور ان کے مکانات اور کھیتوں کو نذر آتش کر دیا، اس دن اسامہ رضی اللہ عنہ اس گھوڑے پر سوار تھے جس پر زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ جنگ موتہ میں سوار تھے۔

ایک دن ٹھہر کر حالات کو قابو میں کیا، سرکشوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا، باقیوں کو قید کیا اور جو اسباب ہاتھ لگا اکٹھا کیا پھر نو راتوں کے سفر کے بعد وادیٔ القریٰ پہنچے اور ایک شخص کو مظفر ومنصور ہونے اور سلامت باکرامت مدینہ طیبہ کی طرف عازم سفر ہونے کی اطلاع دے کر تیز رفتار سواری پر مدینہ روانہ کیا اور اس کے سات راتوں بعد خود مع لشکر مدینہ پہنچ گئے۔ اس جنگ میں ایک بھی مسلمان شہید نہ ہوا تھا، یوں لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ چالیس دن بعد فتح کی خوش خبری لے کر مدینہ میں داخل ہوا۔ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خود آگے بڑھ کر اکابر صحابہ کے ساتھ جیش اسامہ رضی اللہ عنہ کا استقبال کیا، اسامہ رضی اللہ عنہ ہاتھ میں جھنڈا لیے باپ کے گھوڑے پر سوار مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تک گئے، جا کر دوگانہ ادا کیا پھر جھنڈے سمیت گھر چلے گئے۔ اسامہ رضی اللہ عنہ کی اس ساری مہم کے درمیان ہرقل حمص میں تھا، اس نے اپنے پادریوں کو جمع کر کے کہا، یہی وہ بات تھی جس سے میں نے تم لوگوں کو ڈرایا تھا مگر تم نے میری بات ماننے سے انکار کر دیا، اب اپنی آنکھوں سے خود دیکھ لو عرب ایک ماہ کی مافت سے آ کر تمھارے علاقوں پر غارت ڈال کر بسلامت نکل جاتے ہیں اور تم ہو کہ کچھ بھی نہیں کر پاتے۔

یہ سن کر ہرقل کے بھائی نے کہا تم بلقا پر ایک حفاظتی چوکی قائم کر دو جہاں نفری اور گھوڑے ہوں جو بلقا سے پیچھے کے علاقوں کی عربوں کی غارت سے حفاظت کریں، اگرچہ ہرقل نے اس کا انتظام کر دیا مگر صدیقی اور فاروقی فوجوں کے آگے یہ حفاظتی تدبیر تار عنکبوت اور ریت کی دیوار ثابت ہوئی اور بلاد شام سمیت روم کی ساری سلطنت فتح ہو گئی۔

Marfat.com

باب چہارم:

معاہدات

تمہید:

۹ھ میں جبکہ آپ ﷺ مقام تبوک پر فروکش تھے ایلہ کا حاکم یحنہ بن رؤبہ حاضر ہوا اور صلح کی بات چیت کی اور اس نے جزیہ دینے پر صلح کر لی۔ اسی طرح اذرح اور جرباء کے باشندوں نے بھی بڑھ کر جزیہ ادا کرنے پر صلح کر لی۔

اسی مقام پر آپ ﷺ نے چار سو بیس سواروں کے ساتھ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اکیدر کی طرف روانہ کیا جو ہرقل کی طرف سے دومۃ الجندل کا حاکم اور فرمانروا تھا، وہ اکیدر کو پکڑ لائے، اکیدر اور یحنہ بن روبہ دونوں نے مل کر ان علاقوں کے لیے جن کی غالب آبادی نصاریٰ کی تھی، ایک صلح نامہ لکھوایا، ان کے پڑوس میں یہودی آبادیاں بھی تھیں۔ آپ ﷺ نے ان کے ساتھ بھی صلح کر لی اور ان سے معاہدے بھی کیے، آیے آئندہ اوراق میں نبی کریم ﷺ کے چند معاہدات کی عبارات کو پڑھتے ہیں۔

Marfat.com

دومۃ الجندل [1] کے فرماں روا اکیدر کے ساتھ معاہدہ

تبوک سے واپسی پر نبی کریم ﷺ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو چار سو بیس سواروں کے ساتھ اکیدر بن عبدالملک سکونی کی مہم پر دومہ بھیجا، اکیدر اصل میں قبیلہ کندہ کا تھا جو اہل دومہ پر حاکم ہو گیا تھا، نصرانی مذہب رکھتا تھا، روانگی کے وقت حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے فرمایا، وہ تمھیں نیل گائے کا شکار کھیلتا ملے گا، اس کو گرفتار کرنا، قتل نہ کرنا البتہ اگر وہ گرفتار ہونے سے انکار کر دے تو اس کو قتل کر دینا۔ [2]

حضرت خالد رضی اللہ عنہ ایک چاندرات میں پہنچے، موسم گرمی کا تھا، اکیدر اپنی بیوی رباب بنت انیف بن عامر کے ساتھ قلعے کی فصیل پر بیٹھا رقص وسرود اور شراب سے لطف اندوز ہو رہا تھا کہ اچانک ایک نیل گائے نے آ کر قلعہ کے پھاٹک کو ٹکر ماری، بیوی نے اوپر سے جھانکا تو گائے نظر پڑی، تو خاوند کو ابھارا کہ اسے پکڑ لاؤ۔ وہ بھی کب سے نیل گائے کے شکار کا خواہش مند تھا، چنانچہ فوراً اپنے بھائی حسان اور دو غلاموں سمیت اسے پکڑنے کے لیے گھوڑوں کے تیار کرنے کا حکم دیا، نیل گائے کے پیچھے چلتے چلتے قلعہ سے کچھ دور نکل آئے، وہاں حضرت خالد رضی اللہ عنہ مجاہدین کے ساتھ اس کے انتظار میں کھڑے تھے، اکیدر تو گرفتار ہو گیا جبکہ اس کا

---

[1] دومۃ الجندل ایک آباد گاؤں تھا جہاں اعرابی آ کر خرید وفروخت کرتے تھے، مرور زمانہ نے یہ مقام ویران اور غیر آباد کر دیا تھا۔ اکیدر نے اس کو آباد کر کے جنگل میں منگل کا سماں پیدا کیا اور زیتون کی کاشت کی۔ اس بنا پر اعرابیوں نے از سر نو وہاں آنا جانا شروع کر دیا۔ گاؤں کے چاروں طرف ایک مستحکم فصیل ہے اور اندر ایک مضبوط قلعہ ہے جس کی شمالی اعرابیوں میں خاصی شہرت ہے اسی لیے اس مقام کو فوجی اہمیت بھی حاصل رہی۔ یہاں زیادہ تر آبادی بنو کلب کی تھی، اکیدر خود کو ملک (بادشاہ) کہلواتا تھا، اہل دومۃ ان دنوں مذہباً نصرانی تھے۔ آج کل مملکت سعودیہ عربیہ کے شمال میں شام کے راستے میں تبوک کے قریب شمال تیما میں واقع ہے۔ مدینہ منورہ سے اس کا فاصلہ ۴۵۰ کلومیٹر ہے۔

[2] اخرجه هذا النص النسائی فی السنن الکبریٰ السیر عدد السرية، السنن: ۲۹۵/۵.

Marfat.com

بھائی حسان مقابلے میں مارا گیا اور غلام اور دوسرے لوگ بھاگ کر قلعہ بند ہو گئے۔

حسان نے سونے کے تاروں سے منقش ریشمی عبا پہنی ہوئی تھی جس کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے عمرو رضی اللہ عنہ بن امیہ ضمری کے ساتھ اکیدر کی گرفتاری کی خبر دے کر مدینہ بھیج دیا، وہ قبا جب مدینہ پہنچی تو مسلمان اس کی نفاست اور خوبصورتی دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے، اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم اس پر حیران ہو؟ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے سعد رضی اللہ عنہ بن معاذ کے جنت میں رومال اس سے بھی زیادہ خوبصورت ہیں۔ ❶

گرفتاری کے بعد سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے کہا میں تمھیں پناہ دے سکتا ہوں بشرطیکہ تم میرے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جانا منظور کرلو، اکیدر نے منظور کرلیا اور قلعے کا دروازہ بھی کھلوادیا، اس وقت وہ رسیوں سے بندھا تھا، حضرت خالد رضی اللہ عنہ اکیدر کو لے کر دربار رسالت میں حاضر ہوئے تو اکیدر نے دو ہزار اونٹ، آٹھ سو گھوڑے، چار سو زر ہیں اور چار سو نیزے دے کر صلح کی۔ ❷

اکیدر نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر سجدہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارے کے ساتھ سختی سے منع کیا، اس دن اکیدر کے گلے میں سونے کی صلیب جبکہ بدن پر ریشمی جوڑا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اکیدر کو جان و مال کی حفاظت پر صلح نامہ لکھ کر دیا اور اس پر مہر لگائی۔ ❸

اس صلح نامے کی عربی عبارت کا ترجمہ یہ ہے:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

یہ امان ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اکیدر کے لیے جب اس نے خالد رضی اللہ عنہ بن ولید سیف اللہ کے ہاتھ اسلام قبول کرلیا اور رب تعالیٰ کے شریکوں اور بتوں کو چھوڑ دیا (یہ امان) دومۃ الجندل اور اس کے اطراف واکناف کے لوگوں کے لیے ہے، اس شرط پر کہ شہر کے گرد ونواح کے علاقے، پانی کے چھوٹے چھوٹے چشمے، بنجر و بیکار زمین کے ٹکڑے، غیر آباد

---

❶ اخرجه البخاری عن انس، کتاب الهبة: ٥/٢٣٠. ❷ الزرقانی شرح المواهب: ٣/٧٧.

❸ کنز العمال: ٤/١٨٩ بحاشية المسند.

Marfat.com

خطے، بے نشان اور بے علامت جگہیں، زرہیں، اسلحہ، گھوڑے اور قلعے ہمارے ہوں گے۔

جبکہ شہر میں موجود پھل دار کھجوروں کے درخت، پانیوں کے بڑے چشمے، زمینوں کے آباد ٹکڑے خمس نکالنے کے بعد تمھارے ہوں گے، نہ تو تمھارے مویشیوں کو چراگاہوں میں چرنے سے روکا جائے گا، اور نہ دوسرے جانوروں کو ان میں ملا کر ان سے صدقہ لیا جائے گا، تمھیں گھاس پات سے نہ روکا جائے گا اور نہ گھریلو سامان سے عشر لیا جائے گا، تم لوگ نمازوں کو اپنے وقت پر ادا کرو گے اور زکوٰۃ کا حق ادا کرو گے، اس عہدہ پیمان کی پابندی تم لوگوں پر لازم ہے اور اس کے بدلے تمھارے ساتھ سچائی اور وفا کا معاملہ کیا جائے گا۔

اللہ اور موجود مسلمان اس (عہد) امان پر گواہ ہیں۔ ❶

اکیدر نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک ریشمی چادر ہدیتاً پیش کی جسے آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دے دیا، انھوں نے اس کو دو حصوں میں کر کے سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور گھر میں ایک دوسری خاتون کو دے دیا۔ ❷

ابو یعلی موصلی کی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے سواروں کے آنے کی خبر سن کر اکیدر خود حاضر ہو گیا اور نبی کریم ﷺ سے اپنی جان و مال اور ولایت کی امان کا پروانہ لے لیا، اس موقع پر اکیدر نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں سونے کے تاروں سے منقش وہ عبا پیش کرنا چاہی جو انھیں کسریٰ انعام میں دیا کرتا تھا، نبی کریم ﷺ نے یہ فرما کر اس کو واپس کر دیا کہ ''اپنی قبا واپس لے لو، دنیا میں جو بھی ایسا ریشمی لباس پہنے گا، رب تعالیٰ اس پر آخرت میں ریشم کو حرام کر دیں گے۔''

بہر حال دومۃ الجندل کی حیثیت ایک فوجی چھاؤنی کی تھی جو مسلمانوں کے لیے خطرہ بن سکتی تھی، اکیدر نے اس کو ویران ہو جانے کے بعد آباد کیا تھا، اس لیے وہاں کا ملک (بادشاہ) کہلاتا تھا، اکیدر فنون سپہ گری میں طاق، امور حربیہ کا ماہر اور ''مارد'' نامی ایک مضبوط قلعے کا

---

❶ طبقات ابن سعد: ۱/۲۸۸۔ ۲۸۹.

❷ صحیح مسلم: کتاب اللباس حدیث رقم: ۲۰۷۱.

Marfat.com

مالک بھی تھا، جس کو اس نے بڑی چٹانوں سے تعمیر کیا تھا، اس کی بلند و بالا فصیلوں پر بیٹھ کر دور دور تک آنے والے پر نگاہ رکھنے کا کام اسی قلعہ مارد سے لیا جاتا تھا، اسی لیے حضرت خالد رضی اللہ عنہ اپنی فوج کے ساتھ چھپے رہے اور اکیدر پر غیر متوقع حملہ کیا، آپ کے ساتھی انتہائی تربیت یافتہ تھے، اکیدر کو ان کے بہت قریب آ جانے کا احساس تک نہ ہوا اور اچانک گرفتار ہو گیا، اب صلح پر آمادہ ہونے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح قبول فرمائی اور اکیدر کے مقام و مرتبہ کی بھی پاسداری کی، چنانچہ اس سے سجدہ کو قبول نہ فرمایا اور اس نے جان، مال، جائیداد، ملک، خاندان میں سے جس کی بھی حفاظت مانگی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عنایت فرمائی، امان نامے کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اکیدر اور بعض اہل دومہ مسلمان ہو چکے تھے مگر افسوس کہ اکیدر بعد میں مرتد ہو کر دومہ سے حیرہ چلا گیا اور وہاں بھی دومہ نام کا قلعہ تعمیر کیا، اکیدر نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات پا جانے کے بعد نقض عہد کی جرأت کی اور بالآخر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ہی بے شمار مرتدین کے ساتھ جہنم واصل ہوا، جبکہ اس کا بھائی حریث بن عبدالملک اسلام پر ثابت قدم اور قائم رہا۔ ❶

یاد رہے کہ علماء کا اکیدر کے اسلام لے آنے میں اختلاف ہے، حافظ ابن حجر نے "الاصابة فی تمییز الصحابه" میں اکیدر کے ترجمہ میں طویل کلام کیا ہے جس میں اس کے اسلام کی بابت علماء کے اختلاف کو بیان کیا ہے۔ البتہ بعد میں بالاتفاق وہ مرتد ہو گیا تھا اور اللہ کی تلوار کے ہاتھوں کیفر کردار کو پہنچا۔

---

❶ فتوح البلدان للبلا ذری: ۸۳۔ ۸٤.

Marfat.com

ایلہ کے فرماں روا یحنہ بن رؤبہ کے ساتھ معاہدہ

نبی کریم ﷺ ابھی تبوک میں ہی تھے کہ آپ ﷺ نے ایلہ کے حاکم اور فرماں روا یحنہ بن رؤبہ اور وہاں کے معززین اور سرداروں کو خط لکھا، شاید روبہ اس کی ماں کا نام ہو کیونکہ صحیح مسلم میں اس کا نام ''یحنہ بن علماء'' لکھا ہے۔ یحنہ نصرانی تھا اور ایلہ اور اس کے قرب وجوار کے علاقے اس کی زیر ولایت تھے جن کا ذکر صحاح کے علاوہ دیگر کتب میں بھی آتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے یحنہ اور اہل ایلہ کو جو خط اور امان نامہ لکھ کر دیا تھا اس کی عبارت یہ ہے:

''تمھیں امن ہے، میں تمھارے سامنے اس خدا کی حمد بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور جب تک میں تمہیں (صلح اور امان کا خط) لکھ نہ دوں تم سے قتال نہ کروں گا، پس تم یا تو اسلام لے آؤ یا پھر جزیہ دو اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اور اللہ کے رسول کے قاصدوں کی اطاعت کرو، ان کا اکرام کرو اور انھیں اچھی پوشاک پہناؤ جو جنگ کے لباس کے علاوہ ہو اور زید کو اچھا جوڑا پہناؤ پس جب میرے قاصد خوش ہوں گے تو میں بھی خوش اور راضی ہوں گا، اور جزیہ معلوم ہے۔ اگر تم بری اور بحری راستوں کا امن چاہتے ہو تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور عرب وعجم کا ہر حق تم پر سے ختم کیا جاتا ہے سوئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حق کے، اور اگر تم قاصدوں کو لوٹا دو گے اور ان سے راضی نہیں ہو گے تو میں اس سے کچھ نہ لوں گا یہاں تک کہ تم سے قتال کروں پھر میں تمھارے نابالغوں کو قید اور بڑوں کو قتل کروں گا، بے شک میں اللہ کا برحق پیغمبر ﷺ ہوں، میں اللہ، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر اور مسیح بن مریم علیہما السلام پر ایمان رکھتا ہوں کہ وہ اللہ کا کلمہ ہیں اور ان پر ایمان رکھتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور اس سے پہلے کہ تمھیں شر آ پہنچے، (اطاعت گزار بن کر) چلے آؤ۔ میں نے اپنے قاصدوں کو تم لوگوں کے بارے میں وصیت کر دی

Marfat.com

ہے، اور حرملہ کو تین وسق جو دے دینا، بے شک حرملہ تمھارا شفاعت کرنے والا ہے، اور اگر اللہ نہ ہوتا تو میں تم سے کوئی مراسلت نہ کرتا یہاں تک تم فوج کو دیکھتے۔ اور اگر تم میرے قاصدوں کی اطاعت کرو گے تو تمھیں اللہ اس کے پیغمبر محمد اور اس کے ساتھیوں کی طرف سے امان ہے، اور میرے قاصد شرحبیل، حرملہ، ابی، حریث بن طائی تم لوگوں کے بارے میں جو کچھ طے کریں میں اس پر راضی ہوں اور تمھارے لیے اللہ اور اس کے رسول محمد ﷺ کا ذمہ ہے، اور تم پر سلام ہو اگر تم اطاعت کرتے ہو، اور اہل مضا کو ان کی زمین تک پہنچاؤ۔'' ❶

اس خط کی عبارت سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اہل ایلہ عرب وعجم کی چیرہ دستیوں میں بری طرح جکڑے ہوئے تھے اور دونوں طبقوں نے بے جا ٹیکس لگا لگا کر ان کے کندھوں کو بوجھل کر رکھا تھا، اور انھیں اپنی خلاصی کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی، نبی کریم ﷺ کی ان کے ساتھ صلح دست غیب کی کرم فرمائی اور اس کی شفقت وتائید سے کم نہ تھی، نبی کریم ﷺ نے انھیں دونوں قوموں کے استحصالی سلوک سے نجات دلائی۔

اس خط کی عبارت یہ بھی بتلاتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے یہ خط یحنہ کو لیث بن زید اور اس کے ساتھیوں کے ہاتھوں بھیجا تھا، خط ملتے ہی یحنہ ڈر گیا بالخصوص اکیدر کا انجام اس کے سامنے تھا، اس لیے برضاو رغبت خود ہی دربار نبوی ﷺ میں حاضر ہو گیا، جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے، وہ فرماتے ہیں:

''جس دن یحنہ بن رؤبہ خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوا اس نے گلے میں سونے کی صلیب ڈالی ہوئی تھی جبکہ ماتھے کے بال باندھے ہوئے تھے، نبی کریم ﷺ کو دیکھتے ہی تکفیر کی یعنی آپ ﷺ کی توقیر میں سجدہ ریز ہوا، تو آپ ﷺ نے سر اٹھانے کا حکم دیا، آپ ﷺ نے اس کے ساتھ صلح کی، ایک یمنی چادر عنایت فرمائی اور بلال رضی اللہ عنہ کے ہاں ٹھہرایا۔

نصاری کے ہاں سینے پر ہاتھ رکھ کر سر کو کسی قدر جھکا دینے کو تکفیر کہتے ہیں، اور ایسا وہ اپنے امراء وسلاطین اور معززین کے لیے کیا کرتے تھے۔

---

❶ طبقات ابن سعد: ۱/۲۷۷۔۲۷۸.

Marfat.com

نبی کریم ﷺ نے اس موقع پر اسے یہ تحریر لکھ کر دی:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

یہ امان ہے اللہ اور محمد ﷺ کی طرف سے جو اللہ کے پیغمبر اور رسول ہیں یحنہ بن رؤ
اور اہل ایلہ کے لیے، ان کی کشتیوں کے لیے اور بر و بحر میں ان کے مسافروں کے لیے،
کے لیے اللہ کا اور اس کے رسول ﷺ کا ذمہ ہے اور ان کے علاوہ اہل شام، اہل
اور اہل بحر کے لیے (بھی یہ امان ہے)۔ اور جس نے اس ذمہ کو توڑا، اس کے مال کی
ذمہ داری نہیں البتہ جان کی امان ہے، پس وہ مال جو بھی لے لے اس کے لیے حلال۔
انھیں بر و بحر کے کسی راستے اور پانی کو روکنے کا اختیار نہیں۔ ❶

علامہ بلاذری لکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اہل ایلہ کے ساتھ اس شرط پر صلح کی
میں کا ہر ایک بالغ سال بھر میں اپنی زمین کی پیداوار سے ایک دینار دے گا، اہل ایلہ
تین سو تھی، گویا کہ یہ صلح تین سو دینار سالانہ پر ہوئی، اور آپ ﷺ نے ان سے یہ
رکھی کہ وہ ان علاقوں سے گزرنے والے ہر مسلمان کی ضیافت اور مہمان نوازی کریں۔

نبی کریم ﷺ نے اس موقع پر جو چادر یحنہ کو دی تھی اسے بعد میں ابو العباس
بن محمد نے تین سو دینار میں خرید لیا، خود یحنہ نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک
ہدیہ میں پیش کیا تھا، جس کا ذکر ابو حمید ساعدی کی روایت میں آتا ہے۔ ❷

اور یہی وہ موقع ہے جب دومۃ الجندل کا رئیس اکیدر اور یحنہ بن رؤ
نبوی ﷺ میں اکٹھے تھے، اس واقعے میں یحنہ کا نبی کریم ﷺ کی خدمت میں
کرنا اور نبی کریم ﷺ کا اسے تحفے عنایت فرمانا کہ اس میں دو ملاقات کرنے والوں
بالخصوص حکام اور امراء و سلاطین کے درمیان تحائف کے تبادلے کی اصل ہے
ایک دوسرے سے مختلف ہی کیوں نہ ہو، اور اس کی غرض صرف ایک دوسرے

---

❶ طبقات ابن سعد: ۱/۲۸۹۔ ۲۹۰۔
❷ البخاری: کتاب الزکاۃ باب فی خرص التمر: ۳/۳۴۳۔

Marfat.com

فضائل مشترکہ میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون اور ایک دوسرے کی بات کا سمجھنا ہے۔ اس واقعے میں یحنہ کے مقام ومرتبہ کی رعایت کرنے کا بھی علم ہوتا ہے کہ جب اس نے تکفیر کی، جو ہر حال میں ایک طرح کی انکساری اور ذلت ہے، مگر آپ ﷺ نے اس سے اسے قبول نہ فرمایا اور ہاتھ کے اشارے سے اسے ایسا کرنے سے منع فرما دیا، آپ ﷺ نے یحنہ کی بے حد عزت افزائی فرمائی اور اس کے ساتھ بے حد نیک سلوک فرمایا، یاد رہے کہ نبی کریم ﷺ کا مکتوب گرامی یوحنہ کو خود اس کے چل کر آنے سے پہلے ہی مل گیا تھا، اس وقت ایلہ اور اس کے قرب وجوار کے علاقے جنگ اور معرکہ آرائی کی زد میں تھے کہ ایک طرف افواج اسلام نے لشکر کشی کر رکھی تھی جبکہ دوسری جانب قبل خود رومی شہنشاہیت نے اس کا استحصال کر رکھا تھا، چنانچہ روم کی طرف سے مملکت اسلامیہ کی شمالی حدود پر ناجائز قبضے اور تسلط کا بھی اندیشہ تھا، اس لیے ایلہ میں جو نوزائیدہ ابھرتی اسلامی مملکت اور رومی بادشاہت کے درمیان پل کی حیثیت رکھتا تھا، امن وامان قائم کرنا از حد ضروری تھا تا کہ خود مسلمان اور دعوت اسلام ہر قسم کے خدشوں اور خرخشوں سے محفوظ ہو جائے۔ اور ان تمام واقعات کے تناظر میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ یحنہ خود صاحب علم تھا، وہ جانتا تھا کہ ایک نہ ایک دن جناب رسول اللہ ﷺ ان علاقوں پر غالب آ کر رہیں گے، اس لیے اس نے نبی کریم ﷺ سے امان طلب کر لی۔

چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اس سے صلح کرنا بھی منظور فرمایا، اسے اس کے دین پر باقی رہنے کو گوارا فرمایا اور اسے کسی قسم کی تکلیف دیے بغیر اس کے علاقے اور اس کے اطراف وجوانب کے بری اور بحری سب خطوں کو امان عطا فرمایہ اور انھیں اس بات کا پابند کیا کہ وہ دارالاسلام سے آنے جانے والوں سے کوئی تعرض نہ کریں گے، ان کا اکرام بھی کریں گے اور مہمان نوازی بھی، یقیناً دائرۂ اسلام کو وسیع تر کرنے کے لیے یہ نہایت مبنی بر حکمت صلح نامہ تھا، جس میں فریق ثانی کی از حد دلداری اور تعظیم بھی تھی، جبکہ مسلمانوں کے لیے راستوں کا امن اور حدود کی حفاظت بھی، مورخین نے بیان کیا ہے کہ اہل ایلہ نے مدت دراز تک اس صلح نامے کو عزت کی نگاہ سے دیکھا اور دل وجان سے اس پر کاربند رہے۔

Marfat.com

اہل جرباء اور اہل اذرح ❶ کے ساتھ معاہدہ

بظاہر جرباء اور اذرح کی آبادی یہودیوں اور نصرانیوں دونوں پر مشتمل تھی، یہود و نصاریٰ کے علاوہ دوسرے لوگ بھی ان میں ملے جلے رہتے تھے، اہل مقناسب کے سب یہودی تھے، نبی کریم ﷺ نے ان کے ساتھ صلح کر لی اور یہ صلح نامہ لکھ بھی دیا گیا، اہل جرباء اور اہل اذرح کے ساتھ ہونے والے صلح کی عبارت کو واقدی نے نقل کیا ہے، یہاں کے فرماں روا بھی غزوۂ تبوک کے موقع پر خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے اور صلح کی درخواست کی، آپ ﷺ نے ان کو امان کی تحریر لکھ دی، جس میں حدود کی ذمہ داری، پانی اور بری و بحری راستوں کی حفاظت اور فریقین کی سلامتی کی ضمانت دی گئی تھی، نبی کریم ﷺ نے ان لوگوں کا بے حد اکرام بھی فرمایا۔ ❷

اس صلح نامہ کی عبارت یہ ہے:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! یہ امان ہے محمد ﷺ اللہ کے پیغمبر کی طرف سے اہل اذرح کے لیے اللہ اور محمد ﷺ کی امان کے ساتھ کہ یہ لوگ ہر سال رجب کے مہینے میں بخوشی سو دینار ادا کریں گے اور مسلمانوں کے ساتھ نیک سلوک کرنے اور بھلائی کرنے پر اللہ ان کا ذمہ دار ہے۔ ❸

جبکہ اہل جرباء کو جو تحریر لکھ کر دی جس کو واقدی نے نقل کیا ہے وہ بالکل اسی کے مطابق ہے، ان دونوں تحریروں میں جرباء اور اذرح کے باشندوں کو اندرونی اور بیرونی دونوں خطرات سے بلکہ غیروں کے ساتھ ساتھ خود مسلمانوں سے بھی امان نامہ دیا گیا تھا۔

---

❶ جرباء اور اذرح شام کے جنوبی اطراف میں بلقا کے نواح میں آباد دو بستیاں ہیں۔ آج کل یہ مملکت اردنیہ ہاشمیہ کے حدود میں ہیں اور شہر معان کے شمال مغرب میں تقریباً بیس کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہیں، یاقوت حموی کے بقول ان دونوں بستیوں میں میل بھر کا فاصلہ تھا کہ دونوں بستیوں کو ایک دوسرے سے دیکھا جا سکتا تھا، فتوح البلدان ۱:۱۲۹

❷ سیرة ابن هشام: ۲/۵۶۵۔ ۵۲۶.

❸ ابن سعد عن الواقدی: ۱/۲۹۰.

Marfat.com

خاتمہ

گذشتہ چار ابواب کا بالغور مطالعہ کرنے کے بعد قاری کے سامنے یہ بات روشن ہو کر آ جاتی ہے کہ نصرانی عوام وخواص، امراء وسلاطین، اور احبار ورہبان نے نبی کریم ﷺ کی دعوت کا مقابلہ خون آشام جنگوں اور سخت، تلخ اور گستاخانہ جوابوں کے ساتھ نہ کیا تھا، جیسے شاہ ایران کسریٰ نے نامۂ مبارکہ کے ساتھ کیا کہ اس کو چاک بھی کیا اور شان رسالت میں دریدہ دہنی اور زبان درازی بھی کی اور قاصد رسالت کے سامنے شدید رعونت، نخوت، نفرت اور کینہ وتکبر کا اظہار بھی کیا، جبکہ دوسری طرف یہود نے بدتر ترین یہودیانہ خصلت کا ثبوت دیا، نہایت شرمناک مکاری، عیاری، دغابازی اور مکروفریب سے کام لیتے ہوئے دعوت رسالت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا، ان کا یہودیانہ شیوہ اس بات کا متحمل ہی نہ ہو سکا کہ وہ خالص ایمان توحید اور نیکی کی دعوت کو قبول کریں، ان کی صدیوں سے بگڑی کج فطرت اور شر پسند خصلت کے لیے اس سے دشوار تر کوئی کام نہ تھا کہ وہ محض خدا کے نیک بندے بن جائیں اور رُوئے زمین سے شر وفساد کو دور کرنے میں اپنا کردار ادا کریں۔

یہودیت ومجوسیت اور وثنیت کے برخلاف نصرانیت نے نرمی، ملائمت، حسن سلوک، ادب، لحاظ، اکرام واعزاز، محبت ومودت اور شائستگی وتہذیب کا مظاہرہ کیا، مکاتیب نبوی ﷺ کو سر آنکھوں پر رکھا، قاصدان رسالت ﷺ کی عزت افزائی کی، دربار نبوی ﷺ میں نہایت قیمتی، نادر اور نفیس تحفے بھیجے جن میں سب سے قیمتی اور اعلیٰ ترین تحفہ ام المؤمنین سیّدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا ہیں جن کے بطن سے سیّد الاوّلین والآخرین خاتم الانبیاء والمرسلین جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے آخری فرزند حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ نصرانیت کے اعزاز کے لیے

Marfat.com

یہی بات بس ہے کہ اسے حرمِ نبوت میں داخل ہونے کی سعادت ملی، البتہ یاد رہے کہ سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کر لیا تھا، نصاریٰ میں سے ہر ایک اس بات کا متمنی اور خواہشمند تھا کہ وہ نبی کریم ﷺ کا مقرب اور محبوب بنے، اس کا روشن ترین ثبوت یہ ہے کہ ہرقل کی اگلی کئی نسلوں نے نبی کریم ﷺ کے مکتوب گرامی کی جان سے بڑھ کر حفاظت کی اور اسے حرز جان بنائے رکھا، حتیٰ کہ اسے ریشم کے غلاف میں رکھ کر ایک نہایت قیمتی ہاتھی دانت کے بکسے میں رکھا ہوا تھا، مزید لطف کی بات یہ ہے کہ کسی کو دکھانے تک کے روادار نہ تھے مبادا مکتوب گرامی کو کوئی گزند پہنچے، گویا ان کے نزدیک یہ ان کا قیمتی ترین ورثہ تھا۔

نجاشی تو مسلمان ہی ہو گیا، اور اسے جناب رسول اللہ ﷺ کی طرف سے غائبانہ جنازہ پڑھے جانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اور اس کی وجہ صرف اور صرف یہ تھی کہ وہ کتب میں متواتر یہ پڑھتے چلے آرہے تھے اور اپنے علماء ومشائخ سے بھی سنتے چلے آئے تھے کہ اخیر زمانہ میں خاتم الانبیاء ﷺ تشریف لائیں گے، جن کی صفات کو وہ کتب میں پاتے تھے، اس بات کو خود قرآن کریم نے بیان کر کے اس کی شہادت دی ہے کہ یہ لوگ نبی کریم ﷺ کا تذکرہ سن کر نرم ہو جاتے ہیں اور خشوع وخضوع کی بنا پر ان کی آنکھیں بھر آتی ہیں، اور تو اور بے حد غافل بھی ایک دفعہ تو ٹھٹھک ہی جاتے ہیں، چنانچہ ارشاد ہے:

﴿الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَ يَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۝﴾

(الاعراف ۷ : ۱۵۷)

''وہ جو (محمد ﷺ) رسول (اللہ) کی جو نبی امی ہیں، پیروی کرتے ہیں، جن کے (اوصاف) کو وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، وہ انھیں نیک کام کا

Marfat.com

حکم دیتے ہیں اور برے کام سے روکتے ہیں اور پاک چیزوں کو ان کے لیے حلال کرتے ہیں، ناپاک چیزوں کو ان پر حرام ٹھہراتے ہیں، اور ان پر سے بوجھ اور طوق جو ان (کے سر) پر (اور گلے میں ہے) اتارتے ہیں، تو جو لوگ ان پر ایمان لائے اور ان کی رفاقت کی، اور انھیں مدد دی اور جو نور اُن کے ساتھ نازل ہوا ہے اس کی پیروی کی، وہی مراد پانے والے ہیں۔"

اس بات کا تذکرہ قرآن کریم کی متعدد دوسری آیات میں بھی آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے ذکر کو سن کر انجیل کو جاننے والے رقت قلب کی بنا پر روتے ہوئے سجدہ میں گر جاتے، اور وہ لوگ نبی کریم ﷺ کو اپنی اولاد کی طرح خوب جانتے اور پہچانتے تھے۔

چنانچہ یہی وجہ ہے کہ وفد نجران نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ مباہلہ کرنے سے انکار کر دیا، ہرقل نے ایک علیحدہ کمرے میں بطارقہ کو جمع کر کے ان کی رائے پوچھی، ضغاطر رومی نے برملا اس دعوت اور صاحب دعوت کی تصدیق کی، ورقہ بن نوفل نے تو حسرت کا اظہار کیا کہ کاش مجھے آپ ﷺ کی مدد کرنے کا موقع ملے۔

خود جناب رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب نے نصاریٰ کے سب وفود کا بے حد اکرام کیا، بھرپور استقبال کیا، ضیافت و مہمانی میں کمال اہتمام سے کام لیا، وفود نصاریٰ کی آپ ﷺ کے ساتھ گفتگوئیں بھی ہوئیں، آپ ﷺ نے نہایت تحمل، بردباری، اور تدبر سے انھیں جوابات دیے، انھوں نے آیات قرآنی اترتے بھی دیکھیں، ان کے مضامین بھی سنے، روز محشر کی حجت و برہان کو بھی سنا، یہی وجہ ہے کہ نصاریٰ کا ہر وفد یا تو گہرے ایمان کی دولت سے سینوں کو بھر کر لوٹا یا صلح و امن کے پروانے لے کر خوشی کے شادیانے بجاتے لوٹا۔

پھر جب پہلے سے نصرانی بعض عرب قبائل نے مسلمانوں کے خلاف سر اٹھایا، ان کے قافلوں اور سفراء کے لیے امن کو ایک سوالیہ نشان بنا دیا تو ضروری تھا کہ ان سرکشوں کی سرکوبی ہو، ان کے مکر و فریب کے سب داؤ پیچ تار تار کر کے رکھ دیے جائیں بلکہ ان کی تدبیریں انھی

Marfat.com

پر الٹ دی جائیں، نصاریٰ کے ساتھ جو بعض جنگیں جھڑپیں اور مہمیں پیش آئیں، اسی بنا پر آئیں جن میں سرفہرست جنگ موتہ اور غزوۂ تبوک ہے۔ جب ایک عظیم نصرانی طاقت نے دوسرے تمام چھوٹے چھوٹے ملکوں کو بھی ساتھ ملا کر اپنے گمان میں ایک ناقابل شکست جمعیت تیار کر لی تا کہ جزیرۂ عرب کا صفحۂ ہستی سے نام ونشان تک مٹا دیا جائے، اس وقت ان کے دلوں اور دماغوں کو بری طرح جھنجھوڑنا اور لرزانا ناگزیر ہو گیا تھا تا کہ دنیا والوں پر یہ راز پوری طرح کھل جائے کہ اسلام سطحِ آب پر ابھرنے والا بلبلہ نہیں جو کچھ دیر بعد اپنا وجود کھو دے گا، اس لیے آپ ﷺ زبردست جوش ولولے اور حوصلے کے ساتھ، جو صرف ایک پیغمبر کے سینے میں ہی ہو سکتا ہے جس کے سامنے اس دنیا کی حقیقت گرد سے زیادہ نہ ہو، رومیوں کے ساتھ جا ٹکرائے، اگرچہ نوبت قتال تک نہ پہنچی مگر ایک دفعہ ان سب کے دماغوں میں بھونچال اور زلزلے کی کیفیت طاری ہو گئی۔

یہیں سے نصاریٰ نے اسلام کے ساتھ عہدوں اور صلح ناموں کے جاری کرنے کی ضرورت کو شدت کے ساتھ محسوس کیا، پھر نصاریٰ اور مسلمانوں کے درمیان حسن سلوک کی ایک نئی داستان رقم ہوئی، قرآن کریم نے بھی نصاریٰ کے ساتھ خیر سگالی کا حکم دیا ہے، ان کے خیر خواہانہ جذبات کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے مسلمانوں کو ان کے ساتھ نیکی کرنے کی وصیت کی ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

﴿وَ لَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَ قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَ اِلٰهُنَا وَ اِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ﴾ (العنکبوت ۲۹ : ٤٦)

''اور اہل کتاب کے ساتھ جھگڑا نہ کرو مگر ایسے طریق سے کہ نہایت اچھا ہو، ہاں جو اُن میں سے بے انصافی کریں (ان کے ساتھ اسی طرح مجادلہ کرو) اور کہہ دو کہ جو (کتاب) ہم پر اتری اور جو (کتابیں) تم پر اتریں ہم سب پر ایمان رکھتے ہیں اور ہمارا تمھارا معبود ایک ہی ہے اور ہم اس کے فرمانبردار ہیں۔''

Marfat.com

ان باتوں کا احادیث میں بھی تذکرہ آتا ہے، اس کو حضرات خلفاء نے اپنا اسوہ بنایا اور فقہا نے اس سے متعدد احکام کا استنباط بھی کیا۔

کتب سنن کی مشہور روایت ہے جسے صفوان بن سلیم تیس کے قریب ابنائے صحابہ سے اور وہ اپنے آباء سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''خبردار (سن لو!) جس نے کسی عہد والے پر ظلم ڈھایا یا (اس کی حق تلفی کی اور) اس کے ساتھ بدکلامی کی یا اس کی طاقت سے بڑھ کر اس سے کام لیا یا اس کے دل کی خوشی کے بغیر اس سے کچھ لے لیا تو روز قیامت اس کی طرف سے جھگڑا کرنے والا میں ہوں گا۔''

اور بیہقی کی روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں، خبردار! جس نے کسی ایسے عہد والے کو قتل کیا جس کے لیے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ذمہ ہو، رب تعالیٰ جنت کی خوشبو کو اس پر حرام کر دیں گے اور بے شک جنت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے (بھی) آتی ہے۔ ❶

ہشام بن حکیم بن حزام سے روایت ہے کہ انھوں نے حمص میں ایک شخص کو دیکھا کہ وہ قبطیوں سے زیادہ جزیہ وصول کر رہا تھا، تو انھوں نے (برملا) کہا، یہ کیا ہے؟ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اللہ (روز قیامت) ان لوگوں کو عذاب دے گا، جو لوگوں کو دنیا میں عذاب دیتے ہیں۔ ❷

اور عرباض بن ساریہ کی روایت میں تو نصاریٰ کے ساتھ اور بھی زیادہ حسن سلوک کرنے کی تاکید آئی ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا، ''اہل کتاب کے گھروں میں تمھارا ان کی اجازت کے بغیر داخل ہونا حلال نہیں اور جب وہ تمھیں اتنا جزیہ دے دیں جو ان کے ذمے ہے تو نہ تو ان کی عورتوں کو مارنا اور نہ ان کے پھلوں کو کھانا تمھارے لیے حلال ہے۔'' ❸

عہد و وفا کی پاسداری اور نصاریٰ کے ساتھ خیر کی وصیت کی بابت نبی کریم ﷺ کی تعلیم و تربیت اور اس کے نتیجے میں صحابہ کرام کے تعامل کو اس واقعے سے بخوبی سمجھا جا سکتا

---

❶ ابو داؤد: كتاب الخراج والامارة والفى باب التشديد فى جباية الجزية حديث رقم: ۳۰٤۷.

❷ صحيح مسلم: كذافى سنن النسائى، وهذه الرواية من سنن ابى داؤد حديث رقم: ۳۰٤۰.

❸ ابو داؤد: كتاب الجهاد باب الامام يكون بينه وبين عدوه عهد فيسير اليه، حديث رقم: ۲۷۵۳.

Marfat.com

ہے، سنن ابی داؤد میں مروی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا رومیوں کے ساتھ ایک عہد تھا، جب اس کی مدت ختم ہونے کو آئی تو انھوں نے اپنی فوج کو ان کی سرحدوں کے قریب کر دیا، پھر جس دن مدت ختم ہوئی تو انھوں نے رومیوں پر حملہ کر دیا، اتنے میں لشکریوں کے پیچھے سے ایک گھڑ سوار نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے آتا دکھائی دیا جس کی زبان پر اللہ اکبر کے ساتھ یہ الفاظ تھے ''عہدوں کو نبھاؤ، عذر نہ کرو'' دیکھا تو وہ صحابی رسول عمرو رضی اللہ عنہ بن عبسہ تھے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے انھیں بلوایا تو انھوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جس کا کسی قسم کے ساتھ معاہدہ ہو تو جب تک اس کی مدت پوری نہ ہو یا وہ اس عہد کو ان پر یکساں لوٹا نہ دے تو تب تک نہ گرہ باندھے اور نہ کھولے، یہ سنتے ہی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فوجوں کو پیچھے ہٹا لیا۔

مطلب یہ ہے کہ ان کے ساتھ جنگ کرنے سے پہلے انھیں بتلا دے کہ ان کے درمیان صلح کی مدت ختم ہو گئی ہے، یہ نہیں کہ مدت ختم ہوتے ہی ان پر ہلہ بول دے کہ اب اس صورت میں دونوں فریق یکساں حالت میں ہوں گے۔

احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم میں امام لشکر بلکہ عامۃ الناس تک کے لیے اس بات پر شدید فہمائش وارد ہوئی ہے کہ اہل ذمہ پر کسی قسم کا ظلم واعتداء کیا جائے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا:

''جس نے کسی (معاہد کو ناحق یا) اہل ذمہ کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو کو بھی نہ پائے گا، اور بے شک جنت کی خوشبو ستر سال کی مسافت سے (بھی) آتی ہے۔'' ❶

عہد اور ذمہ والوں کو ناحق قتل کرنے اور ان پر ان کی طاقت وسکت سے زیادہ بوجھ ڈالنے کو اسلام کے منصفانہ اور عادلانہ مزاج نے ہرگز گوارا نہیں کیا، جہاں بے زبان جانوروں کے حقوق کی شدید تاکید ہو، وہاں عہدوں اور ذموں کو نباہنے والے انسانوں کے حقوق کی پاسداری کی اہمیت کیوں کر نہ ہوگی؟

---

❶ سنن النسائی : کتاب القسامة باب تعظیم قتل المعاهد.

Marfat.com

حضرات خلفائے کرام نے نبی کریم ﷺ کے ان وصایا اور اوامر کو لازم پکڑا اور جن مہموں پر بھی لشکروں کو روانہ کیا انھیں ان احکام کا پابند بنایا، یحییٰ بن سعید کی روایت میں ہے کہ حضرت یزید بن سفیان کو شام کی مہم پر بھیجتے ہوئے جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انھیں وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

''عنقریب تم ایسے لوگوں کے پاس پہنچو گے جنھوں نے اپنے گمان میں خود کو اللہ کے نام پر قید کر رکھا ہے (یعنی وہ کنیسوں اور گرجوں میں ہمہ وقت عبادت میں لگے رہتے ہیں، انھیں دنیا اور امور دنیا سے کوئی سروکار نہیں) انھیں ان کے حال پر چھوڑ دینا، البتہ ان کے اہل مشورہ خدام کنیسہ کی گردنوں کو مار دینا، اور میں تمھیں دس باتوں کی وصیت کرتا ہوں، عورتیں، بچے اور بہت بوڑھے لوگوں کو ہرگز قتل نہ کرنا، پھل دار درختوں کو ہرگز مت کاٹنا اور نہ آبادیوں کو برباد کرنا، اور اونٹ، بکریوں کو صرف کھانے کی غرض سے ذبح کرنا، کھجوروں کو مت جلانا اور انھیں ٹکڑے ٹکڑے نہ کرنا اور بزدلی نہ دکھانا اور نہ ہی مال غنیمت میں بددیانتی کرنا۔'' ❶

جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے شہادت کے وقت اس بات کی پرزور تاکید کی کہ ''میں تمھیں اللہ کے ذمہ کی وصیت کرتا ہوں کہ یہ اہل ذمہ تمھارے نبی ﷺ کے ذمہ والے اور تمھاری اولاد کی روزی کا ذریعہ ہیں۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وفات کے وقت اپنے وصیت نامہ میں اس بات کو بڑے اہتمام کے ساتھ ذکر کیا کہ اہل ذمہ کے ❷ ساتھ نیکی کا سلوک کیا جائے، ان کے عہدوں کو پورا کیا جائے اور ان سے ان کی طاقت سے بڑھ کر کوئی کام نہ لیا جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمانوں میں اعلان کیا کرتے تھے کہ (لوگو!) محمد ﷺ کے ذمہ کو پورا کرو ❸ (اور اہل ذمہ پر ظلم نہ کرو)۔

ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک نابینا بوڑھے کے پاس سے گزرے جو بھیک مانگ رہا تھا تو اس سے پوچھا کون سے اہل ذمہ میں سے ہو؟ اس نے کہا یہودی ہوں، پوچھا بھیک کیوں

---

❶ اخرجه مالك فى الموطا: باب ماجاء فى الامان.

❷ البخارى: كتاب الجنائز باب ماجاء فى قبر النبىؐ وابى بكر وعمر: ۲۵۶/۳.

❸ السنن الكبرى للبيهقى: ۲۰۶/۹.

Marfat.com

مانگ رہے ہو؟ کہا جزیہ کی رقم نہیں، اوپر سے ضرورت مند ہوں اور رہی سہی کسر بڑھاپے نے پوری کر دی ہے (تو بھیک نہ مانگوں تو اور کیا کروں) آپ اسے گھر لے گئے، کچھ دیا پھر بیت المال کے خازن کو حکم بھیجا کہ اس یہودی اور اس جیسے حاجت مندوں کو جزیہ سے مستثنیٰ کر دو، اللہ کی قسم یہ انصاف نہ ہوگا کہ ہم نے اس کی جوانی سے تو بھر پور فائدہ اٹھایا اور اب بڑھاپے میں اس کو بے یارو مددگار چھوڑ دیں۔

اس حقیقت سے انکار ناممکن ہے کہ نصاریٰ نے صدیوں تک بلاد اسلامیہ میں امن، چین اور اطمینان کی زندگی گزاری جہاں انھیں کسی ظلم وزیادتی کا ہرگز اندیشہ نہیں ہوتا تھا، بلکہ مختلف اسلامی خلافتوں کے دور میں انھیں بڑی شاندار اور باعزت زندگی گزارنے کو ملی، البتہ جب انھوں نے خود ہی اسلام کی ٹھنڈی چھاؤں تلے رہنا نامنظور کیا اور نقض عہد کی چلچلاتی دھوپ میں جا کھڑے ہوئے تو انھیں قید و بند اور تیر وتفنگ کا نشانہ بننا پڑا کہ نقضِ عہد ہر متمدن اور مہذب قوم میں ناقابل معافی جرم ہے۔ امت مسلمہ آج اس دور سے گزر رہی ہے جس میں انسانی اقدار کی کوئی قدر و قیمت نہیں رہ گئی، عہد و پیمان کی پاسداری قصۂ پارینہ بن چکی ہے، ہر قسم کے غدر و خیانت کے ارتکاب کو تہذیب، ترقی، عقلمندی اور وقت کی سب سے بڑی ضرورت بلکہ قوموں کی حیات اور ترقی کی اساس سمجھ لیا گیا ہے، آج ساری انسانیت اور بالخصوص نصرانیت اسلام کے سب احسانات کو بھلا کر ہر اس شخص کے کندھے سے کندھا ملا کر کھڑی ہے جو اسلام اور مسلمانوں کو حرف غلط کی طرح مٹا دینا چاہتا ہے، آج نصرانیت کے زعماء، قائدین، سیاسی تحریکوں کے رہنما، دانشور اور مفکرین اور حکومتوں کے حکمران سب کے سب کینہ وعداوت کی بھینٹ چڑھ گئے ہیں اور ان میں سے کوئی بھی روزن تاریخ سے ماضی میں جھانکنے کو تیار نہیں کہ اسلام کے رویے کو نہ سہی چلو اپنے نصرانی رہنماؤں اور علماء ومشائخ کے سیرت کردار کو ہی دیکھ لیں۔ کیا ظلم وعدوان کے پلڑے میں بیٹھی آج کی نصرانیت کے لیے اسلام کا یہ رویہ باعث عبرت اور قابلِ تقلید نمونہ نہیں کہ وہ اپنی روش سے باز آجائیں اور ظلم کا بازو بننے کے بجائے مظلوم مسلمانوں کی نصرت وحمایت کے لیے اٹھ کھڑے ہوں۔

Marfat.com

عہد رسالت میں

اسلام اور نصرانیت کے تعلقات

مکاتیب، سفراء، وفود، غزوات، سرایا معاہدات اور صلح نامے

ڈاکٹر فاروق حمادہ

Marfat.com